المسائل المهمة

فيما ابتلت به العامة

اہم مسائل

جن میں ابتلاء عام ہے

جلد ششم

پسند فرمودہ:

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مد ظلہ العالی

رئیس: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندربار

تحریک وتحریض:

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

ترتیب:

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دار الافتاء جامعہ اکل کوا

تحقیق وتخریج:

معاون مفتیان کرام دار الافتاء

ناشر:

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم

اکل کوا، نندربار، مہاراشٹر

تقسیم کار

نام کتاب	: المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة
ابتدائیہ	: حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
تحقیق وتخریج	: معاون مفتیان کرام دارالافتاء
کمپوزنگ وسیٹنگ	: مفتی عبدالمتین کانڑگانوی ومفتی شمشیر احمد بستوی
طبع اول	: ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء
صفحات	: ۳۳۵
تعداد مسائل	: ۲۲۴
قیمت	:
باہتمام	: ابوحمزہ وستانوی
ناشر	: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
◉	فہرست	۳
◉	ابتدائیہ: حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی	۱۷
◉	**کتاب الایمان والعقائد**	◉
۱	اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ جمع کا استعمال	۱۹
۲	دعا سے تقدیر بدلتی ہے	۲۰
۳	میری بدقسمتی کی وجہ سے ایسا ہوا	۲۱
۴	خوش بختی اور بد بختی کا مدار اچھے اور برے اعمال پر	۲۳
۵	بائیں آنکھ کا پھڑ پھڑانا	۲۴
۶	سرخ مرچیوں کے ذریعہ نظرِ بد اتارنا	۲۵
۷	کونڈوں کی مروجہ رسم	۲۷
۸	پہلی بارش میں نہانا	۲۹
۹	ذکر بالجہر	۳۱
۱۰	دینی کتاب کو پیر لگنے پر اُسے چومنا	۳۵
◉	**کتاب الطهارة**	◉
۱۱	تکبیر کے وقت مسواک	۳۶
۱۲	دھوپ میں گرم ہوئے پانی سے وضو اور غسل	۳۹
۱۳	پیروں کے شگاف میں پانی پہنچانا	۴۱
۱۴	ووٹر کی انگشت پر روشنائی مانع وضو ہے یا نہیں؟	۴۲

ابتدائیہ

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على رسوله الأمين ، وعلى آله الطيبين الطاهرين ، أما بعد ! أعوذ بالله من الشيطن الرجيم ، بسم الله الرحمن الرحيم . قال الله تبارك وتعالى :﴿ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا﴾ . (الحشر :٧) **قال النبي ﷺ : " إذا أمرتكم بشيء فافعلوه ما استطعتم وإذا نهيتكم عن شيء فانتهوا ".** (بخاری : ۲/۱۰۸۲)

صدق الله العظيم ، وصدق رسوله النبي الكريم

محترم قارئین! ہم مسلمان ہیں، اور مسلمان کے معنی ہیں: تابعدار وفرماں بردار، یعنی ہم احکام اسلامیہ کے مکلّف وپابند ہیں، اور ہمارے لیے کسی کام کا کرنا اُس وقت تک جائز نہیں، جب تک اس سے متعلق اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا حکم وارشاد معلوم نہ ہو، جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے:" **لا يجوز لمسلم أن يتصرف أو يفعل فعلاً إلا بعد معرفة حكم الله فيه** " . (موسوعة القواعد الفقهية : ١٥/٨) — اور یہ بات ظاہر ہے کہ احکام ونواہی کا علم اُس وقت تک نہیں ہوسکتا، جب تک علمِ دین حاصل نہ کیا جائے، نتیجہ یہ نکلا کہ – دین کا ضروری علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:" **طلب العلم فريضةٌ على كل مسلم** ".

(سنن الكبرىٰ للبيهقي : ۲/۲۵۴)

جامعہ میں شعبۂ افتاء کے قیام کے روزِ اول سے، اس شعبہ کی یہ کوشش رہی کہ جہاں اس کے مستفتی کو اپنے سوالوں کا صحیح شرعی حل مل جائے، وہیں عامۃ المسلمین کو ابتلاء عام

مسائل سے ہم خود واقف کرائیں، جس کے لیے یہ صورت اپنائی گئی کہ جس مسئلہ میں بھی ابتلاء عام ہو، اُس کی صورت قلمبند کی جائے، پھر آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، عباراتِ فقہیہ اورقواعدِ فقہ کی روشنی میں، اور متقدمین کے فتاویٰ کی تائید سے، اُس پر کسی حکم شرعی کے تعیُّن وترتُّب کے بعد دارالافتاء کا کوئی طالبِ علم ہر روز بعد نمازِ ظہر، بعنوان ''مسئلہ'' جامعہ کی مسجد میمنی میں اسے پڑھتا رہے۔

الحمدللہ! آج تک اس سلسلۃ الذہب کی پانچ جلدیں منظرِ عام پر آکر قبولِ عام حاصل کرچکیں، جو درحقیقت حضرت رئیس جامعہ دامت برکاتہم کی سرپرستی، حوصلہ افزائی وپسندیدگی، آپ کے خلف الرشید، نوجوان عالم دین، ناظم تعلیمات، حضرت مولانا حذیفہ حفظہ اللہ ورعاہ کی تحریک وتحریض، اپنے معاون مفتیانِ کرام مفتی عبدالمتین اشاعتی، مفتی شمشیر اشاعتی، مفتی مجیب الرحمٰن اشاعتی، مفتی افضل اشاعتی صاحبان کی تخریج وتحقیق اورعزیزم عبدالغفور، محمد صدیق اوراُن کے رفقاء کے سال بھر اِن مسائل کومسجد میمنی اور مسجد السلام میں پڑھتے رہنے کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔

کسی کے ہاتھ نے مجھ کوسہارا دیدیا ورنہ
کہاں میں اورکہاں یہ راستہ پیچیدہ پیچیدہ

فجزاھم اللہ احسن الجزاء

''۲۲۶'' مسائل پر مشتمل، یہ چھٹی جلد جوآپ کے ہاتھوں میں ہے، اپنے انہی کرم فرماؤں کی کرم فرمائی، خردوں کی جانفشانی، اور اللہ پاک کی توفیق ونصرت کا مظہر وعکاس ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرماکر اپنی رضا نصیب فرمائے۔ آمین

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم
وتب علینا انک انت التواب الرحیم

کتاب الإیمان والعقائد

ایمان وعقائد کے مسائل

اللہ تعالیٰ کے لیے لفظِ جمع کا استعمال

مسئلہ (۱): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس لیے اس کے لیے واحد کا صیغہ استعمال کرنا چاہیے، جیسے اللہ تعالیٰ ''کرتا دھرتا'' ہے، جمع کا صیغہ استعمال نہیں کرنا چاہیے، جیسے اللہ تعالیٰ ''کرتے دھرتے'' ہیں، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے لیے واحد وجمع دونوں صیغے استعمال کیے جاسکتے ہیں، صیغۂ واحد کے استعمال کا صحیح ہونا تو ظاہر ہے[1]، رہا صیغۂ جمع تو وہ تعظیماً واد باً بولا جاتا ہے، اس لیے وہ بھی درست ہے، خود اللہ پاک نے اپنے لیے صیغۂ جمع استعمال فرمایا ہے، فرمانِ خداوندی ہے: ﴿إنا أعطینک الکوثر﴾ ''بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا'' ﴿إنا أنزلناه في لیلة القدر﴾ ''بے شک ہم نے قرآن شریف کو شبِ قدر میں اتارا'' اور ﴿ونحن أقرب إلیه من حبل الورید﴾ ''بے شک ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ''۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿إنني أنا الله لا إله إلا أنا فاعبدني﴾ . (طه : ۱۴)

(۲) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿إنا أعطیناک الکوثر﴾ . [الکوثر : ۱] . ﴿إنا أنزلناه في لیلة القدر﴾ . [القدر : ۱] . ﴿ونحن أقرب إلیه من حبل الورید﴾ . [قٓ : ۱۶] . ﴿إنا نحن نزّلنا الذکر وإنا له لحافظون﴾ . (سورة الحجر : ۹)=

دعا سے تقدیر بدلتی ہے

مسئلہ (۲): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے، اور استدلال میں آپ ﷺ کی حدیث ”**لا یـرُدُّ القضاء إلا الدعاء**“-”دعا سے تقدیر بدلتی ہے“ کو پیش کرتے ہیں، اُن کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اہلِ تحقیق کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قضا وتقدیر بدلتی نہیں، اگر بدلتی تو دعا سے بدل جاتی، یعنی تقدیر کی پختگی کو بتانا مقصود ہے، نیز دعا کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا ہے، شروحِ حدیث میں اس کی تفصیل مذکور ہے، الغرض تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے، مگر کسی کو نہیں معلوم کہ کیا لکھا ہے۔ (۱)

= ما في ” التفسير الكبير للرازي “ : فأما قوله : (إنا نحن نزّلنا الذكر) فهذه الصيغة وإن كانت للجمع إلا أن هذا من كلام الملوك عند إظهار التعظيم فإن الواحد منهم إذا فعل فعلا أو قال قولا قال : ” إنا فعلنا كذا ، وقلنا كذا “ ، فكذا ههنا .

(۱۲۳/۷ ، الحجر : ۹) (فتاویٰ محمودیہ:۲۹/۳، آپ کے مسائل اوراُن کا حل:۷۱/۱، تخریج شدہ جدید ایڈیشن)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن سلمان الفارسي قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا يرد القضاء إلا الدعاء ، ولا يزيد في العمر إلا البِرُّ “ . رواه الترمذي .

(ص/۱۹۵ ، كتاب الدعوات ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۲۲۳۳)

ما في ” اللمعات على هامش مشكوة “ : قوله : (لا يرد القضاء إلا الدعاء) كأنه مبالغة في أثر الدعاء في دفع البلاء حتى لو أمكن رد القضاء لحصل بالدعاء ، وقيل : المراد من رد القضاء تهوينه أو تيسير الأمر منه حتى كان القضاء النازل كان لم ينزل ، وقيل : المراد بالقضاء ما يخافه العبد من نزول المكروه ويتوقاه ، فإذا وفق للدعاء دفع الله به عنه والكل تكلف ، وحقيقة المعنى أن المراد القضاء الذي علق رده به وجعل سببًا له،=

میری بدقسمتی کی وجہ سے ایسا ہوا

مسئلہ (۳): بعض اوقات انسان کسی جانی یا مالی خسارہ کا شکار ہوجاتا ہے، تو کہتا ہے: ''میری بدقسمتی کی وجہ سے ایسا ہوا''، اس کا یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور بےادبی ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں ہے: '' وأن تؤمِنَ بالقدرِ خیره وشرِّه '' کہ اچھی اور بری تقدیر دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں (۱)، تو اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ خیر ہے، اور چوں کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے، خیر وشر سے متعلق اس کے تمام فیصلے حکمت ومصلحت پر مبنی ہوتے ہیں (۲)، گو ہم کو وہ حکمت ومصلحت معلوم نہ ہو۔

= فإن قلت : فما فائدة هذا الكلام ، وما جرى به القضاء كائن لا محالة ؟ قلت : لعل المراد مدح الدعاء والمبالغة فيه بمثل ما ذكر في أول حاشية . والله اعلم .
(ص/۱۹۵ ، كتاب الدعوات ، الفصل الثاني)
ما في " مرقاة المفاتيح " : القضاء هو الأمر المقدر وتأويل الحديث أنه إن أراد بالقضاء ما يخافه العبد من نزول المكروه به ويتوقاه ، فإذا وفق للدعاء دفعه الله عنه فتسميته قضاء مجاز على حسب ما يعتقده المتوقي عنه يوضحه قوله عليه السلام في الرقى : (هو من قدر الله وقد أمر بالتداوي والدعاء) مع أن المقدور كائن لخفائه على الناس وجودًا وعدمًا ..... أو أراد برد القضاء إن كان المراد حقيقته تهوينه وتيسير الأمر حتى كأنه لم ينزل .... وقيل : الدعاء الترس والبلاء كالسهم والقضاء أمر مبهم مقدر في الأزل . (۵/۱۲۰ – ۱۲۱ ، كتاب الدعوات ، الفصل الثاني ، التعليق الصبيح على مشكوة المصابيح :۳/۵۹ – ۶۰ ، كتاب الدعوات ، الفصل الثاني ، تحفة الأحوذي : ۶/۳۴۶ ، كتاب القدر ، باب ما جاء لا يرد القدر إلا الدعاء ، تحت رقم : ۲۱۳۹) (فتاوی محمودیہ:۳/۹۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل كلٌّ من عند الله﴾ . (سورة النساء : ۷۸)=

....

....

....

....

= ما في " تفسير المظهري " : (قل) يا محمد (كل) أي كل واحد من الحسنة والسيئة (من عند الله) بخلقه على حسب إرادته تفضلا أو انتقامًا على مقتضى حكمته .
(۲/۳۸۳ ، سورة النساء)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه .... قال : فأخبرني عن الإيمان ، قال : أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر ، وتؤمن بالقدر خيره وشرّه " قال : صدقتَ .. الحديث . رواه مسلم .
(۱/۹ ، رقم الحديث : ۱ ، كتاب الإيمان ، الفصل الأول ، ط : احياء التراث ، صحيح البخاري : ص/۳۴ ، رقم الحديث : ۵۰ ، كتاب الإيمان ، باب سؤال جبريل النبي ﷺ عن الإيمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة ، ط : احياء التراث ، الموسوعة الفقهية : ۴/۲۵۹ ، الإسلام ، صحيح مسلم : ۲/۱۶ ، كتاب الإيمان ، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان الخ ، ط : احياء التراث ، جامع العلوم والحكم : ص/۲۲ – ۲۶ ، ط: دار المعرفة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (خيره وشرّه) أي نفعه وضرّه . وزيد في رواية : " وحلوه ومرّه " .... والمعنى : تعتقد أن الله قدر الخير والشرّ قبل خلق الخلائق، وأن جميع الكائنات متعلق بقضاء الله مرتبط بقدره ، قال تعالى : ﴿قل كل من عند الله﴾ . (۱/۱۱۸ ، ط : مكتبه اشرفيه ديوبند ، موسوعة فتح الملهم: ۱/۴۶۴، كتاب الإيمان ، ط : احياء التراث)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنَّ ربّك عليمٌ حكيمٌ﴾ . (سورة يوسف : ۶)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۳۸۹۷)

خوش بختی اور بد بختی کا مدار اچھے اور برے اعمال پر

مسئلہ (۴): بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ- ایسی عورتیں جو اپنے خاوند کے انتقال کے بعد زندہ رہتی ہیں، وہ بد بخت ہیں، اور جو عورتیں خاوند سے پہلے انتقال کر جاتی ہیں، وہ خوش نصیب ہیں- اُن کا یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ خوش بختی اور بد بختیا نسان کے اچھے اور برے اعمال پر منحصر ہوتی ہے، پہلے یا بعد میں مرنے پر نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي بكرة أن رجلا قال : يا رسول الله ! أي الناس خير ؟ قال: " من طالَ عمُره وحسُن عمله " قال : فأي الناس شرٌّ ؟ قال : " من طالَ عمُره وقصُر عمله " . (ص/۴۵۰)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وقال الطيبي رحمه الله : وقد سبق أن الأوقات والساعات كرأس المال للتاجر فينبغي أن يتجر فيما يربح ، وكلما كان رأس ماله كثيرًا كان الربح أكثر ، فمن مضى لطيبه فاز وأفلح . (۷۸/۵)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۱۲۳/۱، تخریج شدہ)

بائیں آنکھ کا پھڑ پھڑانا

مسئلہ (۵): آنکھ کبھی پھڑ پھڑ کرتی ہے، تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بائیں آنکھ میں ہوتا ہے، تو بُرا ہوگا، اور اگر یہ دائیں آنکھ میں ہو تو اچھا ہوگا، اس طرح کی باتیں واہیات ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں، مسلمانوں کو ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے، اور اسلام ایسی تمام چیزوں کی مخالفت کرتا ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنآ إلا ما كتب اللهُ لنا هو مولٰنا وعلى الله فليتوكّل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما حظ الله تعالى لأجلنا في اللوح ولا يتغير موافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۶)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : "لا طيرة وخيرها الفال " .

(ص/۳۷۷ ، باب الفال والطيرة ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۴۵۷۶)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الشيخ محمد القاري : قلت : المستفاد من القاموس أن الفال مختص بالخير ، وقد يستعمل في الشر ، والطيرة لا يستعمل إلا في الشر ، فهما ضدان في أصل الوضع ..... لا يجوز العمل بالطيرة وهي التفاؤل بالطير ، والتشاؤم بها ، كانوا يجعلون العبرة في ذلک تارة بالأسماء ، وتارة بالأصوات ، وتارة بالسنوح والبروح . (۳۹۱/۸ ، باب الفال والطيرة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قد اتفق أهل التوحيد على تحريم التطير ونفي تأثيره في حدوث الخير والشرّ لما في ذلک من الإشراک بالله في تدبير الأمور . (۱۸۳/۱۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۱۲۹)

سرخ مرچیوں کے ذریعہ نظرِ بداتارنا

مسئلہ (٦): ہمارے معاشرہ میں نظرِ بد اُتارنے کے لیے سرخ مرچیوں کو متأثرہ شخص کے گرد گھما کر انہیں جلا دیتے ہیں، اگر اس طریقہ کو مؤثر بالذات اور ثابت نہ سمجھا جائے، بلکہ محض ایک ٹوٹکے کے طور پر کیا جائے، تو اس میں کوئی گناہ نہیں، البتہ اس عمل کے دوران اگر کسی قسم کے شرکیہ کلمات وغیرہ سے دم کیا جائے، تو یہ بلاشبہ ممنوع ہے، اور اس سے شرک بھی لازم آئے گا، جس سے احتراز ضروری ہے، نظر اُتارنے کا بہتر اور مستحب عمل یہ ہے کہ سورۂ قلم کی آخری تین آیات: ﴿فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ O وَإِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوْا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ إِنَّهُ لَمَجْنُوْنٌ O وَمَا هُوَ إِلا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ O﴾ -یامعوّذتین (قل أعوذ بربّ الفلق ، قل أعوذ بربّ الناس) پڑھ کر دم کیا جائے، یا حدیث پاک میں منقول دعا: " أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ " -پڑھی جائے، اِس سے نظرِ بد کا اثر زائل ہوجاتا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة قالت : أمرني النبي ﷺ أو أمر أن يُسترقَى من العين". (۸۵۴/۲ ، كتاب الطب ، باب رُقية العين ، رقم الحديث :۵۴۳۸ ، صحيح مسلم : ۲۲۳/۲ ، كتاب السلام ، باب استحباب الرقية من العين والنملة الخ)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عوف بن مالك الأشجعي قال : كنا نرقى في الجاهلية فقلنا يا رسول الله ! كيف ترى في ذلک ؟ فقال : " أعرضوا عليَّ رقاكم ، لابأس بالرقى ما لم يكن فيه شركٌ " .

(۲۲۴/۲ ، كتاب السلام ، باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة ، مشكوة المصابيح :ص/۳۸۸ ، كتاب الطب والرقى ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۴۵۳۰)=

= مــا فــي " مشكــوة المصابيح " : وعن أبي سعيد الخدري قال : " كان رسول الله ﷺ يتعـوّذ مـن الـجـانّ وعيـن الإنسان حتى نزلت المعوّذتان ، فلما نزلت أخذ بهما وترک ما سواهما " . رواه الترمذي وابن ماجه .

(ص/٣٩٠ ، كتاب الطب والرقى ، الفصل الثاني ، رقم الحديث :٤٥٦٣)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : أمر النبي ﷺ أن نسترقى مـن العين) .... هذا تصريح بأن من أصابته عين من الإنس أو الجنّ يستحب أن يرقى ، ولعل المراد برقي العين ما رواه الشيخان وأبوداود والنسائي وابن ماجة عن عـائشة أنـه ﷺ كـان يقـرأ على نفسه بالمعوذات وينفث ، والمراد بالمعوذات بفتح الـواو وقيل بكسرها سورة الفلق والناس ، والجمع إما باعتبار إن أقل الجمع إثنان ، أو بـاعتبـار أن الـمـراد الـكـلـمات التي تقع بها من السورتين ، ويحتمل أن يكون المراد بـالمعوذات هاتان السورتان مع سورة الإخلاص ، وأطلق ذلک تغليبًا وهو المعتمد . ذكـره العسقلاني . ويمكن أن يضم معها " قل يا أيها الكافرون " على ما هو المتعارف فـي بـعـض البلاد قراء ة وكتابة وتعليقًا وشربًا ..... وذكر بعض العلماء في دفع العين قراء ة آية ﴿وإن يكاد الذين كفروا﴾ إلى آخر السورة .... والأحاديث في الـقـسـمين كثيرة ، ووجه الجمع بينهما أن الرقى يكره منها ما كان بغير اللسان العربي وبـغير أسماء الله تعالى وصفاته وكلامه في كتبه المنزّلة ، وإن اعتقد أن الرقية نافعة لا مـحـالة فيتـكـل عـليهـا وإياها ، أراد بقوله : ما توكل من استرقى ولا يكره منها ما كان عـلـى خـلاف ذلک كـالتـعوذ بالقرآن وأسماء الله تعالى . (٨/٣٥٧ ، ٣٥٨ ، كتاب الطب والرقى ، الفصل الأول ، تحت رقم الحديث :٤٥٢٧ ، ٤٥٢٨)

مـا فـي " أحـكـام القرآن للتهانوي " : الرقية إذا كانت لغرض مباح بأدعية مأثورة ، أو آيات قرآنية ، أو بما يشبهها من الكلمات المنقولة من الصلحاء والمشائخ فهي مما لا بأس بها .... وإن كانت بكلمات فيه استعانة من الشياطين أو الكواكب فملحقة بـالسـحر المكفر ، وإن كانت بكلمات غير معلومة المعنى فمكروه . (١/٥١ ، حكم الرقى والعزائم) (فتاویٰ محمودیہ:٢٨/٣٣١، ط؛ میرٹھ،فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:١٣٧٨٢)

کونڈوں کی مروجہ رسم

مسئلہ(۷): ۲۲؍رجب کو بعض جگہ کونڈہ کرنے کا رواج ہے، جب کہ کونڈوں کی مروجہ رسم اہلِ سنت والجماعت کے مذہب میں محض بے اصل، خلافِ شرع اور بدعتِ ممنوعہ ہے، کیوں کہ ۲۲؍رجب نہ حضرت امام جعفر صادق کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات، حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی ولادت ۸؍رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی، اور وفات ماہِ شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی[۱]، البتہ ۲۲ رجب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے[۲]، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محض پردہ پوشی کے لیے اس رسم کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔

جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی، اہلِ سنت والجماعت کا غلبہ تھا، اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی علانیہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو، بلکہ دشمنانِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے یہاں جاکر اُسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے، اوراس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں، جب اس کا چرچا ہوا، تو اس کو حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرکے یہ تہمت اُن پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے۔ (ماخوذ از دین اسلام ویب)

مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " اكمال تهذيب الكمال " : وفي تاريخ البخاري الكبير : حدثني عياش بن المغيرة قال: ولد يعني جعفرا سنة الجحاف سنة ثمانين .... وقال ابن خلفون في كتاب " الثقات " : لما خرج محمد بن عبد الله بن حسن بالمدينة هرب جعفر إلى ماله بالفرع ، فلم يزل هناك مقيمًا متنحيًا عما كانوا فيه حتى قتل محمد بن عبد الله واطمئن الناس وأمنوا ، رجع فلم يزل بالمدينة حتى توفى سنة سبع أو ثمان وأربعين في خلافة أبي جعفر ، وهو يومئذ ابن إحدى وسبعين . (۲۲/۳ ، ۲۳ ، حرف الميم ، علامه علاء الدين مغلطائي ، مكتبة الفاروق الحديثة للطباعة والنشر)

(۲) ما في " تهذيب الكمال لجمال الدين يوسف بن عبد الرحمن المزي " : قال محمد بن اسحاق : كان معاوية أميرا عشرين سنة ، وخليفة عشرين سنة ، قال يحى بن بكير عن الليث بن سعد : توفي في رجب لأربع ليال بقين منه سنة ستين ، وقال الوليد بن مسلم : مات في رجب سنة ستين ، وكانت خلافته تسع عشرة سنة ونصفًا . وقال غيره : توفي بدمشق يوم الخميس لثمان بقين من رجب سنة تسع وخمسين ، وهو ابن اثنتين وثمانين . (۹/ ۲۰۴ ، باب الميم ، معاوية بن أبي سفيان ، ط : بيروت)

ما في " التاريخ لإبن جرير الطبري " : حدثني عمر قال : حدثنا علي قال : بايع أهل الشام معاوية وإلى أن قال : مات بدمشق ٦٠ يوم الخميس لثمان بقين من رجب .

(٦/ ١٨٠ ، ١٨١ ، ذكر وفاة معاوية ، الإكمال في أسماء الرجال : ٢/ ٦١٧ ، حرف الميم ، فصل في الصحابة ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۵/۴۹۴،میرٹھ)

(احسن الفتاویٰ:۱/ ۳۶۷، ۳۶۸،فتاویٰ عثمانی:۱/ ۱۲۶،کفایت المفتی :۹/ ۹۶،فتاوی محمودیہ:۵/ ۴۹۳،۴۹۴،میرٹھ، ۳/ ۲۸۱، ۲۸۲، کراچی ،سفینۃ الخیرات فی ذکر مناقب السادات :ص/ ۲۳۸، الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ:ص/ ۵۸۹،جعفر الصادق،فصل فی التابعین، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)

پہلی بارش میں نہانا

مسئلہ(۸): حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے، بارش شروع ہوئی، تو آپ ﷺ نے اپنے بدن مبارک کے بعض حصہ کو کھول دیا، ہم نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے یہ عمل کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اس نے اسے ابھی پیدا فرمایا ہے، تو اس سے تبرک حاصل کرنا چاہیے، اس لیے میں نے ایسا کیا ہے[1]، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کا یہ عمل پہلی بارش میں نہانے کے استحباب پر دال ہے[2]، لہٰذا پہلی بارش میں نہانا مستحب تو ہے، مگر اس مستحب پر عمل کے لیے ترکِ فرض یعنی برہنگی اور بے پردگی کی اجازت نہیں ہوگی۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن ثابت البناني عن أنس قال : أصابنا ونحن مع رسول الله ﷺ مطرٌ ، قال : فحسر رسول الله ﷺ ثوبه حتى أصابه من المطر ، فقلنا : يا رسول الله ! لم صنعتَ هذا ؟ قال : لأنه حديث عهد بربه تعالى .

(۱/۲۹۴، كتاب صلاة الاستسقاء، باب الدعاء في الاستسقاء،رقم الحديث: ۸۹۸، السنن لأبي داود : ص/۶۹۵ ، كتاب الأدب ، باب في المطر ، رقم الحديث : ۵۱۰۰ ، مشكوة المصابيح : ص/۱۳۱ ، كتاب الصلاة ، باب الاستسقاء ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۱۵۰۱ ، المسند للإمام أحمد بن حنبل : ۱۰/۴۳۳ ، ۴۳۴ ، رقم الحديث : ۱۲۳۰۶ ، الأدب المفرد للبخاري :ص/۱۹۷ ، ۱۹۸ ، باب من استمطر في أول المطر ، رقم الحديث : ۵۷۱ ، مكتبه عالم الكتب بيروت)=

....

....

....

....

=(۲) ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : ومعنى حديث عهد بربه أي بتكوين ربه إياه ، ومعناه أن المطر رحمة وهي قريبة العهد بخلق الله تعالى لها فيتبرك بها ، وفي هذا الحديث دليل لقول أصحابنا أنه يستحب عند أول المطر أن يكشف غير عورته ليناله المطر واستدلوا بهذا. (۲۱۳/۴ ، احياء التراث بيروت)

ما في " عون المعبود " : (لأنه حديث عهد بربه) أي بإيجاد ربه إياه يعني أن المطر رحمة وهي قريبة العهد بخلق الله لها فيتبرك بها ، وهو دليل على استحباب ذلک .
(ص/۲۱۷۸)

(۳) ما في " التنوير مع الدر والرد " : والرابع ستر عورته ووجوبه عام ولو في الخلوة على الصحيح . التنوير مع الدر والرد . قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (ووجوبه عام) أي في الصلاة وخارجها . قوله : (ولو في الخلوة) أي إذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس إجماعاً وفي الخلوة على الصحيح .
(۶۹/۲ ، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة ، مطلب في ستر العورة)

ذکر بالجہر

مسئلہ (۹): ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ وہاں ذکر کرنے والوں کی ایک جماعت اس طرح ذکر کر رہی ہے کہ ایک شخص زور سے کہتا ہے: سو مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھو، تو سب لوگ (آواز ملا کر) کنکریوں پر تکبیر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھو، تو لوگ لا الہ الا اللہ پڑھنے لگتے ہیں، اسی طرح ''سبحان اللہ'' بھی پڑھ رہے ہیں، تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے ان پر سخت نکیر فرمائی اور ان کے درمیان جا کر ارشاد فرمایا: ''قسم ہے اللہ کی جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، تم سب ایک اندھیری بدعت کے مرتکب ہو رہے ہو، یا پھر حضور اکرم ﷺ کے صحابہ سے بھی زیادہ فوقیت رکھنے کے مدعی ہو (یعنی جس کام کو صحابہ نے اچھا نہیں سمجھا وہ تمہارے اچھا سمجھنے سے کیسے اچھا ہو سکتا ہے؟)، نیز یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی جماعت کو مسجد سے نکلوا دیا جو سب مل کر بیک آواز کلمۂ طیبہ اور درود شریف جہراً پڑھ رہے تھے، اور پھر حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے ان لوگوں سے فرمایا: ''میں تم سب کو بدعتی سمجھتا ہوں''۔ (۱)

بعض لوگ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ذکر بالجہر بدعت وحرام ہے، حالاں کہ اُن کا یہ استدلال غلط ہے، کیوں کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود کے اس عمل کو

نقل کر کے اس کا صحیح محمل یہ لکھا ہے کہ- ہوسکتا ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے اس لیے منع کیا ہو کہ اس طرح ذکر بالجہر میں کوئی مصلحت نہ ہو- ورنہ ذکر بالجہر فی نفسہ تو جائز ہے، جیسے اذان، خطبہ اور حج میں، اس لیے ذکر بالجہر کے سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ وہ بلا اختلاف جائز بلکہ مستحب ہے، کیوں کہ اس سے قلب پر ضرب لگتی ہے اور حرارت پیدا ہوتی ہے، جو راہِ سلوک میں معین ہے، البتہ کسی عارض کی وجہ سے ممنوع ہو جائے گا، مثلاً جب ذکر بالجہر سے نمازیوں یا تلاوت کرنے والوں کو اذیت ہو، یا ریا کا خوف ہو، تو ایسی حالت میں آہستہ ذکر کرنا چاہیے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المعجم الكبير للطبراني " : " .... فجاء عبد الله .... ثم قال : أنا ابن أم عبدٍ ، والله لقد جئتم ببدعة ظلماء ، أو قد فَضَلتم على أصحاب محمد ﷺ عِلمًا ..". الخ . (۳۲/۸ ، باب : [۲] ، مصنف عبد الرزاق :۲۲۱/۳ ، باب ذكر القصاص ، إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : ۱۲۳/۱ ، باب فضل الجماعة ووجوبها ، موسوعة التخريج : ۲۷۱۰۲/۱ ، فتاوى موقع الألوكة :ص/۸ ، الذكر الجماعي ، موسوعة البحوث والمقالات العلمية :ص/۱۸ ، اتباع لا ابتداع ، بحوالة المكتبة الشاملة)

ما في " روح المعاني " : عن ابن مسعود من أنه رأى قومًا يهللون برفع الصوت في المسجد فقال : " ما أراكم إلا مبتدعين " حتى أخرجهم من المسجد .

(۴۷۸/۸ ، طه ، نسخة محققة ، رد المحتار :۳۹۸/۶ ، فرع ، الفتاوى الفقهية الكبرى : ۱۷۷/۱ ، باب سجود السهو ، بحوالة المكتبة الشاملة)

(۲) ما في " الشامية " : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : أقول : اضطرب كلامُ البزازية ، فنقل أولا عن فتاوى القاضي أنه حرام لما صح عن ابن مسعود أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي ﷺ جهرًا ، وقال لهم : =

= " ما أراكم إلا مبتدعينَ " ثم قال البزازي : وما روي في الصحيح أنه عليه الصلاة والسلام قال لرافعي أصواتهم بالتكبير : " اربعوا على أنفسكم ، إنكم لن تدعوا أصمَّ ولا غائبًا ، إنكم تدعون سميعًا بصيرًا قريبًا أنه معكم " . الحديث يحتمل أنه لم يكن للرفع مصلحة ، فقد روي أنه كان في غزاة ، ولعل رفع الصوت يجرّ بلاء والحرب خدعة ، ولهذا نهى عن الجرس في المغازي ، وأما رفع الصوت بالذكر فجائز كما في الأذان والخطبة والجمعة والحج اهـ . وقد حرر المسألة في الخيرية وحمل ما في فتاوى القاضي على الجهر المضر وقال : إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر ، وأحاديث طلب الإسرار ، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال ، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذي المصلين أو النيام ، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر ، لأنه أكثر عملا ولتعدي فائدته إلى السامعين ، ويوقظ قلب الذاكر فيجمع همه إلى الفكر ، ويصرف سمعه إليه ، ويطرد النوم ويزيد النشاط اهـ . ملخصًا .... وقد شبه الإمام الغزالي ذكر الإنسان وحده وذكر الجماعة بأذان المنفرد ، وأذان الجماعة قال : فكما أن أصوات المؤذنين جماعة تقطع جرم الهواء أكثر من صوت المؤذن الواحد كذلك ذكر الجماعة على قلب واحد أكثر تأثيرًا في رفع الحجب الكثيفة من ذكر شخص واحد . (٩/ ٥٧٠ ، ٥٧١ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، بيروت ، ٥/ ٢٥٥ ، ط : احياء التراث)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقد اضطرب كلام الحنفية في هذا الأصل ، فنقل عن القاضي أن الجهر بالذكر في غير المواضع التي ورد فيها حرام لما صح عن ابن مسعود رضي الله عنه أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم جهرًا ، وقال لهم : ما أراكم إلا مبتدعين . وقال في الفتاوى الخيرية : إن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال ، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذّى المصلين أو النيام ، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر . ويستثنى من هذا الأصل مواضع ينبغي فيها الجهر بالذكر ورفع الصوت به ، لما في ذلك من المصالح التي قدرها الشرع في ذلك . (٢١/ ٢٥١ ، ذكر ، رفع الصوت بالذكر)=

= ما في " الموسوعة الفقهية " : أورد صاحب نزل الأبرار الحديث المرفوع : " لايقعد قوم يذكرون الله إلا حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة، ونزلت عليهم السكينة، وذكرهم الله فيمن عنده " . ثم قال : في الحديث ترغيب عظيم في الاجتماع على الذكر ، فإن هذه الخصائص الأربع في كل واحدة منها ما يثير رغبة الراغبين ، ويقوي عزيمة الصالحين على ذكر الله .

(۲۱/۲۵۱ ، ۲۵۲ ، الاجتماع للذكر ، نزل الأبرار : ص/۱۷)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : فروع : اختلف هل الإسرار في الذكر أفضل ؟ فقيل : نعم ، .... وقيل : الجهر أفضل ، .... ولأنه أكثر عملا وأبلغ في التدبر ونفعه متعدٍ لإيقاظ قلوب الغافلين وجمع بين الأحاديث الواردة بأن ذلك يختلف بحسب الأشخاص والأحوال ، فمتى خاف الرياء أو تأذى به أحد كان الإسرار أفضل ، ومتى فقد ما ذكر كان الجهر أفضل . قال في الفتاوى : لا يمنع من الجهر بالذكر في المساجد احترازًا عن الدخول تحت قوله تعالى : ﴿ومن أظلم ممن منع مسٰجد الله أن يذكر فيها اسمه﴾ [البقرة : ۲] . كذا في البزازية . ونص الشعراني في ذكر الذاكر للمذكور والشاكر للمشكور ما لفظه وأجمع العلماء سلفًا وخلفًا على استحباب ذكر الله تعالى جماعة في المساجد ، وغيرها من غير نكير إلا أن يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصل أو قارئ قرآن كما هو مقرر في كتب الفقه . (ص/۳۱۸ ، كتاب الصلاة ، فصل في صفة الأذكار ، ط : مكتبة شيخ الهند ، ص/۱۷۴ ، ط : مصطفى الحلبي ، بريقة محمودية : ۴/۵۴ ، ط : مصطفى الحلبي ، الموسوعة الفقهية : ۱۶/۱۹۵ ، الجهر والإسرار بالأذكار)

ما في " سباحة الفكر في الجهر بالذكر " : فهذه أحاديث صحيحة يظهر منها ومن نظائرها صراحةً أو إشارةً : أن الكراهة في الجهر بالذكر ، بل فيها ما يدل على جوازه أو استحبابه ، كيف لا ، والجهر بالذكر له اثر في ترقيق القلوب ما ليس في السر ، نعم الجهر المفرط ممنوع شرعًا ، وكذا الجهر الغير المفرط إذا كان فيه إيذاء لأحد من نائم أو مصل أو حصلت فيه شبهة رياء ، أو لوحظت خصوصيات غير مشروعة ، أو التزم كالتزام الملتزمات . الخ . (ص/۳۴ ، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر ، ملحقه برسائل اللكنوي : ۳/۴۹۰ ، إدارة القرآن كراچی)

(نظام الفتاویٰ: ۲/۴۰۴، فتاویٰ محمودیہ: ۴/۴۳۴، ط: کراچی)

دینی کتاب کو پیر لگنے پر اُسے چومنا

مسئلہ (۱۰): بسا اوقات کسی دینی، یا ایسی ہی عام کتاب کو کسی کا پیر لگ جاتا ہے، تو وہ اُس کے احترام کے لیے اُسے چومتا ہے، بعض لوگ اِس چومنے کو لازم- اور اپنی اِس غلطی کا کفارہ خیال کرتے ہیں، جب کہ اِس طرح کی غلطی کے لیے محض احساسِ ندامت اور آئندہ اِس طرح کی بے ادبی نہ ہو، اِس کا عزم کافی ہے، چومنے کو لازم یا کفارہ سمجھنا غلط ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستغفروا ربكم ثم توبوا إليه إن ربي رحيمٌ ودود﴾ . (هود : ۹۰)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها ، عن النبي ﷺ قال : " فإن العبد إذا اعترف ثم تاب ، تاب الله عليه " .
(ص/۷۳۵ ، كتاب المغازي ، باب حديث الإفک ، رقم الحديث : ۴۱۴۱ ، صحيح مسلم : ۹/۵۴، كتاب التوبة ، حديث الإفک ، بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : التوبة هي : النّدَم والإقلاعُ عن المعصية من حيث هي معصية ، لا - لأن فيها ضررًا لبدنه وماله ، والعزم على عدم العود إليها ، إذا قدر .... وعرّفها الغزالي بأنها : العلم بعظَمة الذنوب ، والنَّدَم والعزم على الترک في الحال والاستقبال ، والتلافي للماضي . ... وقد تُطلق التوبة على الندم وحدهٗ .... ولهذا قال النبي ﷺ : " النَّدَم توبةٌ " . والندَم توجُّعُ القلب وتحزّنه لِما فعل وتمنّي كونه لم يفعل . (۱۱۹/۱۴ ، توبة ، حاشية الصاوي على الشرح الصغير ، بلغة السالک ، ۷۳۸/۴ ، ط: دار المعارف ، روح المعاني :۱۵۸/۲۸ ، ط: احياء التراث ، احياء علوم الدين للغزالي :۳/۴ ، ط : مصطفى الحلبي)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۲۳۹۷۴)

کتاب الطھارۃ

پاکی کے مسائل

تکبیر کے وقت مسواک

مسئلہ (۱۱): آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی: ''اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میں امت کو مشقت میں ڈالوں گا، تو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا'' - یہ الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم نہیں دیا، دوسری روایت میں ''عند کل وضوء'' کے الفاظ ہیں، اِس سے- پہلی روایت کا مفہوم اور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہر نماز سے پہلے وضو کرنے اور ہر وضو کی ابتدا مسواک سے کرنے کی ترغیب دی ہے، جب کہ عین نماز کی تکبیر کے وقت مسواک کرنے سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں دانتوں سے خون نکل آئے، جیسا کہ کچے مسوڑھے والوں کے ساتھ ہوتا ہے، ظاہر ہے- اِس صورت میں دوبارہ وُضو کرنا ہوگا، پھر اگر مسواک کی طرح مسواک کی جائے، تو منہ صاف کیے بغیر مسواک کے ٹوٹے ہوئے اَجزاء کے ساتھ نماز پڑھنی ہوگی، جو نظافت کے خلاف اور خشوع وخضوع کے منافی ہے، اِس لیے مسواک کے سلسلے میں درست طریقہ یہ ہے کہ وُضو کرتے وقت مسواک کر کے اُسی وقت منہ صاف کر لیا جائے، اور بعد میں نماز ادا کی جائے، نہ یہ کہ صف میں کھڑے کھڑے تکبیر کے وقت مسواک کی جائے، جیسا کہ بعض لوگ کیا کرتے ہیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' جامع الترمذي '' : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : '' لولا أن=

= أشقّ على أمتي لأمرتهم بالسواک عند كلِّ صلاة ‘‘ .

(١/٣٧ ، رقم الحديث : ٢٢ ، أبواب الطهارة ، باب ما جاء في السواک ، ط : بيروت)

ما في ’’ العرف الشذي ‘‘ : اختلف في أن السواک من سنن الوضوء أو الصلاة ، قال أبو حنيفة بالأول . ... وتأول بعض في الروايات التي فيها لفظ الصلاة بأن المراد بالصلاة الوضوء . ... وقال في رد المحتار : إن ثمرة الخلاف تظهر في رجل توضأ بالسواک وصلى الثانية والثالثة بالوضوء الأول ، فعندنا قد أدّى السنة . ... وغاية ما في الباب اختلاف النظر لا العمل ، أي هل هو سنة الوضوء أو سنة الصلاة ؟ فالحنفية لما رأوه أليق بالتطهير ألحقوه بالوضوء ، ولنا على هذا ما أخرجه الطحاوي أنه عليه الصلاة والسلام كان يتوضأ لكل صلاة ولو كان على وضوء ، فأتاه جبريل فقال : ’’ يجزيک السواک عند كل صلاة ‘‘ فدل على كون السواک من أجزاء الوضوء . (١/٦٦ ، رقم الحديث : ٢٢ ، ط : احياء التراث)

ما في ’’ تحفة الأحوذي ‘‘ : (عند كل صلاة) قال القاري في المرقاة : أي عند وضوئها، لما روى ابن خُزيمة في صحيحه والحاكم وقال : صحيح الإسناد ، والبخاري تعليقًا في كتاب الصوم عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : ’’ لولا أن أشقّ على أمتي لأمرتهم بالسواک عند كل وضوء ‘‘ ولخبر أحمد وغيره : ’’ لولا أن أشقّ على أمتي لأمرتهم بالسواک عند كل طهور ‘‘ . (١/١٠٦ ، رقم الحديث : ٢٢ ، ط : احياء التراث)

ما في ’’ اعلاء السنن ‘‘ : عن أبي هريرة – رضي الله عنه – عن رسول الله ﷺ أنه قال : ’’ لولا أن أشقّ على أمتي لأمرتهم بالسواک عند كل وضوء ‘‘ . أخرجه مالک وأحمد والنسائي ، وصححه ابن خزيمة ، وذكره البخاري تعليقًا ، كذا في بلوغ المرام . (١/٤٤ ، ٤٥ ، رقم الحديث : ١٣ ، باب سنية السواک)

وفيه أيضًا : عن علي – رضي الله عنه – قال : قال رسول الله ﷺ : ’’ لولا أن أشقّ على أمتي لأمرتهم بالسواک مع كل وضوء ‘‘ . رواه الطبراني في الأوسط ، وفيه ابن اسحاق وهو ثقة مدلّس ، وقد صرح بالتحديث ، وإسناد حسن . مجمع الزوائد . [١/٨٩] . (١/٤٧ ، رقم الحديث : ١٥)=

....

....

....

....

= وفيه أيضًا : عن عائشة – رضي الله عنها – أن رسول الله ﷺ قال : " لولا أن أشقّ على أمتي لأمرتهم بالسواک مع الوضوء عند كل صلاة " . رواه ابن حبان في صحيحه . التلخيص الحبير . [۱/۲۳] .

(۱/۴۷ ، رقم الحديث : ۱٦ ، باب سنية السواک)

وفيه أيضًا : وأما ما أخرجه الجماعة عن أبي هريرة مرفوعًا : " لولا أن أشقّ على أمتي لأمرتهم بالسواک عند كل صلاة " . اهـ . كما في نيل الأوطار [۱/۱۰۱] ، فلفظ " عند كل صلاة " فيه مضاف مقدر – أي عند وضوء كل صلاة ، والأحاديث المذكورة مفسرة لهذا الحديث ، لا سيما حديث ابن حبان ، وأيضًا الاستياک حكم معقول المعنى ، ويدل عليه آخر أحاديث الباب ، وهو يقتضي أن يكون السواک مع الوضوء ، لا عند الصلاة ، فإن التطهير يحصل بالوضوء . فافهم .

فإن قيل : يمكن العمل ههنا بالمطلق على إطلاق ، وبالمقياس على تقييده فيستاک عند الوضوء وعند الصلاة أيضًا ، قلنا : لا يمكن إذا لوحظ المعنى ، فإن الطهارة بالسواک لما حصلت بالاستياک في الوضوء فالاستياک بعد ذلک عند الصلاة لغوًا ، وتحصيلا للحاصل .

وفي لفظ : " عند كل صلاة " إشارة إلى أنه تطهير الفم مقصود للصلاة ، ولفظ : " مع كل وضوء " إلى أن محل الاستياک هو الوضوء . تأمل .

(۱/۴٦ ، تحت رقم الحديث :۱۳ ، باب سنية السواک ، ط : بيروت)

دھوپ میں گرم ہوئے پانی سے وضواور غسل

مسئلہ (۱۲): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو پانی دھوپ میں گرم ہوگیا ہو، اُس سے وضواور غسل کرنا صحیح نہیں ہے، اُن کا یہ خیال درست نہیں ہے، کیوں کہ عندالاحناف دھوپ سے گرم پانی کے استعمال کی کراہت مختلَف فیہ ہے، اورراجح قول مکروہِ تنزیہی کا ہے، یہ کراہت بھی اُس وقت ہے جب کہ گرم علاقہ میں، گرم وقت میں، اورسونے چاندی کے سوا کسی دوسری دھات کے برتن میں، گرم ہونے کی حالت ہی میں اُسے استعمال کیا جائے، اوراگرایسی صورت نہ ہو، تو اس کا استعمال بلاکراہت درست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن الدار قطني " : عن عائشة قالت : نهى رسول الله ﷺ أن يتوضأ بالماء المشمش أو يغتسل به ، وقال : إنه يورث البرص .

(۱/۳۴ ، باب الماء المسخن ، رقم الحديث : ۸۴)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (بماء قصد تشميسه بلا كراهة) وكراهته عند الشافعي طبية . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (قصد تشميسه) قيد اتفاقي لأن المصرح به في كتب الشافعية أنه لو تشمس بنفسه كذلک . قوله : (وكراهته الخ) أقول : المصرح به في شرحي ابن حجر والرملي على المنهاج أنها شرعية تنزيهية لا طبية ، ثم قال ابن حجر : واستعماله يخشى منه البرص كما صح عن عمر رضي الله عنه ، واعتمده بعض محققي الأطباء لقبض زهومته على مسام البدن فتحبس الدم ، وذكر شروطه كراهته عندهم ، وهي أن يكون بقطر حار وقت الحرّ في اناء منطبع غير نقد ، وأن يستعمل وهو حارّ . أقول : وقدمنا في مندوبات الوضوء عن الإمداد أن منها أن لا يكون بماء مشمس ، وبه صرح في الحلية مستدلا بما صح عن عمر من النهي عنه ، ولذا صرح في الفتح بكراهته ، ومثله في البحر ، وقال في معراج الدراية =

= وفي القنية : وتكره الطهارة بالمشمس لقوله ﷺ لعائشة رضي الله عنها حين سخنت الماء بالشمس : ” لا تفعلي يا حُميراء ، فإنه يورث البرص “ . وعن عمر مثله ، وفي رواية لا يكره ، وبه قال احمد ومالک ، والشافعي : يكره أن قصد تشميسه ، وفي الغاية : وكره بالمشمس في قطر حارّ في أوان منطبعه ، واعتبار القصد ضعيف ، وعدمه غير مؤثر ، اهـ . ما في المعراج فقد علمت أن المعتمد الكراهة عندنا لصحة الأثر وأن عدمها رواية ، والظاهر أنها تنزيهية عندنا أيضًا ، بدليل عده في المندوبات ، فلا فرق حينئذ بين مذهبنا ومذهب الشافعي ، فاغتنم هذا التحرير .

(۱/۳۲۴، ۳۲۵ ، كتاب الطهارة ، باب المياه ، بيروت)

ما في ” نصب الراية “ : ما ورد في الماء المشمس ورد مرفوعًا من حديث عائشة ومن حديث أنس ، وموقوفًا على عمر ، أما حديث عائشة فله خمس طرق ، أحدها : عند الدار قطني ثم البيهقي في سننهما عن خالد بن اسماعيل عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة ..... قال الدار قطني : خالد بن اسماعيل متروک . الثانية : عند ابن حبان في كتاب الضعفاء عن أبي البختري وهب بن وهب عن هشام به قال ابن عدي : هو شر من خالد . الثالثة : عند الدار قطني عن الهيثم عن عدي عن هشام به ..... الرابعة : عند الدار قطني عن عمرو بن محمد الأعشم عن فليح عن عروة عن عائشة .... وذكر ابن الجوزي هذا الحديث من هذه الطرق الأربعة في الموضوعات . الطريق الخامس : رواه الدار قطني في كتابه غرائب مالک من حديث اسماعيل بن عمرو الكوفي عن ابن وهب عن مالک عن هشام به ..... قال الدار قطني : هذا باطل عن مالک ، وعن ابن وهب ..... وأما حديث أنس فرواه العقيلي في كتاب الضعفاء من حديث علي بن هشام الكوفي حدثنا سوادة عن أنس ...... قال العقيلي : وسوادة عن أنس مجهول ، وحديثه غير محفوظ ، ولا يصح في الماء المشمس حديث مسند ، إنما هو شيء يروى من قول عمر . انتهى . ومن طريق العقيلي رواه ابن الجوزي في الموضوعات ، واما موقوف عمر ، فرواه الشافعي : أخبرنا ابراهيم بن محمد الأسلمي ، أخبرني صدقة بن عبد الله عن أبي الزبير عن جابر أن عمر كان يكره الاغتسال بالماء المشمس، وقال : إنه يورث البرص ، انتهى ، ومن طريق الشافعي رواه البيهقي.

(۱/۱۵۱ ، ۱۵۲ ، كتاب الطهارة ، باب الماء الذي يجوز به الوضوء وما لا يجوز ، الموسوعة الفقهية : ۳۹/۲۶۴) (احسن الفتاویٰ:۲/۴۴،کتاب المسائل:۱/۹۴)

پیروں کے شگاف میں پانی پہنچانا

مسئلہ (۱۳): سردی کے موسم میں ہاتھ پاؤں کے اندر شگاف پڑ جاتے ہیں، ایسی حالت میں اگر یہ دوائی وغیرہ سے بھر دیئے جائیں، اور وضو کرتے وقت اُن کے اندر پانی پہنچنے سے نقصان کا خطرہ ہوتو ایسی صورت میں ہاتھ پاؤں کی جلد پر صرف پانی کا بہانا کافی رہے گا، ان شگافوں کے اندر پانی پہنچانا لازم نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فروع : في أعضائه شقاق غسله إن قدر وإلا مسحه . الدر المختار . قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : ولو كان في رجله فجعل فيه الدواء يكفيه إمرار الماء فوقه ولا يكفيه المسح .

(۱/۱۹۵ ، كتاب الطهارة ، مطلب في معنى الاشتقاق وتقسيمه إلى ثلاثة أقسام)

ما في " غنية المتملي المشتهر بشرح الكبير للحلبي " : (وإذا كان برجله شقاق فجعل فيه الشحم) أو المرهم (إن كان لا يضره إيصال الماء لا يجوز غسله ووضوءه وإن كان يضره يجوز) إذا أمرّ الماء على ظاهر ذلك . (ص/۴۹ ، فرائض الغسل)

ما في " خلاصة الفتاوى " : لو جعل الشحم في شقاق الرجل وغسل رجله ولم يصل الماء إليه جاز إن كان يضره إيصال الماء إليه . (۱/۲۳ ، كتاب الطهارات ، سنن الوضوء)

ما في " التاتارخانية " : وإن كان برجله شقاق فجعل فيها الشحم وغسل الرجل ولم يصل الماء إلى ما تحته ينظر إن كان يضر إيصال الماء إلى ما تحته يجوز ، وإن كان لا يضره لا يجوز . (۱/۴۵ ، كتاب الطهارة ، قبيل نوع منه في تعليم الوضوء)

(فتاوی حقانیہ:۲/ ۵۱۸)

ووٹر کی انگشت پر روشنائی مانع وضو ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۱۴): ووٹنگ کے وقت حکومتی انتخابی عملہ ووٹر کی انگشت پر روشنائی لگاتا ہے، تاکہ ووٹر دھوکہ دے کر دوبارہ ووٹ نہ ڈال سکیں، انگشت پر لگائی جانے والی یہ روشنائی دھونے پر بھی آسانی سے نہیں نکلتی، بلکہ کئی دنوں تک باقی رہتی ہے، اس کے انگلی پر لگے رہنے کی حالت میں وضو وغسل صحیح ہے، کیوں کہ وہ تہہ دار نہ ہونے کی وجہ سے وضو اور غسل میں بدن تک پانی پہنچنے کو نہیں روکتی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يضر بقاء أثر كلون وريح .

(۱/۵۳۷ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس ، بيروت)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : (وشرط صحته) أي الوضوء (ثلاثة ...... الثالث زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد لجرمه الحائل كشمع وشحم قيد به لأن بقاء دسومة الزيت ونحوه لا يمنع لعدم الحائل . (ص/۶۲ ، كتاب الطهارة)

ما في " البحر الرائق " : لو صبغ ثوبه أو يده بصبغ أو حناء نجسين فغسل إلى أن صفا الماء يطهر مع قيام اللون . (۱/۴۱۱ ، فتح القدير : ۱/۲۰۹) (کتاب المسائل:۱/۱۳۶)

جنابت کی حالت میں نکلنے والا پسینہ

مسئلہ (۱۵): بعض لوگ حالتِ جنابت میں نکلنے والے پسینہ کو ناپاک خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ کپڑوں پر لگ جائے، یا ماءِ قلیل میں گر جائے تو کپڑا اور پانی ناپاک ہوجاتا ہے، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ حالتِ جنابت میں نکلنے والا پسینہ پاک ہے، اس کے کپڑے پر لگ جانے اور پانی میں گر جانے سے کپڑا اور پانی ناپاک نہیں ہوں گے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : (والعرق كالسؤر) قال ابن نجيم : .... أي عرق كل شيء معتبر بسؤره طهارة ونجاسة وكراهة ، لأن السؤر مختلط باللعاب وهو والعرق متولدان من اللحم .... (وسؤر الآدمي والفرس وما يؤكل لحمه طاهر) أما الآدمي فلأن لعابه متولد من لحم طاهر وإنما لا يؤكل لكرامته ولا فرق بين الجنب والطاهر والحائض والنفساء . (۱/ ۲۲۱ ، ۲۲۲ ، كتاب الطهارة)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (فسؤر الآدمي مطلقًا) ولو جنبًا أو كافرًا .... وحكم (عرق كسؤر) . التنوير وشرحه . وفي الشامية : أي العرق من كل حيوان حكمه كسؤره لتولد كل منهما من اللحم .

(۱/ ۳۸۱ ، ۳۸۹ ، كتاب الطهارة ، باب المياه ، مطلب في السؤر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الفقهاء إلى طهارة عرق الإنسان مطلقًا ، لا فرق في ذلك بين المسلم والكافر ، الصاحي والسكران والطاهر والحائض والجنب .

(۳۰/ ۶۲)

(کتاب المسائل: ۱/ ۹۹)

بالوں پر ''جیل کریم'' ہوتے ہوئے مسح

مسئلہ (۱۶): آج کل بالوں پر لگانے کے لیے ایک کریم بنام ''جیل کریم'' مارکیٹ میں دستیاب ہے، وہ بالوں کے ظاہر تک پانی پہنچنے سے مانع نہیں ہوتی، کیوں کہ لگانے کے بعد وہ تیل کی طرح ہوجاتی ہے، اس لیے اس کے ہوتے ہوئے سر کے بالوں کا مسح بلاشبہ درست ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' التنوير وشرحه مع الشامية '' : ولا يمنع الطهارة ونيم .... ورن ووسخ عطف تفسير ، وكذا دهن ودسومة . التنوير . وفي الشامية : قوله : (ودسومة) هي أثر الدهن ، قال في الشرنبلالية : قال المقدسي : وفي الفتاوى : دهن رجليه ثم توضأ وأمرّ الماء على رجليه ولم يقبل الماء للدسومة جاز لوجود غسل الرجلين .

(۱/۲۵۸ ، كتاب الطهارة ، مطلب في أبحاث الغسل ، ط : ديوبند)

ما في '' مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي '' : والثالث زوال ما يمنع وصول الماء إلى الجسد لجرمه الحائل كشمع وشحم قيد به ، لأن بقاء دسومة الزيت ونحوه لا يمنع لعدم الحائل . (ص/۶۲ ، كتاب الطهارة ، فصل في أحكام الوضوء)

ما في '' الفتاوى الهندية '' : وإذا دهن رجليه ثم توضأ وأمرّ الماء على رجليه فلم يقبل الماء لمكان الدسومة جاز الوضوء . كذا في الذخيرة .

(۱/۵ ، كتاب الطهارة ، الفصل الأول في فرائض الوضوء)

ما في '' الفتاوى الولوالجية ' : إذا ادّهن رجل وأمرّ الماء على رجله ، ولم يسل الماء لمكان الدسومة جاز الوضوء ، لأنه وجد غسل الرجل .

(۱/۴۹ ، كتاب الطهارة ، الفصل الثالث في المعاني الموجبة للوضوء وغيره)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۲۹۱۷)

پلاسٹک کے خول والے دانتوں کا غسل میں حکم

مسئلہ (۱۷): دانت صاف وسفید نظر آئیں، اس کے لیے آج کل یہ طریقہ اپنایا جاتا ہے کہ دانت کو کھُرچ کر اس پر پلاسٹک کا ایک خول چپکایا جاتا ہے، وہ مستقل دانتوں پر لگا رہتا ہے، دوتین سال کے بعد خود ہی کمزور ہوکر اتر جاتا ہے، عامۃً اسے اتارنا آسان نہیں ہوتا، اگر یہ خول دانتوں سے اِس طرح جڑ گیا ہو کہ اسے دانتوں سے الگ کرنا واقعتاً دشوار ہو، تو اس کے دانتوں پر ہوتے ہوئے غسل درست ہوجائے گا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه أو في سنه المجوف . به يفتى .

(۱/ ۲۵۹ ، كتاب الطهارة ، مطلب في أبحاث الغسل)

ما في " الفتاوى الهندية " : والصرام والصباغ ما في ظفرهما يمنع تمام الاغتسال وقيل كل ذلك يجزيهم للحرج والضرورة ، ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع . كذا في الظهيرية . (۱/ ۱۳ ، كتاب الطهارة ، الباب الثاني في الغسل ، الفصل الأول في فرائضه ، كذا في التاترخانية: ۱/ ۸۴ ، كتاب الطهارة ، الفصل الثالث في الغسل ، نوع آخر في بيان فرائضه وسننه) (فتاویٰ محمودیہ:۸/ ۱۶۱، ط؛ میرٹھ، احسن الفتاویٰ: ۲/ ۳۲، فتاویٰ حقانیہ:۲/ ۵۲۳، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۸/ ۳۱۱۷)

غسل کے چھینٹے بالٹی میں گرجائیں

مسئلہ (۱۸): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ غسلِ جنابت کے دوران، غسل کے چھینٹے بالٹی وغیرہ میں موجود پانی میں گرجائیں، تو وہ پانی ناپاک ہوجاتا ہے، اُن کا یہ خیال درست نہیں ہے، کیوں کہ بدن کے مستعمل پانی کے کچھ قطرے برتن وغیرہ میں گرجانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، پانی کے ناپاک ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ ماءِ مستعمل یعنی استعمال کردہ پانی سے زیادہ اور ماءِ مطلق کم ہو۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " المحیط البرهاني " : الجنب إذا اغتسل وانتضح من غسالته في إنائه أو علی ثوبه قطرات صغار لا یستبین أثرها في الماء ، ولا في الثوب لا ینجسها ، وإن استبان أثرها وهي ما إذا اجتمعت کانت أکثر من قدر الدرهم نجسته ، وذکر هذه المسألة في المبسوط وقال : إن کان الواقع قلیلا لا یفسد الماء وإن کان کثیرًا یفسده. (۱ / ۱۲۱ ، الفصل الرابع ، نوع آخر في الحباب والأواني)

ما في " حلبي کبیر " : إن انتضح من غسالة الجنب في الإناء لا یفسد الماء أما إن سال فیه سیلانا فإنه یفسده . (ص/۱۵۳ ، فصل في الأنجاس)

ما في " الفتاوی الهندیة " : جنب اغتسل فانتضح من غسله شيء في إنائه لم یفسد الماءُ ، أما إذا کان یسیل منه سیلانا أفسده . (۱/۲۳) (احسن الفتاویٰ:۲/۴۱)

غسل کے درمیان وضوٹوٹ جائے

مسئلہ (۱۹): غسل کرنے سے وضوبھی حاصل ہوجاتا ہے،لیکن اگرغسل کرتے ہوئے درمیان میں وضوٹوٹ جائے، تو اِس صورت میں شروع سے دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت تونہیں،مگر باوضوہونے کے لیے دوبارہ وضوکرلینا بہتر ہے۔ (۱)

ناپاک تیل کی پاکی کا طریقہ

مسئلہ (۲۰): اگرتیل ناپاک ہوجائے تواس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنا تیل ہو، اتنا یااس سے زیادہ پانی ڈال کراس کو پکائے، جب پانی جل جائے تو پھر پانی ڈال کر جلائے، اس طرح تین دفعہ کرنے سے تیل پاک ہوجائے گا، یا ایسا بھی کیا جاسکتا ہے کہ جتنا تیل ہو، اتنا پانی ڈال کر اُسے ہلایا جائے، جب تیل پانی کے اوپر آ جائے، توکسی طرح اُسے اُٹھالیا جائے، اس طرح تین دفعہ پانی ملا کرتیل اُٹھالینے سے وہ پاک ہوجائے گا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الشامیة " : والظاهر أن عدم استحبابه لو بقي متوضئًا إلى فراغ الغسل ، فلو أحدث قبله ينبغي إعادته . (۱/۲۶۳ ، كتاب الطهارة ، مطلب : سنن الغسل) (فتاوی دارالعلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۳۶۸۵۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الشامية " : قوله : (ويطهر لبن وعسل الخ) قال في الدرر : ولو تنجس العسل فتطهيره أن يصب فيه ماء بقدر فيغلى حتى يعود إلى مكانه ، والدهن يصب عليه الماء فيغلى فيعلو الدهن الماء فيرفع بشيء ، هكذا ثلاث مرات ، وهذا عند أبي يوسف خلافًا لمحمد ، وهو أوسع ، وعليه الفتوى ، كما في " شرح الشيخ اسماعيل " عن " جامع الفتاوى " .
(۱/۵۷۱ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس ، مطلب في تطهير الدهن والعسل)=

کتاب الأذان

اذان کے مسائل

وہ مواقع جن میں اذان سنت ہے

مسئلہ (۲۱): اِن مواقع میں اذان سنت ہے:...... فرض نماز کے وقت، بوقتِ ولادت بچہ کے کان میں، آگ لگنے کے وقت، کفار سے جنگ کے وقت، مسافر کو جب شیاطین ظاہر ہوکر ڈرائیں، غم کے وقت، غضب کے وقت، جب مسافر راستہ بھول جائے، جب کسی آدمی یا جانور کی بدخُلقی ظاہر ہوتو اُس کے کان میں، اور جب کسی کو مِرگی آئے۔(۱)

= ما في " البحر الرائق " : الدهن النجس يطهر بالغسل ثلاثًا ، وحيلته أن يصب الماء عليه فيعلو الدهن ، هكذا يفعل ثلاث مرات . (۱/۴۱۵ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس)

ما في " الفتاوى الهندية " : الدهن النجس يغسل ثلاثًا بأن يلقى في الخابية ثم يصب فيه مثله ماء ويحرّك ثم يترك حتى يعلو الدهن فيؤخذ أو يثقب الخابية حتى يخرج الماء ، هكذا ثلاثًا فيطهر . كذا في الزاهدي . (۱/۴۲ ، الباب السابع في النجاسة وأحكامها وفيه ثلاثة فصول) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۳۱۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : وفي حاشية البحر للخير الرملي : رأيت في كتب الشافعية أنه قد يسنّ الأذان لغير الصلاة كما في أذن المولود والمهموم والمصروع والغضبان ، ومن ساء خُلقه من إنسان أو بهيمة وعند مزدحم الجيش وعند الحريق . (۲/۴۶ ، مطلب في المواضع التي يُندب لها الأذان في غير الصلاة ، الموسوعة الفقهية : ۲/۳۷۲ ، ۳۷۳)

(امدادالفتاوی: ۱/۱۶۱، مواقع مشروعیت اذان، آپ کے مسائل اوران کاحل: ۳/۳۰۱، جدیدایڈیشن)

اذان کہاں دی جائے؟

مسئلہ(۲۲): جمعہ کی دوسری اذان خطیب کے سامنے مسجد میں مسنون ہے[۱]، اس کے علاوہ اذانوں کا مسجد سے باہر ہونا ہی بہتر ہے، اور مسجد میں ہونا بھی جائز ہے، مگر خلافِ اَولیٰ ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية شرح البداية " : وإذا صعد الإما المنبر وأذّن المؤذّن بين يدي المنبر بذلک جرى التوارث . (۱/۱۷۱ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة ، ط : ياسر نديم اينڈ كمپنى ، الهداية مع الفتح : ۲/۶۷ ، باب الجمعة ، بيروت)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : وينبغي أن يؤذن على المأذنة أو خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد . كذا في فتاوى قاضيخان . والسنة أن يؤذن في موضع عال يكون أسمع لجيرانه ويرفع صوته ولا يجهد نفسه . كذا في البحر . اهـ .

(۱/۵۵ ، شامية : ۲/۴۸ ، باب الأذان ، بيروت)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۲۸۶)

اذان دیتے وقت شہادت کی انگلیاں کانوں میں ڈالنا

مسئلہ (۲۳): سنت یہ ہے کہ مؤذن اذان دیتے وقت شہادت کی دونوں انگلیوں سے کان کے سوراخ بند کرے، اور اگر کوئی مؤذن دونوں ہاتھ یا ایک ہاتھ کان پر رکھ کر اذان دے، تو یہ بھی جائز ہے، مگر خلافِ سنت ہے، اور اقامت کے وقت یہ عمل نہیں ہے، بلکہ ہاتھ چھوڑ دے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويجعل) ندباً (اصبعيه في) صماخ (أذنيه فأذانه بدونه حسن وبه أحسن (والإقامة كالأذان) ...... (ولا يضع) المقيم (اصبعيه في أذنيه) لأنها أخفض . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (ويجعل أصبعيه الخ) لقوله ﷺ لبلال رضي الله عنه " اجعل أصبعيک في أذنيک فإنه أرفع لصوتک " وإن جعل يديه على أذنيه فحسن ، لأن أبا محذورة رضي الله عنه ضم أصابعه الأربعة ووضعها على أذنيه ، وكذا إحدى يديه على ما روي عن الإمام . إمداد وقهستاني عن التحفة . (۲/ ۵۰ ، باب الأذان ، بيروت)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : أن يجعل أصبعيه في أذنيه لقول النبي ﷺ لبلال " إذا أذنت فاجعل أصبعيک في أذنيک فإنه أندى لصوتک وأمد " بين الحكم ونبه على الحكمة وهي المبالغة في تحصيل المقصود ، وإن لم يفعل أجزأه لحصول أصل الإعلام بدونه ، وروى الحسن عن أبي حنيفة أن الأحسن أن يجعل أصبعيه في أذنيه في الأذان والإقامة وإن جعل يديه على أذنيه فحسن ، وروى أبويوسف عن أبي حنيفة أنه إن جعل إحدى يديه على أذنه فحسن .

(۱/ ۳۷۳ ، سنن الأذان وصفات المؤذن ، ط : دار الكتاب ديوبند)

(فتاوی دار العلوم: ۲/ ۹۸)

بیٹھ کر اذان دینا

مسئلہ(۲۴): اگر کوئی شخص اپنی تنہا نماز کے لیے بیٹھ کر اذان دے تو بلاکراہت جائز ہے، اور اگر جماعت کی نماز کے لیے بیٹھ کر اذان دے تو مکروہِ تحریمی ہے، اعادہ مستحب ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويكره أذان جنب وإقامته وإقامة محدث لا أذانه وأذان امرأة وفاسق وسكران وقاعد إلا إذا أذن لنفسه . التنوير وشرحه . (۲/۶۰ ، باب الأذان ، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه ، بيروت)

ما في " البحر الرائق " : وأما القاعد فلترك سنة الأذان من القيام ، أطلقه وهو مقيد بما إذا لم يؤذن لنفسه فإن أذن لنفسه قاعدًا فإنه لا يكره لعدم الحاجة إلى الإعلام .
(۱/۴۵۸ ، باب الأذان ، بيروت)

ما في " بدائع الصنائع " : منها : أن يؤذن قائما إذا أذن للجماعة ، ويكره قاعدا لأن النازل من السماء أذن قائما حيث وقف على حذم حائط ، وكذا الناس توارثوا ذلك فعلا فكان تاركه مسيئًا لمخالفته النازل من السماء ، وإجماع الخلق ، ولأن تمام الإعلام بالقيام ويجزئه لحصول أصل المقصود ، وإن أذن لنفسه قاعدا فلا بأس به لأن المقصود مراعاة سنة الصلاة لا الإعلام .
(۱/۳۷۴ ، فصل في بيان سنن الأذان ، صفات المؤذن ، ط : ديوبند)
(احسن الفتاوی:۲/۲۷۵)

اذان کا جواب زبان سے دینا

مسئلہ (۲۵): اذان کا جواب زبان سے دینا افضل ومستحب ہے، البتہ ہر مسلمان مرد پر ضروری ہے کہ اذان سن کر نماز کے لیے تیار ہوجائے، بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی سے تیار رہے، اس لیے کہ اجابت بالقدم واجب ہے[1]، کیوں کہ جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويجيب) وجوباً . وقال الحلواني ندبًا ، والواجب الإجابة بالقدم (من سمع الأذان) . التنوير مع الدر . وفي الشامية : أقول وبالله التوفيق : ما قاله الإمام الحلواني مبني على ما كان في زمن السلف من صلاة الجماعة مرة واحدة وعدم تكرارها كما هو في زمنه ﷺ وزمن الخلفاء بعده ، وقد علمت أن تكرارها مكروه في ظاهر الرواية إلا في رواية عن الإمام ورواية عن أبي يوسف كما قدمناه قريباً ، وسيأتي أن الراجح عند أهل المذهب وجوب الجماعة وأنه يأثم بتفويتها اتفاقاً . وحينئذ يجب السعي بالقدم لا لأجل الأداء في أول الوقت أو في المسجد ، بل لأجل إقامة الجماعة ، وإلا لزم فوتها أصلا أو تكرارها في مسجد إن وجد جماعة أخرى ، وكل منهما مكروه ، فلذا قال بوجوب الإجابة بالقدم .

(۲/۶۵ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان ، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، ط : بيروت ، ۲/۶۰ ، دار الكتاب ديوبند)

(۲) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ فقد ناساً في بعض الصلوات فقال : " لقد هممتُ أن آمر رجلا يصلي بالناس ثم اخالفَ إلى رجال يتخلّفون عنها فآمُرَ بهم فيحرّقوا عليهم بحُزَم الحَطب بيوتهم ، ولو علم أحدهم أنه يجد عظماً سميناً لشهدها يعني صلوة العشاء " . (۱/۲۳۲ ، باب فضل صلوة الجماعة وبيان التشديد في التخلّف عنها وانها فرض كفاية ، مكتبه دار السلام سهارنفور)

ما في " السنن لأبي داود " : عن أبي الدرداء قال : سمعتُ رسول الله ﷺ يقول : " ما مِن ثلاثة في قرية ولا بَدو لا تقام فيهم الصلوة إلا قد استحوذ عليهم الشيطٰن فعليک بالجماعة فإنما يأكل الذئب القاصية " . (ص/۸۱ ، كتاب الصلاة ، باب التشديد في ترک الجماعة ، مكتبه دارالسلام سهارنفور ، السنن للنسائي : ۱/۹۷ ، كتاب الإمامة ، التشديد في ترک الجماعة ، قديمي) (فتاویٰ رحیمیہ:۴/۱۳۱)

اذان کے جواب کا طریقہ

مسئلہ (۲۶): جو شخص بھی اذان سُنے اس کے لیے اذان کا جواب دینا افضل ومستحب ہے (۱)، اور جواب کا طریقہ یہ ہے کہ جب مؤذن ایک کلمہ کہہ کر رُکے تو جواب دینے والا وہی کلمہ کہے، اور جب مؤذن ''حی علی الصلوۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کہے تو جواب میں ''حی علی الصلوۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کے ساتھ ''لاحول ولاقوۃ إلا باللہ'' بھی کہے (۲)، اور فجر کی اذان میں جب مؤذن ''الصلوۃ خیرٌ من النوم'' کہے تو جواب دینے والا ''صدقتَ وبررتَ'' کہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' كتاب الفقه على المذاهب الأربعة '' : إجابة المؤذن مندوبة لمن يسمع الأذان . (۱/۲۸۳ ، كتاب الصلاة ، إجابة المؤذن ، الفتاوى الهندية : ۱/۵۷ ، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما ، نور الإيضاح :ص/۴۹ ، باب الأذان ، المكتبة العصرية صيدا ، بيروت)

(۲) ما في '' الشامية '' : قوله (فيحوقل) أي يقول '' لا حول ولا قوة إلا بالله '' ..... ثم إن الإتيان بالحوقلة وإن خالف ظاهر قوله عليه الصلاة والسلام '' فقولوا مثل ما يقول '' لكنه ورد فيه حديث مفسر لذلک رواه مسلم ، واختار في الفتح الجمع بينهما عملا بالأحاديث . اهـ . (۲/۶۷ ، باب الأذان ، بيروت)

ما في '' حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح '' : واختار المحقق في الفتح الجمع بين الحيعلة والحوقلة عملا بالأحاديث الواردة وجمعًا بينهما . (ص/۲۰۳ ، كتاب الصلاة ، مكتبه شيخ الهند ديوبند) (فتاوی محمودیہ:۹/۱۳۵،۱۳۶،مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

(۳) ما في '' الفتاوى الهندية '' : وكذا في قول المؤذن '' الصلوة خير من النوم '' لا يقول السامع مثله ، ولكن يقول : صدقت وبررت . كذا في محيط السرخسي .
(۱/۵۷ ، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما)

اقامت کے جواب کا طریقہ

مسئلہ(۲۷): جس طرح زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، اسی طرح اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے، مکبِر جو کلمہ کہے جواب دینے والا بھی وہی کلمہ کہے، البتہ ''حی علی الصلوۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' میں ''لاحول ولاقوۃ إلا باللہ'' کہے، اور ''قد قامت الصلوۃ'' کے جواب میں ''أقامہا اللہ وأدامہا'' کہے، ہم سب کو اس کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، نہ یہ کہ اقامت کے وقت اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول ہوں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' مشكوة المصابيح '' : عن أبي أمامة أو بعض أصحاب رسول الله ﷺ قال : '' إن بلالا أخذ في الإقامة ، فلما ان قال : قد قامت الصلوة قال رسول الله ﷺ : '' أقامها الله وأدامها '' وقال في سائر الإقامة كنحو حديث عمر في الأذان . رواه أبوداود . (ص/٦٦ ، باب فضل الأذان وإجابة المؤذن ، الفصل الثاني ، ط : دار السلام سهارنفور ، مرقاة المفاتيح : ۳۴۳/۲ ، رقم الحديث : ۶۷۰ ، مكتبه اشرفيه ديوبند)

ما في '' الفتاوى الهندية '' : وإجابة الإقامة مستحبة . هكذا في فتح القدير . وإذا بلغ قوله : قد قامت الصلوة يقول السامع : أقامها الله وأدامها الله .... وفي سائر الكلمات يجيب كما يجيب في الأذان . كذا في فتاوى الغرائب .

(۱/۵۷ ، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما ، التنوير وشرحه مع الشامية : ۶۴/۲ ، ۶۵ ، كتاب الصلاة ، ط : ديوبند)

اذان کی آواز صحیح سنائی نہ دے تو جواب دیں یا نہیں؟

مسئلہ (۲۸): اگر اذان کی آواز ہوا کی وجہ سے صحیح نہ آرہی ہو، یا لاؤڈ اسپیکر میں تکنیکی خرابی آنے کی وجہ سے آواز صحیح طور پر سنائی نہ دے، تو اگر الفاظ سمجھ میں آئیں تو جواب دیں، ورنہ نہیں۔ (۱)

اذان ختم ہونے کے بعد جواب دینا

مسئلہ (۲۹): جو شخص اذان کے وقت نماز، تلاوت، درس وتدریس، تقریر سننے، کھانے پینے یا استنجاء وغیرہ میں مشغول ہو، جس کی وجہ سے وہ اذان کا جواب نہ دے سکا اور اذان ختم ہوچکی ہو، مگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو، تو اسے ایک ساتھ پوری اذان کا جواب دینا چاہیے، اور اگر زیادہ دیر ہوچکی ہو تو جواب نہیں دینا چاہیے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (من سمع الأذان) يفهم منه أنه لو لم يسمع لصمم أو لبعد أنه لا يجيب ، وهو ظاهر الحديث الآتي " إذا سمعتم الأذان " حيث علّق على السماع .
(۶۵/۲ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان ، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد ، بيروت)
(آپ کے مسائل اوران کا حل :۳۰۹/۳، اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويجيب) وجوبا .... (من سمع الأذان) ولو جنبا لا حائضا ونفساء وسامع خطبة وفي صلاة جنازة وجماع ، ومُستراح وأكل وتعليم علم وتعلّمه . التنوير وشرحه . وفي الشامية : تنبيه : هل يجيب بعد الفراغ من هذه المذكورات أم لا ؟ ينبغي أنه إن لم يطل الفصل فنعم ، وإن طال فلا ، أخذا مما يأتي . (۶۰/۲ ، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد ، دار الكتاب ديوبند)

اجابت بالقدم واجابت باللسان

مسئلہ (۳۰): اگر کوئی شخص اپنے گھر میں تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو اوراذان شروع ہوجائے تو اس پر اجابت بالقدم یعنی قرآن کریم کی تلاوت موقوف کرکے جماعت کی حاضری کے لیے مسجد کی طرف چل دینا واجب ہے، جب کہ ایسا نہ کرنے سے جماعت فوت ہوجاتی ہو، اوراگر جماعت کے ساتھ نماز فوت نہ ہوتی ہوتو پھر واجب نہیں، اوراگر وہ مسجد میں تلاوت کررہا ہو، تو تلاوت موقوف کرکے زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويجيب) وجوبا ، وقال الحلواني ندبا ، والواجب الإجابة بالقدم (من سمع الأذان) ولو جنبا لا حائضا ونفساء ...... بخلاف قرآن .... (ولو كان في المسجد حين سمعه ليس عليه الإجابة ، ولو كان خارجه أجاب) بالمشي إليه (بالقدم ، ولو أجاب باللسان لا به لا يكون مجيبا) وهذا (بناء على أن الإجابة المطلوبة بقدمه لا بلسانه) كما هو قول الحلواني ، وعليه (فيقطع قراء ة القرآن لو) كان يقرأ (بمنزله ، ويجيب) لو أذان مسجده كما يأتي (ولو بمسجد لا) لأنه أجاب بالحضور ، وهذا متفرع على قول الحلواني ، وأما عندنا فيقطع ويجيب بلسانه مطلقا ، والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمر في حديث " إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول " . التنوير وشرحه . قال المحقق ابن عابدين الشامي رحمه الله : والذي ينبغي تحريره في هذا المحل أن الإجابة باللسان مستحبة ، وأن الإجابة بالقدم واجبة إن لزم من تركها تفويت الجماعة ، وإلا بأن أمكنه إقامتها بجماعة ثانية في المسجد أو بيته لا تجب ، بل تستحب مراعاة لأول الوقت والجماعة الكثيرة في المسجد بلا تكرار ، هذا ما ظهر لي . (۲/۶۵-۶۹ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان ، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد)

قضا نماز کے لیے اذان واقامت

مسئلہ (۳۱): اگر چند نمازیں فوت ہوجائیں اور مختلف وقتوں میں قضا کرے، تو ہر نماز کے لیے اذان واقامت کہنا مستحب ہے، اور اقامت پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے، اور اگر ایک ساتھ سب نمازیں قضا کرے تو پہلی نماز کے لیے اذان واقامت کہنا مستحب ہے، اور باقی میں اختیار ہے، چاہے ہر ایک کے لیے اقامت پر اکتفا کرے، چاہے ہر ایک کے لیے اذان واقامت دونوں کہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " العناية شرح الهداية " : (فإن فاتته صلوات أذّن للأولى وأقام لما روينا) من حديث ليلة التعريس (وكان مخيرا في الباقي إن شاء أذّن وأقام) ليكون القضاء على حسب الأداء (وإن شاء اقتصر على الإقامة) .

(۱/۲۰۸، كتاب الصلاة، باب الأذان، بيروت ، العناية شرح الهداية على هامش الفتح: ۱/۲۵۷ ، بيروت ، الهداية شرح بداية المبتدي : ۱/۵۳ ، دار الأرقم بيروت ، البناية شرح الهداية : ۱/۱۱۹ ، مكتبه رشيديه كوئٹه ، بدائع الصنائع : ۱/۳۸۰، ۳۸۱ ، الفتاوى الهندية : ۱/۵۵ ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۳۲۶ ، الهدية العلائية لتلاميذ المكاتب الابتدائية في الفقه الحنفي :ص/۷۱ ، باب الأذان ، ط : دار ابن حزم بيروت)

صف اول میں تکبیر اقامت

مسئلہ (۳۲): نمازی کم ہوں اور صفِ اول میں تکبیر اقامت کہنے سے سب کو آواز پہنچتی ہو تو تکبیر صفِ اول میں کہنا بہتر ہے، ہاں! اگر سب کو آواز نہ پہنچے اور درمیان کی کسی صف میں تکبیر کہی جائے کہ جس کی وجہ سے آگے پیچھے سب نمازی سُن سکیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : فالأذان والإقامة يشتركان في أن كلا منهما إعلام ويفترقان من حيث أن الإعلام في الإقامة هو للحاضرين المتأهبين لإفتتاح الصلاة . اهـ. (۶/۶ ، إقامة ، الإقامة للصلاة)

ما في " موسوعة الفقه الإسلامي " : الإقامة : هي التعبد لله بالإعلام بالقيام إلى الصلاة بذكر مخصوص.

(۲/۳۸۷ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان والإقامة ، ط : بيت الأفكار الدولية الأردن)

وفيه أيضاً : ..... والإقامة مشروعة للإعلام بقيام الصلاة .

(۲/۳۹۴ ، حكم الأذان والإقامة بمكبر الصوت)

ما في " فقه العبادات لحسن أيوب " : وتكون بعد الأذان لإعلام المستعدين للصلاة بالقيام لأدائها. (ص/۵۴ ، الإقامة ، ط : دار الندوة الجديدة بيروت)

ما في " معجم لغة الفقهاء " : إقامة الصلاة : الإعلام بالشروع بالصلاة بألفاظ مخصوصة ورد بها الشرع .

(ص/۸۲ ، الإقامة ، ط : إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

الفاظِ اذان میں حرکت یا حرف کا اضافہ

مسئلہ(۳۳): اذان دیتے وقت کسی لفظ میں حرکت کا اضافہ کرنا جیسے ” أشْهَدُ“ کو” أشَهَدُ“ پڑھنا، یا حرف کا اضافہ کرنا جیسے ” اَللّٰهُ اَكْبَر“ کو” آللّٰهُ اَكْبَر“ پڑھنا، یا مد کا اضافہ کرنا جیسے ”اَشْهَدُ أنْ لآ إلٰهَ إلا اللّٰه“ کو” اَشْهَدُ أنْ لآ إلَهَ إلا اللّٰه“ پڑھنا غلط ہے، لہٰذا اِن سب سے بچنا ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : (ولا لحن فيه) أي تغنّي بغير كلماته . التنوير وشرحه . قال المحقق ابن عابدين في الشامية : قوله : (بغير كلماته) أي بزيادة حركة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر . قهستاني .

(۴۸/۲ ، مطلب في الكلام على حديث ” الأذان جزم ، ط : ديوبند ، البحر الرائق : ۴۴۵/۱ ، ۴۴۶ ، الموسوعة الفقهية : ۳۶۴/۲)

کتاب الصلوۃ

فصل فی الجماعۃ

نماز کے مسائل

نمازِ فجر فوت ہونے کا غالب گمان

مسئلہ(۳۴): اگر کوئی دینی اجلاس یا پروگرام رات کے اخیر حصہ (دو تین بجے) تک ہوتا ہے، جس میں شرکت کی وجہ سے نمازِ فجر فوت ہونے کا غالب گمان ہو، تو اس طرح کے اجلاس میں شرکت نہیں کرنی چاہیے، اور اگر نمازِ فجر فوت نہ ہو تو شرکت کی اجازت ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " والذي نفسي بيدي لقد هممتُ أن آمر بحطب فيحطب ، ثم آمر فيؤذن لها ، ثم آمر رجلا فيؤم الناس ، ثم أخالف إلى رجال فأحرق عليهم بيوتهم " . الحديث .

(۱/ ۸۹ ، كتاب الأذان ، باب وجوب صلاة الجماعة ، رقم الحديث : ٦۴۴)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عبد الله بن مسعود قال : سألتُ رسول الله ﷺ : أي العمل أفضل ؟ قال : الصلاة لوقتها ، قال : قلت : ثم أي ؟ قال : برّ الوالدين ، قال : قلت : ثم أي ؟ قال : الجهاد في سبيل الله . (۱/ ٦۲ ، كتاب الإيمان ، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال ، رقم الحديث : ۸۵)

وفيه أيضًا : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : " تفضل صلاة في الجميع على صلاة الرجل وحده خمسًا وعشرين درجة ، قال : وتجتمع ملائكة الليل وملائكة النهار في صلاة الفجر " . (۱/ ۲۳۱ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلّف عنها ، رقم الحديث : ۱۴۷۱)=

فصل فی القراءۃ

نماز میں مسنون قرأت

مسئلہ (۳۵): اگر کسی مسجد کا امام نمازوں میں مسنون طریقہ پر قرأت کرتا ہو اور اُس کے اِس عمل سے مصلی اور محلّہ کے لوگ ناراض ہوں، تو امام کو چاہیے کہ مصلی اور محلّہ کے لوگوں کی ناراضگی کی وجہ سے مسنون قرأت کرنا نہ چھوڑے، بلکہ مصلیان کو نرمی سے سمجھا دے کہ خلافِ سنت عمل سے نبی اکرم ﷺ ناخوش ہوتے ہیں، جو کہ مسلمان کے لیے زیبا نہیں، آپ ﷺ کو ناراض کر کے قیامت میں شفاعت کی درخواست کیسے کرسکیں گے، اور بغیر آپ ﷺ کی شفاعت کے نجات کیسے ملے گی۔ (۱)

= ما في " الدر المختار مع الشامية " : والجماعة سنة مؤكدة للرجال ، قال النووي : أرادوا بالتاكيد الوجوب . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (قال الزاهدي الخ) توفيق بين القول بالسنية والقول بالوجوب الآتي ، وبيان أن المراد بهما واحد أخذًا من استدلالهم بالاخبار الواردة بالوعيد الشديد بترك الجماعة ، .... قال في النهر : إلا أن هذا يقتضي الاتفاق على أن تركها مرة بلا عذر يوجب إثمًا مع أنه قول العراقيين، والخراسانيون على أنه يأثم إذا اعتاد الترك كما في القنية .

(۲/ ۲۴۴ – ۲۴۵ ، باب الإمامة ، قبيل مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)

(فتاوی محمودیہ: ۱۲/ ۱۶۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمرًا أن يكون لهم الخِيرة من أمرهم﴾ . (الأحزاب : ۳۶)=

پہلی رکعت میں سورۂ ناس

مسئلہ (۳۶): اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں ہی سورۂ ناس پڑھ دے، تو اس کو چاہیے کہ دوسری رکعت میں بھی اسی سورت کو پڑھ کر نماز پوری کرے۔ (۱)

= ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " كل أمتي يدخلون الجنة إلا مَن أبى ، قيل : ومَن أبى ؟ قال : " من أطاعني دخل الجنة ، ومن عصاني فقد أبى " . رواه البخاري . (ص/۲۷ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۱۴۳)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : قوله ﷺ : " من ترك سني لم ينل شفاعتي " . (ص/۶۴ ، فصل في سنن الوضوء ، مكتبة شيخ الهند ديوبند)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۲/۱۴۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (لا بأس أن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية) أفاد أنه يكره تنزيهًا ، وعليه يحمل جزم " القنية " بالكراهة ، ويحمل فعله عليه السلام لذلك على بيان الجواز ، وهذا إذا لم يضطر ، فإن اضطرّ بأن قرأ في الأولىٰ : ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعادها في الثانية إن لم يختم . " نهر " . لأن التكرار أهون من القراءة منكوسًا . " بزازية " . (۲/۲۳۸ ، النهر الفائق : ۱/۲۳۷)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وإذا قرأ في الركعة الأولىٰ : ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ ينبغي أن يقرأ في الركعة الثانية أيضاً : ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ . (۱/۲۸۱)

(فتاویٰ محمودیہ:۷/۹۴)

سورۂ فاتحہ اور ضم سورت سے پہلے بسم اللہ

مسئلہ (۳۷): حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک سِرّی اور جہری دونوں نمازوں میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورت سے پہلے ''بسم اللہ'' آہستہ پڑھنا سنت ہے، شوافع کے نزدیک جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورت سے پہلے ''بسم اللہ'' بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے، مالکیہ کے مشہور قول کے مطابق نماز میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورت سے پہلے مطلقاً ''بسم اللہ'' کا پڑھنا مکروہ ہے، البتہ ان کا ایک احتیاطی قول یہ بھی ملتا ہے کہ سورۂ فاتحہ سے پہلے ''بسم اللہ'' کو آہستہ پڑھ لیا جائے، جہراً پڑھنا مکروہ ہے، مذاہبِ ائمہ کے درمیان یہ اختلاف آپ ﷺ سے ثابت روایات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے، اس لیے اگر کوئی شافع المسلک امام جہری نماز میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورت سے پہلے بلند آواز سے ''بسم اللہ'' پڑھے، تو اس سے حنفی مقتدیوں کی نماز میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا، بشرطیکہ صحتِ اقتدا کے لیے اور کوئی مانع موجود نہ ہو، جیسے خون کا نکلنا، یا قے کا ہونا، جس کے بعد شافعی امام نے وضو نہ کیا ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الموسوعة الفقهية '' : ذهب الحنفية والحنابلة إلى أنه تسن قراءة البسملة سرا في الصلاة السرية والجهرية ، قال الترمذي : وعليه العمل عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ ومن بعدهم من التابعين ، ومنهم أبو بكر وعمر وعثمان وعلي ، وهذا ما حكاه ابن المنذر عن ابن مسعود وعمار بن ياسر وابن الزبير والحكم وحماد والأوزاعي والثوري وابن المبارك .

وروي عن أنس رضي الله عنه أنه قال : صليت مع رسول الله ﷺ وأبي بكر وعمر وعثمان فلم أسمع أحدا منهم يقرأ : بسم الله الرحمن الرحيم .

وقال أبو هريرة : كان النبي ﷺ لا يجهر بها .=

= وذهب الشافعية إلى أن السنة الجهر بالتسمية في الصلاة الجهرية في الفاتحة ، وفي السورة بعدها ، فقد روى ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي ﷺ جهر ببسم الله الرحمن الرحيم ، ولأنها تقرأ على أنها آية من القرآن بدليل أنها تقرأ بعد التعوذ فكان سنتها الجهر كسائر الفاتحة ، قال النووي : الجهر بالتسمية قول أكثر العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الفقهاء والقراء ، ثم ذكر الصحابة الذين قالوا به ، منهم أبو بكر وعمر وعثمان وعلي وعمار بن ياسر وأبي بن كعب وابن عمر وابن عباس .
ويرى المالكية على المشهور كراهة استفتاح القراء ة في الصلاة ببسم الله الرحمن الرحيم مطلقًا في أم القرآن وفي السورة التي بعدها سرًا وجهرًا ، قال القرافي من المالكية : الورع البسملة أول الفاتحة خروجًا من الخلاف إلا أنه يأتي بها سرًا ويكره الجهر بها . (١٦/ ١٨١ ، ١٨٢ ، جهر ، الجهر بالبسملة)
ما في " الهداية " : ويقرأ بسم الله الرحمن الرحيم هكذا نقل في المشاهير ويسرّ بهما لقول ابن مسعود : أربع يخفيهن الإمام وذكر من جملتها التعوذ والتسمية وآمين ، وقال الشافعي : يجهر بالتسمية عند الجهر بالقراء ة لما روى أن النبي ﷺ جهر في صلوته بالتسمية قلنا : هو محمول على التعليم ، لأن أنسا أخبر أنه عليه السلام كان لا يجهر بها . (١/ ١٠٣ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة)
ما في " نصب الراية للزيلعي " : ثم مع قراء تها هل يسنّ الجهر بها أو لا ؟ فيه ثلاثة أقوال : أحدها ؛ يسنّ الجهر وبه قال الشافعي ومن وافقه ، والثاني ؛ لا يسنّ وبه قال أبو حنيفة وجمهور أهل الحديث والرأي ، وفقهاء الأمصار ، وجماعة من أصحاب الشافعي ، وقيل يخير بينهما ، وهو قول اسحاق بن راهويه وابن حزم ، وكان بعض العلماء يقول بالجهر سدًا للذريعة . (١/ ٤٠٤ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة)
ما في " المدونة الكبرى " : قال : وقال مالك : لا يقرأ في الصلاة بسم الله الرحمن الرحيم في المكتوبة لا سرا في نفسه ولا جهرا ، قال : وقال مالك : وهي السنة وعليها أدركت الناس . (١/ ١٦٢ ، كتاب الصلاة الأول ، القراء ة في الصلاة)
ما في " المغني على مختصر الخرقي " : قال : (ولا يجهر بها) يعني " بسم الله الرحمن الرحيم " ولا تختلف الرواية عن أحمد أن الجهر بها غير ممنون . (١/ ٣٣٨ ، باب صفة الصلاة ، ابو محمد عبد الله بن احمد بن محمد بن قدامه المقدسى ، ط : بيروت)=

= ما في ” كتاب المجموع شرح المهذب للشيرازي“ : قال المصنف رحمه الله تعالى: ويجب أن يبتدئها ببسم الله الرحمن الرحيم ، فإنها آية منها ، والدليل عليه ما روته أم سلمة رضي الله عنها أن النبي ﷺ قرأ بسم الله الرحمن الرحيم ، فعدها آية ، ولأن الصحابة رضي الله عنهم أثبتوها فيما جمعوا من القرآن فدل على أنها آية منها ، فإن كان في صلاة يجهر فيما جهر بها كما يجهر بسائر الفاتحة لما روى ابن عباس رضي لاله عنهما أن النبي ﷺ جهر ببسم الله الرحمن الرحيم ، ولأنها تقرأ على أنها آية من القرآن بدليل أنها تقرأ بعد التعوذ فكان سنتها الجهر كسائر الفاتحة . (٣/ ٢٠١ ، باب صفة الصلاة ، امام ابو زكريا محى الدين بن شرف النووي ، ط : احياء التراث وبيروت)

ما في ” كتاب الفقه على المذاهب الأربعة “ : الحنفية قالوا : يسمى الإمام والمنفرد سرا في أول كل ركعة ، سواء كانت الصلاة سرية أو جهرية ، أما المأموم فإنه لا يسمى طبعًا ...... المالكية قالوا : يكره الإتيان بالتسمية في الصلاة المفروضة ، إلا إذا نوى المصلي الخروج من الخلاف ، فيكون الإتيان بها أول الفاتحة سرا مندوبا ، والجهر بها مكروه في هذه الحالة .... الشافعية قالوا : البسملة آية من الفاتحة ، فالإتيان بها فرض لا سنة ، فحكمها حكم الفاتحة في الصلاة السرية أو الجهرية ، فعلى المصلي أن يأتي بالتسمية جهرا في الصلاة الجهرية ، كما يأتي بالفاتحة جهرًا .... الحنابلة قالوا : التسمية سنة ، والمصلي يأتي بها في كل ركعة سرًا .

(١ / ٢٣١ ، كتاب الصلاة ، التسمية في الصلاة)

ما في ” رد المحتار “ : وأما الإقتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي فيجوز ما لم يعلم منه ما يفسد الصلاة على اعتقاد المقتدى عليه الإجماع .... وفي رسالة ” الإهتداء في الإقتداء “ لمنلا علي القاري : ذهب عامة مشايخنا إلى الجواز إذا كان يحتاط في موضع الخلاف ، وإلا فلا ... ثم المواضع المهمة للمراعاة أن يتوضأ من الفصد والحجامة والقيء والرعاف ونحو ذلک ، لا فيما هو سنة عنده مكروه عندنا ، كرفع اليدين في الانتقالات وجهر البسملة وإخفائها ، فهذا وأمثاله لا يمكن فيه الخروج عن عهدة الخلاف ، فكلهم يتبع مذهبه ولا يمنع مشربه . (٢/ ٣٠٢ ، ٣٠٣ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، مطلب في الإقتداء بشافعي ونحوه هل يكره أم لا؟)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:٣/ ٣٠٦، ٣٠٧)

باب صفة الصلوة

نماز میں صفوں کی درستگی

مسئلہ (۳۸): جماعت کے ساتھ نماز میں صفوں کو سیدھا کرنا امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک سنت ہے، جب کہ ابن حجر اور بعض محدثین عظام کے نزدیک واجب، اور ابن حزم کے نزدیک فرض ہے،صفوں کوسیدھا کرنے میں ترتیب کے ساتھ صفوں کو پورا کرنا ،یعنی اول پہلی صف ، پھر دوسری صف کو پورا کرنا ، اسی طرح صفوں میں خالی جگہوں کو پُر کرنا بھی داخل ہے،اوراس کی بڑی فضیلت آئی ہے،آپ ﷺ کا ارشاد ہے:''جو شخص صف میں خالی جگہ کو پُر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ایک درجہ کو بلند فرماتے ہیں، اور اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیتے ہیں''...... بسا اوقات آدمی نماز میں ہوتا ہے اوراسی حالت میں وہ اگلی صف میں خالی جگہ دیکھ لیتا ہے، اُس وقت وہ اِس تردّد میں ہوتا ہے کہ خالی جگہ کو پُر کرے یا اپنی جگہ کھڑا رہے، اس سلسلے میں حکم شرع یہ ہے کہ اُس خالی جگہ کو پُر کرنا لازم نہیں، افضل ہے، اور اُس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک قدم چل کر ایک رکن یعنی تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہنے کی بقدر ٹھہر جائیں، پھر ایک قدم چل کر پھر ٹھہر جائیں، اِس طرح اُس خالی جگہ میں جا کر کھڑے ہو جائیں، مسلسل نہ چلیں، ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ : =

= ”سوّوا صفوفَكم ، فإن تسوية الصفوف من تمام الصلاة “ .

(١/ ١٨٢ ، كتاب الصلاة ، باب تسوية الصفوف وإقامتها وفضل الأول الخ)

ما في ” السنن لأبي داود “ : عن جابر بن سمرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” ألا تصُفّون كما تصفّ الملائكة عند ربهم، قلنا : وكيف تصفّ الملائكة عند ربهم ؟ قال: يتمّون الصفوف المقدمة ويتراصُّون في الصفّ “ .

(ص/٩٧ ، كتاب الصلاة ، باب تسوية الصفوف)

ما في ” السنن لإبن ماجة “ : عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : ” إن الله وملائكته يصلّون على الذين يَصِلون الصفوف ومن سدّ فرجة رفعه الله بها درجة “ .

(١/ ٧٠ ، أبواب إقامة الصلوات والسنة فيها ، إقامة الصفوف)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ذهب الجمهور إلى أنه يستحب تسوية الصفوف في صلاة الجماعة .... وذهب بعض العلماء منهم ابن حجر وبعض المحدثين إلى وجوب تسوية الصفوف لقوله ﷺ : ” لتسوّنّ صفوفكم أو ليخالفنّ الله بين وجوهكم“ . فإن ورود هذا الوعيد دليل على وجوب التسوية ، والتفريط فيها حرام ، ولأمره ﷺ بذلک وأمره للوجوب ما لم يصرفه صارف ، ولا صارف هنا .... ومن تسوية الصفوف إكمال الصف الأول فالأول .... ومن أدب الصف أن تسدّ الفرج والخلل ، وأن لا يشرع في صف حتى يتم الأول .

(٢٧/ ٣٥ – ٣٧ ، صف ، تسوية الصف في صلاة الجماعة)

ما في ” شروح سنن ابن ماجة “ : وقال : تسوية الصف من سنن الصلاة عند أبي حنيفة والشافعي ومالک وزعم ابن حزم أنه فرض ، لأن إقامة الصلاة فرض فما كان من الفرض فهو فرض .

(١/ ٢٠٣ ، كتاب إقامة الصلاة ، باب إقامة الصفوف ، تحت رقم الحديث : ٩٩٣)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (فروع) : مشى مستقبل القبلة ، هل تفسد إن قدر صف ثم وقف قدر ركن ، ثم مشى ووقف كذلک ، وهكذا لا تفسد وإن كثر ما لم يختلف المكان . الدر المختار . وفي الشامية : وهذا بناء على أن الفعل القليل غير=

امام کے سلام کے بعد پیچھے کھسک کر بیٹھنا

مسئلہ (۳۹): بسا اوقات طلبہ واساتذہ جماعت میں شریک رہتے ہیں، جب امام سلام پھیرتا ہے تو جو طالب علم اپنے استاذ کے بازو میں ہوتا ہے وہ پیچھے کھِسک جاتا ہے، طالب علم کا اپنے استاذ کے ادب میں اس طرح کھسک کر بیٹھنا یہ بھی درست ہے، اور برابر میں بیٹھے رہنا یہ بھی خلافِ ادب نہیں [۱]، البتہ پیچھے کھسکتے وقت یہ ضرور دیکھ لینا چاہیے کہ پیچھے کی صف میں کوئی مصلی تو نہیں ہے، کہ اس طرح کھسک کر بیٹھنے کی وجہ سے اسے سجدہ وغیرہ میں تکلیف ہو، کیوں کہ کسی کے ادب کی خاطر کسی کو اذیت دینے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ [۲]

= مفسد ما لم يتكرر متواليًا ..... كما قالوا فيمن رأى فرجة في الصف الأول فمشى إليها فسدّها ، فإن كان هو في الصف الثاني لم تفسد صلاته ، وإن كان في الصف الثالث فسدت . اهـ . ملخصًا . ونص في الظهيرية على أن المختار أنه إذا كثر تفسد .

(۲/۳۸۸ ، ۳۸۹ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في المشي في الصلاة)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ولم يبينوا قدر الركن وعلى قياس ما تقدم أن يعتبر الركن مع سنته ، وهو مقدار بثلاث تسبيحات .

(ص/۴۷۴ ، قبيل فصل في الشك)

(کتاب المسائل: ۱/۴۰۴، آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۴۰۲، فتاوی محمودیہ: ۶/۶۰۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وإن سبق أحد إلى الصف الأول فدخل رجل أكبر منه سنًا أو أهل علم ينبغي أن يتأخر ويقدمه تعظيمًا له . (۲/۳۱۰ ، باب الإمامة ، مطلب في جواز الإيثار بالقرب ، بيروت ، منحة الخالق على البحر الرائق : ۱/۶۱۹ ، باب الإمامة ، بيروت)

(۲) ما في " الأشباه للسيوطي " : الواجب لا يترك لسنة .

(۱/۳۱۶ ، القاعدة الثالثة والعشرون ، الكتاب الثاني) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۱۵۲)

جماعت سے فراغت کے بعد جگہ بدلنا

مسئلہ (۴۰): فرض نماز کی جماعت سے فراغت کے بعد امام اور مقتدیوں کے لیے جگہ بدل لینا مستحب ہے[۱]، ضروری نہیں، بعض لوگ اِسے ضروری سمجھتے ہیں، اور دائیں بائیں، آگے پیچھے جگہ نہ ہونے کے باوجود اس کی کوشش کرتے ہیں، اور نمازیوں کا خیال نہ کرتے ہوئے اُن کے آگے سے گزر کر، اِس استحباب پر عمل کرتے ہیں، جب کہ عملِ مستحب کے لیے مصلیوں کے آگے سے گزرنا نقلاً وعقلاً صحیح نہیں ہے، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لأبي داود " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " أيعجز أحدكم (قال عن عبد الوارث) أن يتقدم أو يتأخر ، أو عن يمينه أو عن شماله (زاد في حديث حماد) في الصلاة يعني في السحة " . (ص/۱۴۴ ، رقم الحديث : ۱۰۰۶ ، باب في الرجل يتطوع في مكانه الذي صلى فيه المكتوبة ، ط : دار السلام سهارنفور)

وفيه أيضًا : عن جابر بن يزيد بن الأسود عن أبيه قال : " صليتُ خلفَ رسول الله ﷺ فكان إذا انصرف انحرف " . (ص/۹۰ ، كتاب الصلاة ، باب الإمام ينحرف بعد التسليم)

وفيه أيضًا : عن المغيرة بن شعبة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يصلي الإمام في الموضع الذي صلى فيه حتى يتحول " . (ص/۹۱ ، كتاب الصلاة ، باب الإمام يتطوع في مكانه)

ما في " بذل المجهود " : وأما مذهب الحنفية في ذلك فقال في " البدائع " : وإن كانت صلاة بعدها سنة يكره له المكث قاعدًا ، وكراهة القعود مروية عن الصحابة رضي الله تعالى عنهم ، روي عن أبي بكر وعمر رضي الله عنهما أنهما كانا إذا فرغا من الصلاة قاما كأنهما على الرضف فلا يمكث ، ولكنه يقوم ويتنحى عن ذلك المكان ثم يتنفل .... وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه كره للإمام أن يتنفل في المكان الذي أمّ فيه ، ولأن ذلك يؤدي إلى اشتباه الأمر على الداخل ، فينبغي أن =

= يتنحى إزالة للإشتباه أو استكثارًا من شهوده على ما روى أن مكان المصلي يشهد له يوم القيامة . وأما المأموم فبعض مشايخنا قالوا : لا حرج عليهم في ترک الانتقال لانعدام الاشتباه على الداخل عند معاينة فراغ مكان الإمام عنه ، وروي عن محمد أنه قال : يستحب للقوم أيضًا أن ينقضوا الصفوف ويتفرقوا ليزول الاشتباه على الداخل المعاين الكل في الصلاة البعيد عن الإمام ولما روينا من حديث أبي هريرة . انتهى ملخصًا . (۵۸۴/۴ ، كتاب الصلاة ، باب في الرجل يتطوع في مكانه الذي صلى فيه المكتوبة ، تحت رقم : ۱۰۰۶)

ما في " عمدة القاري شرح البخاري " : ثم اعلم أن الجمهور على أن الإمام لا يتطوع في مكانه الذي صلى فيه الفريضة ، وذكر ابن أبي شيبة عن علي رضي الله تعالى عنه : لا يتطوع الإمام حتى يتحول من مكان أو يفصل بينهما بكلام ، وكرهه ابن عمر للإمام، ولم ير به بأسًا لغيره .

(۲۰۰/۶ ، كتاب الأذان ، باب مكث الإمام في مصلاه بعد السلام ، تحت رقم : ۸۴۸)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن بُسر بن سعيد : أن زيد بن خالد الجهني أرسله غلى أبي جُهيم يسأله ماذا سمع من رسول الله ﷺ في المارّ بين يدي المصلي ؟ فقال أبو جُهيم : قال رسول الله ﷺ : " لو يعلم المارّ بين يدي المصلي ماذا عليه ؟ لكان أن يقف أربعين خير له من أن يمرّ بين يديه " قال أبو النصر : لا أدري أربعين يومًا ، أو شهرًا ، أو سنةً ..... وقد روي عن النبي ﷺ أنه قال : " لأن يقف أحدكم مائة عام خير له من أن يمرّ بين يدي أخيه وهو يصلي " . (۷۹/۱ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء في كراهية المرور بين يدي المصلي ، رقم الحديث : ۳۳۶ ، صحيح البخاري : كتاب الصلاة ، باب إثم المارّ بين يدي المصلي ، رقم الحديث : ۵۱۰ ، صحيح مسلم : كتاب الصلاة ، باب منع المارّ بين يدي المصلي ، رقم الحديث : ۵۰۷)

ما في " أوجز المسالک إلى مؤطا مالک " : اتفق الجمهور على كراهية المرور بين يدي المصلي لما جاء فيه من الوعيد ، وصرحت كتب الشافعية كلها بأن المرور أمامه حرام ، وصرحت كتب الحنفية والمالكية بالإثم على المارّ .

(۲۵۶/۳ ، كتاب قصر الصلاة في السفر ، باب التشديد في أن يمرّ أحدٌ بين يدي المصلي ، تحت رقم الحديث : ۳۵۰)=

مفسدات الصلوۃ

بچوں کی صف کے سامنے سے گزرنا

مسئلہ (۴۱): بعض دفعہ بڑے آدمیوں کی صف میں خالی جگہ ہوتی ہے، اوراس کے پیچھے بچوں کی لمبی صف ہوتی ہے، ایسی صورت میں اگلی صف میں موجود خالی جگہ پُرکرنے کے لیے بڑے آدمی کو بچوں کی اُس صف کے سامنے سے گزرنا پڑتا ہے، تو بڑے آدمی کے لیے بچوں کی صف کے سامنے سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے، کیوں کہ یہ گزرنا ضرورۃً ہے، البتہ بلاضرورت ان کے سامنے سے گزرنا بھی جائز نہیں ہے، کیوں کہ اُن کی نماز بھی شرعاً نماز ہے۔[1]

= ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وإن أثم المارّ) لحديث البزار : " لو يعلم المارّ ماذا عليه من الوزر لوقف أربعين خريفًا " . (۲/۳۹۹، ۴۰۰، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب : إذا قرأ قوله تعالى : جدّک بدون ألف لا تفسد)
ما في " الأشباه والنظائر للسيوطي " : " الواجب لا يترک إلا لواجب " .
(۱/۳۱۶، الكتاب الثاني ، القاعدة الثالثة والعشرون)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي القنية : قام آخر صف وبين الصفوف مواضع خالية ، فللداخل أن يمرّ بين يديه ليصل الصفوف ، لأنه أسقط حرمة نفسه فلا يأثم المارّ بين يديه — دل ما في الفردوس عن ابن عباس عنه ﷺ " من نظر إلى فرجة في صف فليسدّها بنفسه ، فإن لم يفعل فمرّ مارّ فليتخط على رقبته فإنه لا حرمة له " أي فليتخط المارّ على رقبة من لم يسدّ الفرجة .
(۲/۳۱۳، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، بيروت)
وفيه : كمن صلى خلف فرجة الصف فلا يمنعون من المرور لتعديه ، فليتأمل ، .....
قلت : وليس المراد بالتخطي الوطء على رقبته لأنه قد يؤدى إلى قتله ولا يجوز ، بل المراد أن يخطو من فوق رقبته ، وإذا كان له ذلک فله أن يمرّ من بين يديه بالأولى .
(۲/۴۰۰، ۴۰۱، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، بيروت)=

فصل فی السنن والنوافل

سنن ونوافل کیوں اور کس لیے؟

مسئلہ (۴۲): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فرض اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور سنتیں نبی پاک ﷺ کے لیے ہیں، اُن کا یہ خیال غلط ہے، نماز چاہے فرض ہو، یا سنت ونفل، سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں[۱]، البتہ سنن ونوافل، فرض نماز میں، خشوع وخضوع میں جو کمی رہ جاتی ہے اس کو پورا کرنے کے لیے ہیں، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ قیامت کے دن جب نمازوں کا حساب ہوگا، تو بندے کی فرض نماز میں جو کوتاہی اور کمی ہوگی اُس کو سنن ونوافل کے ذریعہ پورا کیا جائے گا۔[۲]

= ما في " النهر الفائق " : ولو وجد فرجة في الأول والثاني كان له أن يخرق الثاني ويصلي في الأول لأنه لا حرمة له . (۱/ ۲۴۶ ، باب الإمامة والحدث في الصلاة)

ما في " مراقي الفلاح " : وإذا وجد فرجة في الصف الأول دون الثاني فله خرقه لتركهم سدّ الأول . (ص/ ۱۱۴ ، فصل في الأحق بالإمامة وترتيب الصفوف)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۵/ ۱۱۲، فتاویٰ محمودیہ: ۹/ ۴۶۱-۴۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأقم الصلوة لذكري﴾ . (طه : ۱۴)

ما في " تفسير المظهري " : (لذكري) ..... فإن الصلاة بجميع أجزائه ذكر له تعالى واشتغال به بالقلب واللسان والجوارح . (۶/ ۵۷ ، مكتبه زكريا بكڈپو ديوبند)

ما في " فتح الباري " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ...... وما تقرّب إليّ عبدي بشيء أحبّ إليّ مما افترضتُ عليه ، وما يزالُ عبدي يتقرّبُ إليّ بالنوافل=

= حتى أحبّه .... " الحديث . [بخاري] (۱۱/۳۴۰ – ۳۴۱ ، ط : السلفية ، جامع العلوم والحكم لإبن رجب : ص/۳٦۱ ، ط : دار المعرفة بيروت ، الحديث الثامن والثلاثون ، الموسوعة الفقهية : ۴۱/۱۰۱ – ۱۰۲)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : (عن أبي هريرة قال) : سمعتُ رسول الله ﷺ يقول : " إنّ أول ما يُحاسَبُ به العبدُ يوم القيامة مِن عمله صلوته ، فإن صلُحت فقد أفلح وأنجح ، وإن فسدت فقد خابَ وخسِرَ ، فإن انتقص مِن فريضته شيء ، قال الرب عزّ وجلّ : " انظروا – هل لعبدي مِن تطوعٍ فيُكمَّلُ بها ما انتقص من الفريضة ؟ " ثم يكون سائر عمله على ذلك " . (۱/۳۰۸ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء أن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة ، رقم الحديث : ۴۱۴ ، باب "۳۰۵" ، بيروت ، ۲/۲۷۰ ، ط : الحلبي ، السنن لأبي داود : ۱/۵۴۰ ، ۵۴۱ ، ط : الحمص ، سنن ابن ماجه : ۱/۴۵ ، ط : عيسى الحلبي)

ما في " العرف الشذي " : وقيل : إنها تكافئ الفريضة ثم في حديث : " أن سبع مائة نافلة تكافئ فريضة واحدةً " . (۱/۳۹۲ ، رقم الحديث : ۴۱۳ ، احياء التراث العربي بيروت)

ما في " عارضة الأحوذي " : يحتمل أن يكون يكمل له ما نقص من فرض الصلاة وأعدادها بفضل التطوع ، ويحتمل ما نقصه من الخشوع . اهـ .

(۱/۱۷۵ ، رقم الحديث : ۴۱۳ ، بيروت)

ما في " تحفة الأحوذي " : قال العراقي في " شرح الترمذي " : يحتمل أن يراد به : ما انتقصه من السنن ، والهيئات المشروعة فيها من الخشوع والأذكار والأدعية وأنه يحصل له ثواب ذلك في الفريضة وإن لم يفعله فيها ، وإنما فعله في التطوع ، ويحتمل أن يراد به : ما انتقص أيضًا من فروضها وشروطها ، ويحتمل أن يراد : ما ترك من الفرائض رأسًا فلم يصله ، فيعوض عنه من التطوع ، والله سبحانه وتعالى يقبل من التطوعات الصحيحة عوضًا عن الصلوات المفروضة . انتهى .

(۲/۴۷۷ ، رقم الحديث : ۴۱۳ ، احياء التراث العربي ، مؤسسة التاريخ العربي ، الموسوعة الفقهية : ۴۱/۱۰۲ – ۱۲/۱۵۰ ، جُبرانُ الفرائض ، حاشية الصاوي على الشرح الصغير : ۱/۱۴۵ ، ط : مصطفى الحلبي)

کن اوقات میں نفل ممنوع ہے؟

مسئلہ (۴۳): طلوعِ فجر یعنی صبح صادق کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک فجر کی فرض اور دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے علاوہ تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو اور دیگر نوافل پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح عصر اور مغرب کے درمیان بھی نفل پڑھنا مکروہ اور منع ہے (۱)، البتہ فجر کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے کچھ پہلے تک اور عصر کے بعد سورج کے زرد ہونے سے پہلے تک قضا نماز، نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت جائز ہے (۲) مگر سورج کے طلوع کے وقت اور اس کے زرد ہونے کی حالت میں قضا نماز، نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت جو اس سے پہلے واجب ہو چکا تھا، جائز نہیں (۳)، ہاں! اگر جنازہ اسی وقت آیا، یا آیتِ سجدہ اسی وقت میں پڑھی، تو نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت کراہتِ تنزیہی کے ساتھ درست ہے (۴)، اس لیے سجدۂ تلاوت کو مؤخر کرنا بہتر ہے، مگر نمازِ جنازہ کو مؤخر نہیں کیا جائے گا۔ (۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : شهد عندي رجالٌ مرضيّون فيهم عمر بن الخطاب وأرضاهم عندي عمر – أن النبي ﷺ قال : " لا صلوة بعد صلوة الصبح حتى تطلع الشمس ، ولا صلوة بعد صلوة العصر حتى تغرب الشمس " . (ص/ ۱۸۱ ، كتاب الصلاة ، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة ، مكتبة دار السلام سهارنفور)

ما في " المعجم الكبير للطبراني " : عن ابن عمر ، عن حفصة قالت : " كان رسول الله ﷺ إذا طلع الفجر لا يصلي إلا ركعتين " .

(۲۱۳/۲۳ ، رقم الحديث : ۳۸۵ ، احياء التراث العربي)=

= ما في " الاختيار لتعليل المختار " : ولا يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس ولا بعد العصر حتى تغرب ولا بعد طلوع الفجر بأكثر من ركعتي الفجر . المختار . وفي الاختيار : وقال : (ولا يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس ولا بعد العصر حتى تغرب) لحديث أبي سعيد الخدري : " أن النبي ﷺ نهى عن الصلاة في هذين الوقتين" . (۱/ ۶۲ ، فصل الأوقات المنهى عن الصلاة فيها ، ط : دار الأرقم بن أبي الأرقم)

ما في " بداية المجتهد " : اتفق العلماء على أن ثلاثة من الأوقات منهى عن الصلاة فيها : وهي وقت طلوع الشمس ووقت غروبها ، ومن لدن تصلى صلاة الصبح حتى تطلع الشمس . (۱/ ۷۳ ، الفصل الثاني من الباب الأول ، ط : مکتبه علمیه لاهور)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وكره نفل) قصدًا ولو تحية مسجد ...... (بعد صلاة فجر و) صلاة (عصر) . اهـ . (۲/ ۳۶ ، ۳۷ ، بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۵۳ ، الفصل الثالث في بيان الأوقات الخ ، كذا في مختصر الوقاية : ۱/ ۱۰۱ ، كتاب الصلاة ، تبيين الحقائق : ۱/ ۲۳۴ ، النهر الفائق : ۱/ ۱۶۸ ، الجوهرة النيرة : ۱/ ۸۴ ، باب الأوقات التي تكره فيها الصلاة ، مکتبه حقانیه)

(۲) ما في " الاختيار لتعليل المختار " : ويجوز أن يصلي في هذين الوقتين الفوائت ويسجد للتلاوة .... لأن النهي لمعني في غيره ، وهو شغل جميع الوقت بالفرض ، إذ ثواب الفرض أعظم ، فلا يظهر النهي في حق فرض مثله .

(۱/ ۶۲ ، فصل الأوقات المنهي عن الصلاة فيها ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۵۳)

ما في " بدائع الصنائع " : ولا تكره الصلاة على الجنازة بعد صلاة الفجر وبعد صلاة العصر قبل تغيّر الشمس ، لأن الكراهة في هذه الأوقات ليست لمعنى في الوقت . اهـ. (۱/ ۳۱۵ ، بيروت)

(۳) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وكره) تحريمًا .... (صلوة) مطلقًا ، (ولو) قضاء أو واجبة أو نفلا أو (على جنازة وسجدة تلاوة وسهو) .... (مع شروق) .... (واستواء) .... (وغروب إلا عصر يومه) . (۲/ ۳۰ – ۳۵ ، بيروت)=

= ما في " الفتاوى الهندية " : ثلاث ساعاتٍ لا تجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة : إذا طلعت الشمس حتى ترتفع ، وعند الانتصاف إلى أن تزول ، وعند احمرارها إلى أن تغيب . (١/٥٢ ، الفصل الثالث ، كذا في بداية المجتهد : ١/٧٣)

(٤) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وسجدة تلاوة وصلاة جنازة تليت) الآية (في كامل وحضرت) الجنازة (قبل) لوجوبه كاملا ، فلا يتأدى ناقصًا ، فلو وجبتا فيها لم يكره فعلهما : أي تحريمًا . وفي التحفة : الأفضل أن لا تؤخر الجنازة . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (أي تحريمًا) أفاد ثبوت الكراهة التنزيهية . قوله : (وفي التحفة الخ) هو كالاستدراك على مفهوم قوله : " أي تحريمًا " فإنه إذا كان الأفضل عدم التاخير في الجنازة فلا كراهة أصلا ، وما في التحفة أقرّه في البحر والنهر والفتح والمعراج لحديث : " ثلاثٌ لا يؤخّرنَ : منها الجنازة إذا حضرت " . وقال في شرح المنية : والفرق بينها وبين سجدة التلاوة ظاهر ، لأن التعجيل فيها مطلوب مطلقًا إلا لمانع ، وحضورها في وقت مباح مانع من الصلاة عليها في وقت مكروه ، بخلاف حضورها في وقت مكروه بخلاف سجدة التلاوة ، لأن التعجيل لا يستحب فيها مطلقًا . اهـ : أي بل يستحب في وقت مباح فقط ، فتثبت كراهة التنزيه في سجدة التلاوة دون صلاة الجنازة .

(٢/٣٥ ، كتاب الصلاة ، مطلب : يُشترط العلم بدخول الوقت ، دار الكتب العلمية)

ما في " الفتاوى الهندية " : أما لو وجبتا في هذا الوقت وأديتا فيه جاز ، لأنها أديت ناقصة كما وجبت . كذا في السراج الوهاج . وهكذا في الكافي والتبيين . (١/٥٢)

(٥) ما في " الفتاوى الهندية " : لكن الأفضل في سجدة التلاوة تأخيرها ، في صلاة الجنازة التأخير مكروه . هكذا في التبيين . (١/٥٢)

(فتاویٰ رحیمیہ :۴/۸۵، کراچی، آپ کے مسائل اوران کا حل :۳/۲۰۱، تخریج شدہ جدید ایڈیشن)

نمازِ اشراق

مسئلہ (۴۴): حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، پھر وہ اُسی جگہ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی، تو اس کے لیے حج وعمرہ کے برابر ثواب ہوگا، ان دو رکعتوں کا وقت سورج کے طلوع سے تقریباً پندرہ منٹ گزرنے پر (جب کہ شعاع صاف ہوجاتی ہے کہ اس پر نظر نہ ٹھہر سکے) شروع ہوجاتا ہے، اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے، البتہ شروع وقت میں پڑھنا افضل ہے، اشراق کی کم ازکم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ چار رکعتیں ہیں۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : " من صلى الغداة في جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس ، ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة " . قال : قال رسول الله ﷺ : " تامّة تامّة تامّة " .
(۱/۱۳۰ ، أبواب السفر ، باب ذكر ما يستحب من الجلوس في المسجد بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس ، رقم الحديث : ۵۸۶ ، مشكوة المصابيح : ص/۸۹ ، كتاب الصلاة ، باب الذكر بعد الصلاة ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۹۷۱)
وفيه أيضًا : عن عاصم بن ضمرة قال : سألنا علياً عن صلاة رسول الله ﷺ من النهار ؟ فقال : إنكم لا تطيقون ذلك ، فقلنا : من أطاق ذلك منا ؟ فقال : " كان رسول الله ﷺ إذا كانت الشمس من ههنا كهيئتها من ههنا عند العصر صلى ركعتين ، وإذا كانت الشمس من ههنا كهيئتها من ههنا عند الظهر صلى أربعًا ويصلي قبل الظهر أربعًا " . الحديث . (۱/۱۳۱ ، أبواب السفر ، باب كيف كان يتطوع النبي ﷺ بالنهار)=

....

....

....

....

= ما في " نفع قوت المغتذي على هامش الترمذي " : قوله : (إذا كانت الشمس) أي مرتفعة . قوله : (من ههنا) أي من المشرق (كهيئتها من ههنا) أي المغرب (عند العصر صلى ركعتين) وهي صلاة الإشراق .

(۱/۱۳۱ ، أبواب السفر ، باب كيف كان يتطوع النبي ﷺ بالنهار)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وفي عميرة قال الإسنوي : ذكر جماعة من المفسرين أن صلاة الضحى هي صلاة الإشراق المشار إليها في قوله تعالى : ﴿يسبّحن بالعشيّ والإشراق﴾ أي يصلين ، لكن في الإحياء أنها غيرها ، وأن صلاة الإشراق ركعتان بعد طلوع الشمس عند زوال وقت الكراهة . (۱۳۳/۲۷ ، صلاة الإشراق)

ما في " المعجم الكبير للطبراني " : عن ابن عباس قال : كنت أمر بهذه الآية فما أدري ما هي ؟ قوله : ﴿بالعشيّ والإشراق﴾ حتى حدثتني أم هانئ بنت أبي طالب أن رسول الله ﷺ دخل عليها فدعا بوضوء في جفنة فكأني أنظر إلى أثر العجين فيها ، فتوضأ ثم قام فصلى الضحى فقال : " يا أم هانئ ! هذه صلاة الإشراق " .

(۴۰٦/۲۴ ، ما روي ابن عباس عن أم هانئ)

ما في " اعلاء السنن " : قال العلامة سراج أحمد في شرح الترمذي له ان المتعارف في أول النهار صلاتان الأولى بعد طلوع الشمس وارتفاعها قدر رمح أو رمحين ، ويقال لها : صلاة الإشراق .

(۳۲/۷ ، باب النوافل والسنن ، تحت رقم الحديث : ۱۷۷٦)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/ ۲۸۵،احسن الفتاویٰ:۳/ ۴٦۵)

نمازِ چاشت

مسئلہ (۴۵): نمازِ چاشت کا وقت، اشراق کی نماز کے بعد متصل شروع ہوکر، زوال سے پہلے تک ہے، لیکن اس کا افضل وقت دن کا ایک چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد ہے، مثلاً آج کل صبح صادق ساڑھے پانچ بجے اور غروبِ آفتاب پانچ بج کر پچاس منٹ پر ہے، تو چاشت کا افضل وقت تقریباً پونے نو بجے سے شروع ہوتا ہے، چاشت کی نماز کم ازکم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا عام معمول مبارک چار رکعت نمازِ چاشت ادا کرنے کا تھا، اس لیے کم ازکم چار رکعت نمازِ چاشت ادا کرنا چاہیے، اور آٹھ رکعتیں پڑھنا افضل ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن عاصم بن ضمرة قال : سألنا علياً عن صلاة رسول الله ﷺ من النهار؟ فقال : إنكم لا تطيقون ذلک ، فقلنا : من أطاق ذلک منا ؟ فقال : " كان رسول الله ﷺ إذا كانت الشمس من ههنا كهيئتها من ههنا عند العصر صلى ركعتين ، وإذا كانت الشمس من ههنا كهيئتها من ههنا عند الظهر صلى أربعًا ويصلي قبل الظهر أربعًا " . الحديث .

(۱/۱۳۱ ، أبواب السفر ، باب كيف كان يتطوع النبي ﷺ بالنهار)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عبد الله بن الحارث بن نوفل قال : سألت وحرصت على أن أجد أحدا من الناس يخبرني أن رسول الله ﷺ سبّح سُبحة الضحى ، فلم أجد أحدا يحدثني ذلک غير أم هانئ بنت أبي طالب أخبرتني " أن رسول الله ﷺ أتى بعد ما ارتفع النهار يوم الفتح فأتى بثوب فستر عليه فاغتسل ثم قام فركع ثمان ركعات " . الحديث .

وفيه أيضًا : عن عائشة قالت : " كان رسول الله ﷺ يصلي الضحى أربعًا ويزيد ما شاء الله " . =

= وفيـه أيـضًـا : عن أبي ذر عن النبي ﷺ قال : " يصبح على كل سلامى من أحدكم صدقة فكل تسبيحة صدقة وكل تحميد صدقة وكل تهليلة صدقة وكل تكبيرة صدقة وأمـر بالمعروف صدقة ، ونهي عن المنكر صدقة ويجزئ من ذلك ركعتان يركعهما مـن الضحى " . (۱/ ۲۴۹ ، ۲۵۰ ، كتاب صلاة المسافرين وقصرها ، باب استحباب صلاة الضحى وإن أقلها ركعتان وأكملها ثمان ركعات وأوسطها أربع ركعات أو ست والحث على المحافظة عليها ، رقم الحديث : ۱۶۶۲ ، ۱۶۶۴ ، ۱۶۶۸ ، صحيح البخاري : ۱/ ۱۵۷ ، كتاب التهجد ، باب صلاة الضحى في السفر)

مـا في " جامع الترمذي " : عن أنس بن مالك قال : قال رسول الله ﷺ : " من صلى الضحى ثنتي عشرة ركعة بنى الله له قصرًا في الجنة من ذهب " .

وفيه أيضًا : عن أبي الدرداء وأبي ذر ، عن رسول الله ﷺ ، عن الله تبارك وتعالى أنه قال : " ابن آدم ! اركع لي أربع ركعات من أول النهار أكفك آخره " .

وفيـه أيضًا : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " من حافظ على شفعة الضحى غـفـر لـه ذنـوبـه وإن كانت مثل زبد البحر " . (۱/ ۱۰۸ ، أبواب صلاة الوتر ، باب ما جاء في صلاة الضحى ، رقم الحديث : ۴۷۳ ، ۴۷۵ ، ۴۷۶)

مـا في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وندب أربع فصاعدا في الضحى على الصحيح مـن بـعـد الـطلوع إلى الزوال ، ووقتها المختار بعد ربع النهار ، وفي " المنية " : أقلها ركعتان وأكثرها اثنتا عشر ، وأوسطها ثمان وهو أفضلها كما في " الذخائر الأشرفية " لثبوته بفعله وقوله عليه الصلاة والسلام وأما أكثرها فيقوله فقط .

(۲/ ۴۰۴ ، ۴۰۵ ، باب الوتر والنوافل ، مطلب سنة الضحى)

مـا فـي " حـاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وندب صلاة الضحى على الراجح وهي أربع ركعات لما روينا قريبًا عن عائشة رضي الله عنها أنه عليه السلام كان يصلي الـضـحـى أربع ركعات ويزيد ما شاء ، فلذا قلنا : ندب أربع فصاعدا في وقت الضحى وابتداؤه من ارتفاع الشمس إلى قبيل زوالها فيزيد على الأربع إلى ثنتي عشرة ركعة . (ص/ ۳۹۵ ، بـاب الـوتـر وأحـكامه ، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي ، اعلاء السنن : ۷/ ۳۶ – ۳۸)

(احسن الفتاویٰ:۳/ ۴۶۷،خیر الفتاویٰ:۲/ ۴۸۷،کتاب الفتاویٰ:۲/ ۳۶۲،۳۶۳)

نمازِ اوّابین

مسئلہ (۴۶): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھی اور درمیان میں کوئی بری بات نہ کہی، تو یہ اس کے لیے بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوں گی [۱]، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھی اللہ پاک اس کے لیے جنت میں ایک محل بنادیں گے [۲]، اوابین کی تعداد کم از کم چھ اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں ہیں، مغرب کی دو سنتیں اوابین میں داخل ہیں [۳]، اس لیے اگر کوئی شخص دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے علاوہ چار رکعت یا اٹھارہ رکعات اوابین پڑھتا ہے، تو وہ بھی اِس ثواب کا مستحق ہوگا، اوابین کا وقت مغرب کے بعد سے عشا سے پہلے تک ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " من صلى بعد المغرب ستّ ركعات لم يتكلّم فيما بينهنّ بسوءٍ عُدِلن له بعبادة ثنتي عشرة سنة". (۱/۹۸ ، كتاب الصلاة ، باب ما جاء في فضل التطوع وستّ ركعات بعد المغرب ، رقم الحديث : ۴۳۵)

(۲) ما في " شرح الطيبي " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من صلى بعد المغرب عشرين ركعة بنى الله له بيتًا في الجنة " . رواه الترمذي . (۳/۸۹ ، كتاب الصلاة ، باب السنن وفضائلها ، رقم الحديث : ۱۱۷۴)=

....

....

....

....

= (۳) ما في " شرح الطيبي " : المفهوم من الحديث : أن الستّ المذكورة فيه والعشرين في الحديث الآتي هي مع الركعتين الراتبتين .

(۳/ ۸۹ ، كتاب الصلاة ، باب السنن وفضائلها ، رقم الحديث : ۱۱۷۳)

ما في " مرقاة المفاتيح " : المفهوم أن الركعتين الراتبتين داخلتان في الستّ ، وكذا في العشرين المذكورة في الحديث الآتي قاله الطيبي ، فيصلي المؤكدتين بتسليمة وفي الباقي بالخيار .... قال ابن الملك عن ابن عباس : الصلاة بين المغرب والعشاء صلاة الأوّابين . (۳/ ۲۲٦ ، كتاب الصلاة ، باب السنن وفضائلها)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وستّ بعد المغرب ليكتب من الأوّابين بتسليمة أو ثنتين أو ثلاث والأول أدوم وأشقّ ، وهل تحسب المؤكدة من المستحب ويؤدي الكل بتسليمة واحدة ؟ اختار الكمال : نعم . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (اختار الكمال نعم) ذكر الكمال في " فتح القدير " أنه وقع الاختلاف بين أهل عصره في أن الأربع المستحبة هل هي أربع مستقلة غير ركعتي الراتبة أو أربع بهما ، وعلى الثاني هل تؤدي معهما بتسليمة واحدة أو لا ؟ فقال جماعة : لا ، واختار هو أنه إذا صلى أربعا بتسليمة أو بتسليمتين وقع عن السنة والمندوب ، وحقق ذلك بما لا مزيد عليه ، وأقره في شرح المنية والبحر والنهر .

(۲/ ۳۹۳ ، ۳۹۴ ، باب الوتر والنوافل ، مطلب في السنن والنوافل ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/ ۳۹۰ ، ۳۹۱ ، فصل في بيان النوافل)

(احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴٦٦)

نمازِ تہجد

مسئلہ (۴۷): نفل نمازوں میں سنتِ مؤکدہ کے بعد تہجد کی نماز افضل ترین نماز ہے (۱)، تہجد کی کم سے کم مقدار دو رکعت ہے، متوسط درجہ چار رکعت پڑھنا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ آٹھ رکعت پڑھی جائے، نمازِ عشاء کے بعد سے فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے پہلے تک کسی بھی وقت تہجد ادا کی جاسکتی ہے، البتہ رات کے آخری تہائی حصہ میں تہجد پڑھنا افضل ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرّم ، وأفضل الصلوة بعد الفريضة صلاة الليل " .

(۱/۳٦۸ ، كتاب الصيام ، باب فضل صوم المحرم ، رقم الحديث : ۲۷۴۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وفي الحصن : أفضل الصلاة بعد المكتوبة الصلاة في جوف الليل ، رواه مسلم عن أبي هريرة . قال ميرک : فيه حجة لأبي إسحاق المروزي من الشافعية على أن صلاة الليل أفضل من السنن الرواتب ، وقال أكثر العلماء : الرواتب أفضل ، والأول أقوى لنص هذا الحديث وقد يجاب بأن معناه من أفضل الصلاة وهو خلاف سياق الحديث ، وقد يقال : التهجد أفضل من حيث زيادة مشقته على النفس وبعده عن الرياء ، والرواتب أفضل من حيث الآكدية في المتابعة للمفروضة فلا منافاة . (۳/ ۲۸۱ ، كتاب الصلاة ، باب التحريض على قيام الليل ، الفصل الثالث ، تحت رقم : ۱۲۳٦)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه أخبره أنه سأل عائشة : كيف كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان ؟ فقالت : " ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم =

نمازِ وتر

مسئلہ (۴۸): اگر کسی شخص کو تہجد میں اٹھنے کا بھروسہ ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ تہجد کی نماز کے بعد وتر پڑھے، اور اگر بھروسہ نہ ہو تو عشا کی سنتوں کے ساتھ ہی پڑھ لینا ضروری ہے۔(۱)

= يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة يصلي أربعا فلا تسأل عن حسنهنّ وطولهنّ ثم يصلي أربعا فلا تسأل عن حسنهنّ وطولهنّ ثم يصلي ثلثا ''.

(۱/۱۵۴، كتاب التهجد، باب قيام النبي ﷺ في رمضان وغيره)

ما في '' معارف السنن '' : وقوله : (وأفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل) قال الراقم : والظاهر أن هذه الأفضلية بالنسبة إلى عامة النوافل النهارية والليلة ما عدا الرواتب والوتر، وأما الوتر فهي تبع للعشاء، وأما الرواتب فهي تابعة للفرائض، ولا ريب أن صلاة الليل غير واجبة ولا سنة مؤكدة عند الجمهور .

(۴/۱۲۹، باب ما جاء في فضل صلاة الليل)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : وصلاة الليل وأقلها على ما في الجوهرة ثمان ولو جعله أثلاثا فالأوسط أفضل ولو انصافا فالأخير أفضل . الدر المختار . قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : أقول : فينبغي القول بأن أقل التهجد ركعتان، وأوسطه أربع، وأكثره ثمان . (۲/۴۰۸، باب الوتر والنوافل، مطلب في صلاة الليل)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الصحيح لمسلم '' : عن عائشة قالت : '' مِن كل الليل قد أوتر رسول الله ﷺ من أول الليل وأوسطه وآخره فانتهى وتره إلى السحر '' .

(۱/۲۵۵، كتاب الصلاة، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل الخ)=

....

....

....

....

= وفيه أيضًا : عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ : " من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله ، ومن طمع أن يقوم آخره فليوتر آخر الليل ، فإن صلاة آخر الليل مشهودة ، وذلک أفضل " . (۱/۲۵۸ ، كتاب صلاة المسافرين وقصرها ، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل وان الوتر ركعة ، رقم الحديث : ۷۵۵)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتاخير الوتر إلى آخر الليل لواثق بالانتباه وإلا فقبل النوم . (۲/۲٦ ، كتاب الصلاة ، قبيل يشترط العلم بدخول الوقت)

ما في " الفتاوى الهندية " : وكذا تاخير العشاء إلى ثلث الليل والوتر إلى آخر الليل لمن يثق بالانتباه ، ومن لم يثق بالانتباه أوتر قبل النوم ، هكذا في التبيين .

(۱/۵۲ ، كتاب الصلاة ، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : واتفق الفقهاء على أنه يسن جعل الوتر آخر النوافل التي تصلى بالليل لقول النبي ﷺ : " اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترًا " . فإن أراد من صلى العشاء أن يتنفل يجعل وتره بعد النفل ، وإن كان يريد أن يتهجد أن يقوم من آخر الليل ، فإنه إذا وثق باستيقاظه أواخر الليل يستحب له أن يؤخر وتره ليفعله آخر الليل ، وإلا فيستحب تقديمه قبل النوم ، لحديث " من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله ، ومن طمع أن يوقم آخره فليوتر آخر الليل ، فإن صلاة آخر الليل مشهودة ، وذلک أفضل " . (۲۷/۲۹۳ ، صلاة الوتر ، وقت الوتر)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۲۱۳)

اَجی ! یہ تو سنت ہے، فرض تو ہے نہیں !

مسئلہ (۴۹): بعض لوگ باتوں باتوں میں کہہ دیتے ہیں:-''اَجی ! یہ تو سنت ہے، فرض تو ہے نہیں- کہ اس کے چھوڑنے پر گناہ ملے گا''-اگر وہ سنت کو ہلکا سمجھ کر ایسا کہتے ہیں تو یہ بڑی خطرناک بات ہے، ایسا کہنے سے ڈرنا اور بچنا چاہیے (۱)، البتہ اتنی بات حقیقت ہے کہ سنت کا درجہ فرض کے برابر نہیں (۲)، لیکن جو سنتیں مؤکدہ ہیں، عملی اعتبار سے وہ واجب کے درجہ میں ہیں، بلا عذر اُن کا چھوڑ دینا گناہ ہے، اوران کو چھوڑنے پر اصرار کرنا یہ گناہ کی سنگینی کومزید بڑھاتا ہے، تارکِ سنت یعنی سنت کو چھوڑنے والا مستحقِ عقاب قرار پاتا ہے (۳)، آپ ﷺ نے اپنی سنت کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا ہے، اوراس سے اعراض ورُوگردانی کرنے والے کے متعلق فرمایا کہ-''وہ مجھ سے نہیں ہے''۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' مجمع الأنهر'' : ومن استخف بسنة أو حديث من أحاديثه صلى الله عليه الصلاة والسلام أو ردّ حديثًا متواترًا ، أو قال سمعناه كثيرًا بطريق الاستخفاف كفر .
(۲/۵۰٦ ، كتاب السير والجهاد ، باب المرتد ، ثم ان ألفاظ الكفر أنواع ، الثاني في الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، البحر الرائق :۵/۲۰۴ ، كتاب السير ، باب أحكام المرتدّين)

(۲) ما في '' الموسوعة الفقهية'' : وقال ابن عابدين : إن المشروعات أربعة أقسام : فرض ، وواجب وسنة ونفل ، فما كان فعله أولى من تركه مع منع الترك إن ثبت بدليل قطعي ففرض ، أو بظني فواجب ، وبلا منع الترك ، إن كان مما واظب عليه الرسول ﷺ أو الخلفاء الراشدون من بعده فسنة ، وإلا فمندوب ونفل .
(۲۵/۲٦۵ ، سنة ، الأحكام المتعلقة بالسنة)=

....

....

....

....

= (٣) ما في " الموسوعة الفقهية " : وصرح الحنفية : أن تارك السنن الرواتب يستوجب اساءة وكراهية ، وفسر ابن عابدين استيجاب الإساءة بالتضليل واللوم ، وقال صاحب كشف الأسرار : الإساءة دون الكراهة ، وقال ابن نجيم : الإساءة أفحش من الكراهة ، وفي التلويح : ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام .
(٢٥/ ٢٧٦ ، السنن الرواتب ، الحكم التكليفي لأداء السنن الرواتب)
ما في " مشكوة المصابيح " : وعن العرباض بن سارية قال : صلى بنا رسول الله ﷺ ذات يوم ، ثم أقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة ، ذرفت منها العيون ، ووجلت منها القلوب .... فقال : "أوصيكم بتقوى الله ، والسمع والطاعة وإن كان عبدًا حبشيًا ، فإنه من يعيش منكم بعدي فسيرى اختلافًا كثيرًا ، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين ، تمسّكوا بها وعضّوا عليها بالنواجذ ..". الحديث .
(ص/ ٢٩ ، ٣٠ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الثاني ، رقم الحديث :١٦٣)
ما في " الصحيح لمسلم " : عن أنس رضي الله عنه أن نفرًا من أصحاب النبي ﷺ سألوا أزواج النبي ﷺ عن عمله في السرّ ، فقال بعضهم : لا أتزوج النساء ، وقال بعضهم : لا آكل اللحم ، وقال بعضهم : لا أنام على فراش ، فحمد الله وأثنى عليه فقال : " ما بال أقوام قالوا كذا وكذا ، لكني أصلي وأنام ، وأصوم وأفطر ، وأتزوج النساء ، فمن رغِب عن سنتي فليس مني " . (١/ ٤٤٩ ، كتاب النكاح ، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه ووجد مؤنة الخ ، صحيح البخاري : ٢/ ٧٥٧ ، كتاب النكاح ، باب الترغيب في النكاح ، رقم الحديث :٥٠٦٣)

۲۰ رکعات تراویح بدعتِ حسنہ

مسئلہ (۵۰): دین میں کسی نئی چیز کی ایجاد کی اصل شریعت میں موجود ہو، تو اسے بدعتِ حسنہ کہا جاتا ہے، اور اگر اصل موجود نہیں تو اُسے بدعتِ سیئہ کہا جاتا ہے(۱)، مگر بدعت کی یہ تقسیم باعتبار لغت ہے، ورنہ شرعی معنی کے اعتبار سے بدعت، بدعتِ سیئہ ہی ہوتی ہے، حسنہ نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نئے نظام کے تحت مسجدِ نبوی ﷺ میں لوگوں کو ایک امام کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر جو ارشاد فرمایا تھا: " **نعمت البدعة هذه** " یہ باعتبار معنیٔ لغوی ہے، کہ اس کی اصل موجود ہے، اور وہ آپ ﷺ کا دو یا تین دن باجماعت نمازِ تراویح پڑھانا ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : (البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل دينًا قويمًا وصراطًا مستقيمًا . (۲/۲۹۹ ، باب الإمامة ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

وفيه أيضًا : قوله : (أي صاحب البدعة) أي محرمة ، وإلا فقد تكون واجبة ، كنصب الأدلة للرد على أهل الفرق للضالّة ، وتعلّم النحو المفهم للكتاب والسنة ، ومندوبة كإحداث نحو رباط ومدرسة ، وكل إحسان لم يكن في الصدر الأول ، ومكروهة كزخرفة المساجد ، ومباحة كالتوسع بلذيذ المآكل والمشارب والثياب كما في شرح الجامع الصغير للمناوي عن تهذيب النووي ، وبمثله في الطريقة المحمدية للبركلي . (۲/۲۹۹ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

(۲) ما في " الفتاوى الحديثية " : وقول عمر رضي الله عنه في التراويح : نعمت البدعة هي ، أراد البدعة اللغوية ، وهو ما فعل على غير مثال كما قال تعالى : ﴿قل ما كنت بدعًا من الرسل﴾ . [الأحقاف : ۹] ، وليست بدعة شرعًا فإن البدعة الشرعية=

فصل فی سجدۃ السهو

سری نماز میں جہری قرأت

مسئلہ (۵۱): اگر امام سری نماز مثلاً ظہر یا عصر میں بھول کر بلند آواز سے قرأت شروع کردے، اور مقتدیوں کے لقمہ دینے یا خود کو یاد آنے پر خاموش ہوجائے، تو اگر تین آیتوں سے کم قرأت کی تھی، تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اور اگر تین آیتوں یا اس کی مقدار قرأت کی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، خواہ یہ تین آیتیں سورۂ فاتحہ کی ہو یا ضم سورہ کی۔ (۱)

= ضلالة كما قال ﷺ ، قال : ومن قسمها من العلماء إلى حسن وغير حسن فإنما قسم البدعة اللغوية ، ومن قال : كل بدعة ضلالة ، فمعناه البدعة الشرعية .

(ص/ ۳۷۰ ، مطلب في أن البدعة الشرعية لا تكون إلا ضلالة بخلاف اللغوية)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۴/۵، مکتبہ محمودیہ میرٹھ، فتاویٰ دارالعلوم دیو بند، رقم الفتویٰ: ۴۱۰۲۷)

ما في " فتح الباري " : وأما البدع فهو جمع بدعة ، وهي كل شيء ليس له مثال تقدم فيشتمل لغة ما يحمد ويذم ، ويختص في عرف أهل الشرع بما يذم ، وإن وردت في المحمود فعلى معناها اللغوي . (۱۳/ ۳۴۰ ، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة ، باب ما يكره من التعمق والتنازع والغلو في الدين والبدع)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حلبي كبير " : ولو جهر الإمام فيما يخافت أو خافت فيما يجهر قدر ما تجوز به الصلاة يجب سجود السهو عليه وهو أي التقدير بمقدار ما تجوز به الصلاة هو الأصح وإلا ، أي وإن لم يكن ذلك مقدار ما تجوز به الصلاة فلا ، أي فلا يجب عليه سجود السهو . (ص/ ۴۵۷ ، فصل في سجود السهو)

باب الجمعة

جمعہ کے دن پہلی اذان کے بعد کسی کام میں مشغول ہونا

مسئلہ (۵۲): جمعہ کے دن پہلی اذان کے بعد جمعہ کی تیاری کے علاوہ کوئی بھی کام جائز نہیں ہے، خواہ دینی کام ہی کیوں نہ ہو۔ (۱)

ما في " الفتاوى الهندية " : لو جهر فيما يخافت أو خافت فيما يجهر وجب عليه سجود السهو واختلفوا في مقدار ما يجب به السهو منهما قيل يعتبر في الفصلين بقدر ما تجوز به الصلاة وهو الأصح ، ولا فرق بين الفاتحة وغيرها . (۱/۱۲۸ ، الباب الثاني عشر في سجود السهو ، البحر الرائق : ۲/۱۷۱ ، باب سجود السهو ، التنوير وشرحه مع الشامية : ۲/۳۷۵ ، ۳۷۶ ، باب سجود السهو) (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۸۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يايها الذين آمنوا إذا نودي للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع﴾ . (سورة الجمعة : ۹)

ما في " تفسير المظهري " : (وذروا البيع) أراد ترك ما يشغل عن الصلوة والخطبة وإنما خصّ البيع بالذكر لاشتغالهم غالبا بعد الزوال في الأسواق بالبيع والشراء . اهـ . (۹/۲۷۶ ، ط : زكريا بكڈپو ديوبند)

ما في " التنوير وشرحه " : (ووجب سعي إليها وترك البيع بالأذان الأول) ولو مع السعي . وفي الشامية : قوله : (وترك البيع) أراد به كل عمل ينافي السعي وخصّه اتباعًا للآية . نهر . (۳/۳۵ ، مطلب في حكم المرقي بين يدي الخطيب)

ما في " بيان القرآن " (إذا نودي للصلوة) نودي سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزولِ آیت کے وقت تھی ، یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے، کیوں کہ یہ اذانِ اول صحابہ کے اجماع سے بعد میں مقرر ہوئی ہے، لیکن حرمتِ بیع میں حکم اُس کا بھی مثل حکم اذانِ قدیم کے ہے، کیوں کہ اشتراکِ علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے، البتہ قدیم میں یہ حکم منصوص وقطعی ہوگا، اور اذانِ حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ وظنی ہوگا، اس سے تمام اشکالاتِ علمیہ مرتفع ہوگئے۔ (۳/۵۴۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، پاکستان)

ما في " تفسيرات احمديه " : قوله تعالى : ﴿وذروا البيع﴾ کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ شغل جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکے چھوڑ دینا چاہیے۔ (ص/۸۰۵، حصہ دوم، ط: المیزان اردو بازار لاہور) (احسن الفتاویٰ:۴/۱۵۰،۱۵۱)

پہلی اذان کے بعد مسجد کے باہر ٹوپی وغیرہ بیچنا

مسئلہ (۵۳): بعض تاجر جمعہ کے دن، جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مسجد سے باہر اس کے صحن میں ٹوپی، تسبیح، عطر اور سرمہ وغیرہ بیچتے ہیں، اور دوسری اذان یعنی جب خطبہ کی اذان ہوتی ہے، تو اپنا یہ کاروبار بند کرکے نمازِ جمعہ میں شامل ہوجاتے ہیں، اُن کا اس طرح کاروبار کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ جمعہ کی اذانِ اول کے بعد خرید وفروخت مکروہ ہے، شریعت نے اس سے صاف صاف منع کیا ہے، لہٰذا انہیں چاہیے کہ پہلی اذان پر ہی خرید وفروخت بند کردیں، اور نمازِ جمعہ سے فارغ ہوکر بیچیں، اس میں کوئی حرج ومضائقہ نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إذا نودي للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيعَ ، ذلكم خيرٌ لكم إن كنتم تعلمون ○ فإذا قُضيت الصلوة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله ، واذكروا الله كثيرًا لعلكم تفلحون﴾ . (سورة الجمعة : ۹، ۱۰)

ما في " الهداية " : وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع والشراء وتوجهوا إلى الجمعة . (۱/ ۱۷۱ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ووجب سعي إليها وترك البيع بالأذان الأول في الأصح ، وإن لم يكن في زمن الرسول بل في زمن عثمان ، وأفاد في البحر صحة إطلاق الحرمة على المكروه تحريمًا . تنوير وشرحه . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : والأصح أنه الأول باعتبار الوقت ، وهو الذي يكون على المنارة بعد الزوال .... وأشار إلى الاعتذار عن صاحب الهداية حيث أطلق الحرمة=

....

....

....

....

= على البيع وقت الأذان مع أنه مكروه تحريمًا ، وبه اندفع ما في غاية البيان حيث اعترض على الهداية بأن البيع جائز لكنه يكره كما صرّح به في شرح الطحاوي ، لأن النهي لمعنى في غيره لا يعدم المشروعية .
(۳/۳۵ ، ۳٦ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب في حكم المرقى بين الخطيب)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : فالثاني : هو المعتبر في وجوب السعي وترک البيع ، وقيل : الأصح أنه الأول إذا وقع بعد الزوال لإطلاق قوله تعالى : ﴿إذا نودي للصلوة من يوم الجمعة﴾ . (۱/۱۲۷ ، باب صلاة الجمعة ، الفتاوى الهندية: ۱/۱۴۹ ، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وذكر شمس الأئمة الحلواني وشمس الأئمة السرخسي : أن الصحيح المعتبر هو الأذان الأول بعد دخول الوقت . (۱/۵۵۴ ، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة ، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرّقات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والقول الأصح والمختار عند الحنفية ، وهو اختيار شمس الأئمة أن المنهى عنه هو البيع عند الأذان الأول الذي على المنارة ، وهو الذي يجب السعي عنده ، وهو الذي رواه الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى إذا وقع بعد الزوال . (۹/۲۲۴ ، بيع منهي عنه ، البيع عند أذان الجمعة)

(فتاویٰ دار العلوم، رقم الفتویٰ: ۴۳۱۱۲)

جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے آنا

مسئلہ (۵۴): نمازِ جمعہ کے لیے خطبہ شروع ہونے سے پہلے آنا چاہیے، کیوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جمعہ کی حاضری لکھنے کے لیے فرشتے مقرر ہوتے ہیں، جو شخص پہلی گھڑی میں آئے اس کے لیے اونٹ کی قربانی کا ثواب لکھا جاتا ہے، اور بعد میں آنے والوں کا ثواب گھٹتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب خطبہ شروع ہوتا ہے تو فرشتے صحیفے لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خطبہ شروع ہونے کے بعد آتے ہیں، اُن کی حاضری نہیں لگتی، لہٰذا جس شخص نے خطبہ نہیں سنا، امام کے ساتھ نماز تو اس کی بھی ہوجائے گی، مگر فرشتوں کے رجسٹر میں جمعہ کے دن کی حاضری لگوانے سے وہ محروم ہوگیا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على باب المسجد يكتبون الأول فالأول ، ومثل المُهجِّرِ كمثل الذي يهدي بدنة ثم كالذي يهدي بقرة ثم كبشًا ثم دجاجة ثم بيضة ، فإذا خرج الإمام طَوَوْا صحفهم ويستمعون الذكر " . متفق عليه .

(ص/ ۱۲۲ ، كتاب الصلاة ، باب التنظيف والتكبير ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۱۳۸۴)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله : (طووا صحفهم) أي دفاترهم التي يكتبون فيها أسماء أهل الجمعة أولا فأولا ، والأجر على قدر مراتبهم في السبق فرعًا وأصلا ، وفي رواية النسائي : " طووا صحفهم فلا يكتبون شيئًا " أي من ثواب التبكير . (۳/ ۴۳۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/ ۱۳۰)

دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار

مسئلہ (۵۵): دو خطبوں کے درمیان تین چھوٹی آیتوں کے بقدر خطیب کے لیے بیٹھنا سنت ہے[۱]، نیز نمازیوں کو چاہیے کہ اس درمیان دل ہی دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعا کریں، کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان درانحالانکہ وہ اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہا ہو، اللہ رب العزت سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اسے عطا کردیتے ہیں''۔

اس مبارک گھڑی کے متعلق تقریباً بیالیس اقوال ہیں، علامہ زُرقانی نے ان میں سے دو قولوں کی تصحیح فرمائی ہے:

(۱) امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز پوری ہونے تک۔

(۲) جمعہ کے دن کی آخری گھڑی، یعنی سورج کے غروب ہونے سے پہلے۔[۲]

اس لیے جمعہ کے دن سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' السنن لأبي داود '' : عن ابن عمر رضي الله عنه أنه قال : '' كان النبي ﷺ يخطب خطبتين كان يجلس إذا صعد المنبر يفرغ – أراه – المؤذن ثم يقوم فيخطب ثم يجلس فلا يتكلم ثم يقوم فيخطب .... الخ '' .

(ص/۱۵۶ ، كتاب الصلاة ، باب الجلوس إذا صعد المنبر ، رقم الحديث : ۱۰۹۲)

ما في '' عون المعبود '' : وقال أبو حنيفة ومالك والجمهور : الجلوس بين الخطبتين سنة . (ص/۵۲۷ ، ط : بيت الأفكار الدولية الأردن)=

= ما في " الفتاوى الهندية " : وأما سننها فخمسة عشر : .... والخامسة عشر؛ الجلوس بين الخطبتين . هكذا في البحر الرائق . ومقدار الجلوس بينهما مقدار ثلاث آيات في ظاهر الرواية . هكذا في السراج الوهاج ناقلا عن الفتاوى .... والأصح أنه يكون مسيئًا بترك الجلسة بين الخطبتين . كذا في القنية .
(١/١٤٦، ١٤٧، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة ، مجمع البحرين وملتقى النيرين في الفقه الحنفي :ص/١٦٠ ، فصل في الجمعة ، بيروت ، مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر : ١/٢٤٩ ، باب الجمعة ، بيروت)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : (يخطب الإمام خطبتين يفصل بينهما بقعدة خفيفة) . المختار . وفي الاختيار : (يفصل بينهما بقعدة خفيفة) هو المأثور من فعله عليه الصلاة والسلام والأئمة بعدهٗ .
(١/١٢٣ ، ١٢٤ ، باب صلاة الجمعة ، ط : دار الأرقم بيروت)

(٢) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ ذكر يوم الجمعة فقال : " فيه ساعةٌ لا يوافقها عبد مسلم وهو قائم يصلي يسأل الله تعالى شيئًا إلا أعطاه إياه " . (ص/١٧٥ ، كتاب الجمعة ، باب الساعة التي في يوم الجمعة ، ط : دار احياء التراث العربي ، صحيح مسلم : ٤/١٦٢ ، رقم الحديث : ٨٥٢ ، كتاب الجمعة ، باب في الساعة التي في يوم الجمعة ، ط : احياء التراث العربي)

ما في " رد المحتار " : قوله : (وسُئل عليه الصلاة والسلام الخ) ثبت في الصحيحين وغيرهما عنه ﷺ " فيه ساعةٌ لا يُوافقها عبد مسلم وهو قائم يصلي يسألُ الله تعالى شيئًا إلا أعطاه إياه " . وفي هذه الساعة أقوال : أصحها أو من أصحها أنها فيما بين أن يجلس الإمام على المنبر إلى أن يقضى الصلاة كما هو ثبت في صحيح مسلم عنه ﷺ أيضًا . حلية . قال في المعراج : فيسنّ الدعاء بقلبه لا بلسانه ، لأنه مأمور بالسكوت . اهـ . وفي حديث آخر أنها ساعة في يوم الجمعة ، وصححه الحاكم وغيره وقال : على شرط الشيخين ، ولعل هذا هو مراد المشايخ ، ونقل ط عن الزرقاني أن هذين القولين مصححان من اثنين وأربعين قولا فيها ، وأنها دائرة بين هذين الوقتين ، فينبغي الدعاء فيهما . اهـ . (٣/٤٢ ، ٤٣ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب في ساعة الإجابة يوم الجمعة ، ط : بيروت) (فتاویٰ محمودیہ:٨/٢٨٦، ٢٨٧، باب صلاۃ الجماعۃ ، ط: کراچی، آپ کے مسائل اوران کاحل:٤/ ١٣٨، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

جمعہ کے خطبہ سے پہلے دی جانے والی اذان کا جواب

مسئلہ (۵۶): جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے جو اذان دی جاتی ہے، اُس کا جواب خطبہ کے دوران - جب آپ ﷺ کا اسم مبارک سنے - تو آپ ﷺ پر درود، دوسرے خطبہ میں جب امام دعائیہ کلمات پڑھے، تو اُن پر آمین، اور دو خطبوں کے درمیانی وقفہ میں مانگی جانے والی دعا - دل ہی دل میں ہونا چاہیے، زبان سے نہیں، کیوں کہ خطبہ کی حالت میں اِن امور کو زبان سے انجام دینے کو حضراتِ فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المنحة الخالق على البحر الرائق " : قال في النهر أقول : ينبغي أن لا تجب باللسان اتفاقًا على قول الإمام في الأذان بين يدي الخطيب .

(۱/۴۵۰ ، باب الأذان ، ط ؛ بيروت ، الدر المختار مع الشامية : ۲/۶۴ ، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد ، ط ؛ ديوبند ، كذا في النهر الفائق : ۱/۱۷۶ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : والصواب أنه يصلي على النبي ﷺ عند سماع اسمه في نفسه . (۳/۳۳ ، باب الجمعة ، مطلب في شروط وجوب الجمعة ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/۵۱۹ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، الفتاوى التاترخانية : ۱/۵۴۴ ، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة ، النوع الثاني في بيان شرائط الجمعة الخ)

ما في " الفتاوى الشامية " : قال في المعراج : فيسنّ الدعاء بقلبه لا بلسانه لأنه مأمور بالسكوت . (۳/۳۹ ، باب الجمعة ، مطلب في ساعة الإجابة يوم الجمعة)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۲/۴۰۰-۴۰۷،فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۹۰۳۶)

جمعہ کی نماز میں سلام کے بعد شرکت

مسئلہ(۵۷): جو شخص جمعہ کے دن امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں سلام سے پہلے شریک ہوا، وہ جمعہ کی نماز پوری کرے گا، نہ کہ ظہر کی[۱]، اور جو شخص امام کے سلام پھیرنے سے پہلے شریک نہ ہوسکا، تو وہ ظہر کی نماز پڑھے گا، نہ کہ جمعہ کی۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التاتارخانية " : وفي أي حال إدراك الإمام دخل معه وأجزأه عن الجمعة . وفي " السغناقي " : إذا أدرك الإمام يوم الجمعة إن أدركه في الركوع من الركعة الثانية اختلفوا فيه ، قال أبو حنيفة : إنه يصير مدركًا للجمعة فيصلي ركعتين ، وقال محمد وزفر والشافعي رحمهم الله : إنه يصلي أربعًا ، لأن الأربع ظهر محض على قول الشافعي ، حتى لو ترك القعدة على رأس الثانية لا يضره ، وعلى قول محمد : جمعة من وجه وظهر من وجه ، وكذا إذا أدركه في سجدتي السهو ، وهذا قول أبي حنيفة وأبي يوسف . (۱/۵۵۴ ، ۵۵۵ ، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة ، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرقات)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة فإنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة .... ومن أدركها في تشهد أو سجود سهو يتمها جمعة . (۳/۳۰ ، ۳۱ ، مطلب في شروط وجوب الجمعة)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (ومن أدركها في التشهد أو في سجود السهو أتم جمعة) يعني عند أبي حنيفة وأبي يوسف . (۲/۲۷۰ ، باب صلاة الجمعة)

(۲) ما في " التاتارخانية " : وفي " القدوري " : من فاتته الجمعة صلى الظهر بغير أذان وإقامة . (۱/۵۵۳ ، الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة ، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرقات)

ما في " البحر الرائق " : قال في الظهيرية : جماعة فاتتهم الجمعة في المصر فإنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة . (۲/۲۶۹ ، باب صلاة الجمعة)

(فتاویٰ دارالعلوم:۵/۴۲، ۱۳۳،فتاویٰ محمودیہ:۱۲/۳۴۱، ۳۴۲)

سنت پڑھتے ہوئے خطبہ شروع ہوجائے

مسئلہ (۵۸): اگر کوئی شخص جمعہ سے پہلے کی چار رکعت سنتِ مؤکدہ پڑھ رہا ہو، اور جمعہ کا خطبہ شروع ہوجائے، تو صحیح یہی ہے کہ ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھ کر سنت کو پورا کرلے، اور توڑے نہیں، یہاں یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ خطبہ کا سننا واجب ہے، اور نماز سنت ہے، کیوں کہ نفل نماز بھی شروع کرنے کے بعد واجب ہوجاتی ہے، اس لیے اس صورت میں ایک واجب کے لیے دوسرے واجب کو چھوڑا جارہا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (والشارع في نفل لا يقطع مطلقًا) (وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعا (على) القول (الراجح) لأنها صلاة واحدة ، وليس القطع للإكمال بل للإبطال .

(۲/۴۴۲ ، باب إدراک الفريضة ، مطلب صلاة ركعة واحدة باطلة لا صحيحة مكروهة)

ما في " البحر الرائق " : واختلفوا في السنة قبل الظهر أو الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام فالصحيح أنه يتمها أربعا كما صرح به في الولوالجي وصاحب المبتغى والمحيط ثم الشمني لأنها صلاة واحدة ، وليس القطع للإكمال بل للإبطال صورة ومعنى . (۲/۱۲۵ ، باب إدراک الفريضة ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/۴۵۱ ، باب إدراک الفريضة)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وكذلک إذا شرع في الأربع قبل الجمعة ثم افتتح الخطيب الخطبة هل يقطع ؟ فيه اختلاف المشايخ ، منهم من قال : يصلي ركعتين ويقطع ، ومنهم من قال : يتم أربعًا ، وبه كان يفتي الصدر الشهيد برهان الدين رحمه الله . (۱/۴۱۰ ، الفصل الثاني عشر في رجل يشرع في صلاة ثم أقيمت تلک الصلاة ، أو يشرع في النفل ثم أقيمت الفريضة الخ ، الفتاوى الولوالجية : ۱/۱۴۶ ، الفصل الثاني عشر ، وأما الجمعة) (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۶۶)

باب الجنازة

دماغی موت کا حکم

مسئلہ(۵۹): بسا اوقات ڈاکٹر حضرات کسی انسان کے متعلق یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ دماغی طور پر مرچکا ہے، تو محض ڈاکٹروں کے اسے دماغی طور پر مردہ قرار دینے سے اس پر میت کے احکام جاری نہیں ہوں گے، جب تک یقین کے ساتھ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ واقعۃً مرچکا ہے، یعنی اس کی حرکتِ قلب اور سانس بند ہوجائے، اور اس پر دیگر علامتیں ظاہر ہوجائیں، جو اس کی یقینی موت پر دلالت کرتی ہوں[1]، کیوں کہ یہاں شخصِ مذکور میں حیات اصل ہے، اور بدونِ یقین اس سے عدول ورُوگردانی نہیں کی جاسکتی۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : والموت في الاصطلاح هو مفارقة الروح للجسد ، قال الغزالي: ومعنى مفارقتها للجسد انقطاع تصرّفها عن الجسد بخروج الجسد عن طاعتها .

علامات الموت : نظرا لتعذر إدراک کنه الموت ، فقد علق الفقهاء الأحكام الشرعية المرتبة عليه بظهور أمارته في البدن ، فقال ابن قدامة : إذا اشتبه أمر الميت اعتبر ظهور أمارات الموت ، من استرخاء رجليه ، وانفصال كفيه ، وميل أنفه ، وامتداد جلدة وجهه ، وانخساف صدغيه ، وجاء في روضة الطالبين : تستحب المبادرة إلى غسله وتجهيزه إذ تحقق موته ، بأن يموت بعلة وتظهر أمارات الموت بأن تسترخى قدماه ولا تنتصبا ، أو يميل أنفه ، أو ينخسف صدغاه ، أو تمتد جلدة وجهه ، أو ينخلع كفاه من ذراعيه ، أو تتقلّص خصيتاه إلى فوق مع تدلى الجلدة .

(۲۴۸/۳۹ ، علامات الموت)=

جنبی اور حائضہ ونفساء میت کو غسل

مسئلہ (۶۰): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر میت بحالتِ جنابت یا بحالتِ حیض ونفاس ہو، تو اس کو دو مرتبہ غسل دیا جائے گا، اُن کا یہ خیال درست نہیں ہے، کیوں کہ صحیح بات یہ ہے کہ جنبی شخص اور حیض ونفاس والی عورت کو بھی ایک ہی مرتبہ غسل دیا جائے گا۔(۱)

= ما في " الدر المختار مع الشامية " : وعلامته استرخاء قدميه ، واعوجاج منخره ، وانخساف صدغيه . در مختار . وفي الشامية : وزاد على ما هنا : أن تمتد جلدة خصيته لانشمار الخصيتين بالموت . (۷۸/۳ ، باب صلاة الجنازة)

ما في " موقع المسلم " : لا يجوز شرعًا الحكم بموت الإنسان – الموت الذي تترتب عليه أحكام الشرعية بمجرد تقرير الأطباء أنه مات دماغيًا ، حتى يعلم أنه مات موتًا لا شبهة فيه ، تتوقف معه حركة القلب والنفس مع ظهور الأمارات الأخرى الدالة على موته يقينًا ، لأن الأصل حياته . (على شبكة نيت)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : وما ثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين . (۲۷۹/۴۵ ، يقين)

(قرارداد اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، سولہواں فقہی سمینار، منعقدہ اعظم گڈھ، بتاریخ ۱۰تا۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " موسوعة مسائل الجمهور " : جمهور العلماء على أن الجنب والحائض إذا ماتا غسلا غسلاً واحدًا . (۲۴۵/۱ ، أبواب غسل الميت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو كان جنبًا أو حائضًا أو نفساء فعلاً اتفاقًا تتميمًا للطهارة كما في إمداد الفتاح .

(۸۲/۳ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في القراء ة عند الميت)

(فتاوی دار العلوم: ۲۴۵/۵)

میت کے ناخن بال وغیرہ کاٹنا

مسئلہ (۶۱): بعض لوگ مردے کو غسل دینے سے پہلے اُس کا ناخن بال وغیرہ کاٹتے ہیں، اُن کا یہ عمل مکروہ ہے، اس لیے اِس عمل سے احتراز کرنا چاہیے۔(۱)

میت کی آنکھوں سے کونٹیک لینس نکالنا

مسئلہ (۶۲): اگر کسی شخص کا انتقال ہوجائے، اوراس کی آنکھوں میں کونٹیک لینس ہے،تو چوں کہ وہ لینس دوسرے کے لیے استعمال نہیں کرسکتے، اور آنکھوں سے نکالنے میں بھی دِقّت ہے،اور یہ ایک زائد چیز بھی معلوم نہیں ہوتی، لہٰذا میت کی آنکھوں سے نہیں نکالنا چاہیے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " موسوعة مسائل الجمهور " : جمهور العلماء على كراهة قلم أظفار الميت وأخذ شعر إبطه وعانته وشاربه ، منهم مالک وأبو حنيفة والثوري والمزني وابن المنذر ، وهو المختار من أقوال الشافعي . (۱/۲۴۶ ، أبواب غسل الميت)

ما في " حلبي كبير " : ولا يؤخذ شيء من شعر الميت ولا ظفره ولا يختن لما روى عن عائشة أنها انكرت ذلک فقالت علام تنصون ميتكم . رواه مسلم . أي تأخذون ناصيته يقال : نصوته أي أخذت ناصيته ، ولأن السنة أن يدفن الميت لجميع أجزائه لاحترامه ، ولأن ذلک في الحي يفعل للزينة والميت قد فارق الزينة وأهلها .

(ص/۵۷۹ ، فصل في الجنائز)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الشامية " : وإن كان حرمة الآدمي أعلى من صيانة المال لكنه أزال احترامه بتعدّيه كما في الفتح . ومفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعدّ لا يشقّ اتفاقًا . والله اعلم . (۲/۲۳۸ ، ط: مكتبه سعيد كراچی و دار الفكر بيروت)=

میت کے منہ سے مصنوعی دانت نکالنا

مسئلہ (۶۳): اگر کسی شخص کا انتقال ہوجائے اور اس کے منہ میں مصنوعی دانت ہوں، جو بآسانی نہیں نکل سکتے، تو انہیں منہ کے اندر ہی چھوڑ دیا جائے، غسل اور دفن میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، اسی طرح اگر دانت سونے کے ہوں، اور انہیں نکالنا مشکل ہو، اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہو، تو اندر ہی چھوڑ دیئے جائیں[۱]، کیوں کہ میت کی حرمت مال کی حرمت سے زیادہ ہے۔[۲]

= ما في " احسن الفتاوی " : "اگر دانت منہ سے نکالنا مشکل ہو اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہو، تو اندر ہی چھوڑ دیئے جائیں، غسل وکفن میں کوئی محذور نہیں، مال کی حرمت سے میت کی حرمت زیادہ ہے"۔ (۴/۲۵۱، ط: بنگلہ اسلامک اکیڈمی دہلی، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۲/۶۱۴، ۶۱۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : وإن كان حرمة الآدمي أعلى من صيانة المال لكنه أزال احترامه بتعدّيه كما في الفتح . ومفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعدّ لا يشقّ اتفاقًا . والله اعلم . (۲/۲۳۸ ، ط: مكتبه سعيد كراچی و دار الفكر بيروت)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : قال الله تعالى : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم وحملنٰهم في البرّ والبحر﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " المؤطا للإمام مالك " : قال مالك : إنه بلغه أن عائشة زوج النبي ﷺ كانت تقول : " كسر عظم المسلم ميتاً ككسره وهو حي " . قال مالك : نعني في الإثم . (ص/۸۳ ، كتاب الجنائز ، باب ما جاء في الاختفاء النبش)=

جڑوا- بچوں کی نمازِ جنازہ

مسئلہ (۶۴): اگرکسی خاتون کے دو بچے ایک ساتھ پیدا ہوں، پھر دونوں کا ایک ساتھ انتقال ہو،تو دونوں بچوں کی نمازِ جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھنا بہتر ہے، اوراگر ایک ساتھ پڑھی جائے تو یہ بھی درست ہے، لیکن دونوں کی نیت ضروری ہے۔(۱)

= ما في ” أوجز المسالک إلی مؤطا مالک “ : قال الباجي : ترید أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حیاته ، وإن کسر عظامه في حال موته یحرم کما یحرم کسرها حال حیاته ، وقد أخرج أحمد وأبوداود وابن ماجة عن عائشة ، أن النبي ﷺ قال : ” کسر عظم المیت ککسره عظم الحي “ .... ثم قال الباجي : یرید مالک أنهما لا یتساویان في القصاص وغیره ، وإنما یتساویان في الإثم .

(۴/ ۵۸۷، ۵۸۸، کتاب الجنائز)

ما في ” رد المحتار “ : والآدمي مکرم شرعاً وإن کان کافراً، فإیراد العفو علیه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له .... إلا أن یجاب بأن المراد تکریم صورته وخلقته ، ولذا لم یجز کسر عظام میت کافر . (۷/۲۴۵ ، کتاب البیوع ، مطلب الآدمي مکرم شرعًا ولو کافرًا ، الفتاوی الهندیة: ۵/ ۳۵۴ ، کتاب الکراهیة ، الباب الثامن عشر في التداوي) (احسن الفتاویٰ:۴/ ۲۵۱،فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۲/۶۱۴، ۶۱۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” التنویر وشرحه مع الشامیة “ : (وإذا اجتمعت الجنائز فإفراد الصلاة) علی کل واحدة (أولی) من الجمع ، وتقدیم الأفضل أفضل ، (وإن جمع) جاز .

(۳/۱۱۸ ، کتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، بیروت)

(فتاویٰ رحیمیہ:۷/۳۴)

لڑکا اورلڑکی کی نمازِ جنازہ

مسئلہ (٦٥): ایک ساتھ ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوکر فوت ہوجائیں، تو بہتر یہ ہے کہ دونوں کی نمازِ جنازہ الگ الگ پڑھی جائیں، اگر ایک ساتھ پڑھے، تو یہ بھی درست ہے (۱)، دونوں کی نیت کرلیں، اور دعا دونوں پڑھی جائیں، اسی طرح اگر بالغ ونابالغ ہوں، تو پہلے بالغ کی ، پھر نابالغ کی دعا پڑھیں۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وإذا اجتمعت الجنائز فإفراد الصلاة) على كل واحدة (أولى) من الجمع ، وتقديم الأفضل أفضل ، (وإن جمع) جاز .

(۱۱۸/۳ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنازة ، بيروت)

ما في " البحر الرائق " : إذا اجتمعت الجنائز للصلاة قالوا : الإمام بالخيار إن شاء صلى عليهم دفعة واحدة وإن شاء صلى على كل جنازة صلاة على حدة .

(۳۲۸/۲ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلاته ، بيروت)

(۲) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : قوله : (وصلى مرة واحدة صح) ويكتفى له بدعاء واحد كما بحثه بعضهم ويؤيده أن الضمائر ضمائر جمع في قوله : اللهم اغفر لحينا الخ ، بقي ما إذا كان فيهم مكلفون ، وصغار ، والظاهر أنه يأتي بدعاء الصغار بعد دعاء المكلفين كما مر.

(ص/۵۹۲ ، ۵۹۳ ، باب أحكام الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلاته)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۳/ ۲۱۵،۲۱۶)

کان میں اذان دینے سے پہلے بچہ مر جائے

مسئلہ (۶۶): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو بچہ یا بچی زندہ پیدا ہو، اور اس کے کان میں اذان دینے سے پہلے ہی وہ مر جائے، تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اُن کا یہ خیال صحیح نہیں ہے، بلکہ شریعتِ اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ جو بچہ یا بچی زندہ پیدا ہو، خواہ اس کے کان میں اذان دی گئی یا نہیں، اس کے مرنے پر اس کا نام بھی رکھا جائے، غسل بھی دیا جائے، اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے (۱)، اور اگر کسی کو بغیر نمازِ جنازہ پڑھے دفن کر دیا گیا، تو اس کے پھولنے پھٹنے سے پہلے اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ومن استهل بعد الولادة سمي وغسل وصلى عليه .

(۱/۱۵۹ ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل الثاني في الغسل)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وروى عن أبي حنيفة رحمه الله أنه قال : إذا استهل المولود سمي وغسل وصلى عليه ، ... وفي شرح الطحاوي : ولو شهدت القابلة أو الأم على استهلال الولد وهو ما يعرف به من حياة الولد من صوت أو حركة ، فإن قولهما مقبول في جواز الصلاة عليه .

(۱/۱۵۹ ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ، قسم آخر في بيان كيفية الغسل)

ما في " تبيين الحقائق " : قال رحمه الله : (ومن استهل صلى عليه) والاستهلال أن يكون منه ما يدل على حياته من رفع صوت أو حركة عضو ، وحكمه أن يغسل ويسمى ويصلى عليه . (۱/۵۸۰ ، ۵۸۱ ، باب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلاته) =

....

....

....

= ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه) ويرث ويورث ويسمى (إن استهل) أي وجد منه ما يدل على حياته . (۱۲۹/۳ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب مهم إذا قال : إن شتمت فلانا في المسجد الخ ، بيروت)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وإن ولد حيًا ثم مات صنع به ما يصنع بالموتى من المسلمين لأنه نفس مؤمنة من كل وجه انفصل حيًا .

(۹۰/۲ ، كتاب الصلاة ، باب حمل الجنازة)

(۲) ما في " البحر الرائق " : قوله : (فإن دفن بلا صلاة صلى على قبره ما لم يتفسخ) لأن النبي ﷺ صلى على قبر امرأة من الأنصار .

(۳۱۹/۲ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلاته)

ما في " الهندية " : ولو دفن الميت قبل الصلاة أو قبل الغسل فإنه يصلى على قبره إلى ثلاثة ايام ، والصحيح أن هذا ليس بتقدير لازم بل يصلى عليه ما لم يعلم أنه قد تمزق . كذا في السراجية . (۱۶۵/۱ ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل الخامس في الصلاة على الميت)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وإن دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاة) أو بها بلا غسل أو ممن لا ولاية له (صلى على قبره) استحسانًا (ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير ، هو الأصح . (۱۲۵/۳ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب : تعظيم أولى الأمر واجب ، بيروت ، الفتاوى التاتارخانية : ۱۶۲/۱ ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ، نوع آخر في الخطأ الذيي يقع في الباب)

(خیر الفتاویٰ:۳/۳۱۰،آپ کے مسائل اور اُن کا حل:۴/۳۷۹)

نمازِ جنازہ کی چاروں تکبیروں میں ہاتھ اُٹھانا

مسئلہ (۶۷): اگر کسی شخص نے نمازِ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اُٹھانے کی بجائے بھول سے چاروں تکبیروں میں ہاتھ اُٹھایا، تو نمازِ جنازہ درست ہوگی، اعادہ کی حاجت نہیں، کیوں کہ ائمۂ ثلاثہ کے علاوہ بہت سے فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ چاروں تکبیروں میں ہاتھ اُٹھائے جائیں گے، لہٰذا چاروں تکبیروں میں ہاتھ اُٹھانے کو مفسد نہیں کہا جا سکتا، نیز تنفُّل بصلوۃ الجنازہ (نمازِ جنازہ کو مکرر پڑھنا) مکروہ ہے، لیکن آئندہ احتیاط کی جانی چاہیے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (يرفع في الأولى فقط) وقال أئمة بلخ : في كلها . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (وقال أئمة بلخ : في كلها) وهو قول الأئمة الثلاثة ورواية عن أبي حنيفة كما في شرح درر البحار ، والأول ظاهر الرواية كما في البحر . (۱۰۹/۲ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي ، بيروت ، البحر الرائق : ۳۲۲/۲ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته)

ما في " المبسوط للسرخسي " : ولا ترفع الأيدي إلا في التكبيرة الأولى الإمام والقوم فيها سواء وكثير من أئمة بلخ اختاروا رفع اليد عند كل تكبيرة فيها .

(۱۰۲/۲ ، ۱۰۳ ، كتاب الصلاة ، باب غسل الميت)

تجہیز وتکفین کی پولیسی (Policy)

مسئلہ (۶۸): اگر کوئی کمپنی اپنے ملازم کو تجہیز وتکفین کی پولیسی (Policy) کی سہولت مہیا کرے، یعنی جب اس ملازم کا یا اس کے اہل وعیال میں سے کسی کا انتقال ہوجائے، تو وہ کمپنی اپنی طرف سے تجہیز وتکفین کا خرچہ دیتی ہے، تو پولیسی کی یہ رقم کمپنی کی طرف سے عطیہ(۱) اور ایک قسم کا تعاون ہے، لہٰذا اس کا وصول کرنا اور استعمال کرنا درست ہے، جس طرح پراویڈنٹ فنڈ، بونس اور پینشن کی رقم لینا شرعاً درست ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : الهبة هي شرعًا تمليک العين مجاناً أي بلا عوض، وسببها إرادة الخير للواهب ، وينوى كعوض ومحبة وحسن ثناء . (۴۲۳/۸ ، كتاب الهبة ، الدر المنتقى شرح الملتقى : ۴۸۹/۳ ، كتاب الهبة ، البحر الرائق :۴۸۳/۷)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : الهبة وهي العطية الخالية عن تقدم الاستحقاق وهي أمر مندوب وضيع محمود محبوب وقبولها سنة فإنه قبل هدية العبد . (۵۳۳/۲ ، كتاب الهبة)

ما في " فتح باب العناية " : هي تمليک عين بلا عوض ومعناها إيصال ما ينفع مالا كان أو غيره . (۴۰۹/۲ ، كتاب الهبة)

(۲) ما في " كفايت المفتي " : ''جو رقم تنخواہ سے لازمی طور پر کاٹ لی جاتی ہے، اور جو رقم کہ بونس کے نام پر بڑھائی جاتی ہے، اور جو رقم کہ ان دونوں رقموں پر سود کے نام سے لگائی جاتی ہے، ان تینوں رقموں کو لے لینا مسلم ملازمین یا ان کے ورثاء کے لیے جائز ہے،...... بونس تو عطیہ ہی ہے، مگر وہ رقم جو سود کے نام سے لگائی جاتی ہے شرعاً سود کی حد میں داخل نہیں، وہ بھی عطیہ ہی کا حکم رکھتی ہے''۔ (۹۶/۸، کتاب الربوا، ط: دارالاشاعت)

وفيه أيضًا : ......''پینشن جو ملازم کو ملازمت سے سبکدوشی پر ملتی ہے جائز ہے''۔ (۹۷/۸)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۶۱۸/۲)

میت کورات میں دفن کرنا

مسئلہ(۶۹): بعض لوگ میت کو رات میں دفن کرنے کو برا خیال کرتے ہیں، اُن کا یہ خیال درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ میت کورات میں دفن کرنا بلا کراہت جائز ودرست ہے۔(۱)

مسلم غیرمختون میت کی تدفین

مسئلہ(۷۰): اگرکسی مسلم غیرمختون یعنی جس کی ختنہ نہیں ہوئی تھی، اس کا انتقال ہوجائے تو اسے اسی حالت میں دفن کیا جائے گا، اس کی ختنہ نہیں کی جائے گی۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " موسوعة مسائل الجمهور " : مذهب الجماهير من العلماء على عدم كراهة الدفن ليلاً . (۱/۲۵۸ ، كتاب الجنائز ، أبواب حمل الجنازة والدفن)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية والمالكية والشافعية ، وهو المذهب لدى الحنابلة إلى أنه لا يكره الدفن ليلاً ، لأن أبا بكر دفن ليلاً ، وعلي دفن فاطمة ليلا. (۲۱/۱٦)

ما في " الهندية " : ولا بأس بالدفن بالليل. (۱/۱٦٦ ، الفصل السادس في القبر والدفن، حلبي كبير : ص/٦۰۸ ، الثامن في مسائل متفرقة من الجنائز) (احسن الفتاویٰ:۴/۲۳۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " موسوعة مسائل الجمهور " : أكثر أهل العلم على أن من مات من المسلمين غير مختتن فإنه لا يشرع ختنه . (۱/۲۴۸ ، كتاب الجنائز ، أبواب الكفن للميت)

ما في " حلبي كبير " : ولا يختن لما روي عن عائشة أنها أنكرت ذلك .

(ص/۵۷۹ ، فصل في الجنائز)

احکام المساجد والمدارس

اوپن اسپیس (Open Space) کی جگہ مسجد میں شامل کرنا

مسئلہ (۱۷): جب پرانی مسجد شہید کرکے نئی تعمیر ہورہی ہو، یا کسی مسجد کی توسیع کی جارہی ہو، تو اوپن اسپیس (Open Space) یعنی آس پاس کی سرکاری جگہ-سرکار کی اجازت کے بغیر مسجد اور اس کے متعلقات، یعنی وضوخانہ، طہارت خانہ وغیرہ کی تعمیرات میں شامل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے [۱]، کیوں کہ شریعت ہمیں دوسرے کی مِلک میں اُس کی اجازت کے بغیر تصرّف سے منع کرتی ہے [۲]، نیز اس طرح کا عمل آئندہ فتنہ وفساد کا سبب بھی بنتا ہے، اور وہ اس طرح کہ سرکار اس غیر قانونی عمارت کو منہدم کریگی [۳]، تو مسلمانوں میں یہ شور بَپا ہوگا کہ-سرکار نے مسلمانوں کی مسجد منہدم کردی، جب کہ حقیقتاً وہ جگہ نہ تو مسجد کی ہے اور نہ مسجد کی مِلک ہے۔

ہم مسلمان ہیں، ہمارے لیے دوسرے کی مِلک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرُّف کرنے کی اجازت ہے، اور نہ کسی ایسے کام کی جو فتنہ وفساد کا سبب بنے۔ [۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : المسجد في اللغة : بيت الصلاة ، وموضع السجود من بدن الإنسان والجمع مساجد . وفي الاصطلاح : .... البيوت المبنية للصلاة فيها لله فهي خالصة له سبحانه ولعبادته . (۱۹۴/۳۷)=

....

....

....

....

= ما في " الشامية " : قال في البحر : وحاصله أن شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالى : ﴿وأن المساجد لله﴾ . [الجن : ١٨] (٦/٥٤٧ ، كتاب الوقف ، ط: بيروت)

(٢) ما في " درر الحكام " : لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي .

قد قيدت هذه المادة بقوله " بلا سبب شرعي " لأنه بالأسباب الشرعية كالبيع ، والإجارة ، والهبة ، والكفالة ، والحوالة يحق أخذ مال الغير . (١/٩٨، المادة : ٩٨)

(٣) ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : كل يتصرف في ملكه كيفما شاء .

(ص/٦٥٤، رقم المادة : ١١٩٢)

(٤) ما في " الشامية " : " ما كان سببًا لمحظور فهو محظور " .

(٥/٢٢٣ ، مكتبه نعمانيه)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : ﴿دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلىٰ مِنْ جَلْبِ الْمَنَافِعِ﴾. (ص/١٧١ ، رقم القاعدة : ١٤٤ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ص/٣٢٢ ، درر الحكام : ١/٤١ ، المادة : ٣٠ ، قواعد الفقه: ص/٨١ ، القاعدة : ١٣٣ ، جمهرة القواعد الفقهية : ٢/٧٣٣ ، رقم القاعدة : ١٨٩ ، ترتيب اللآلي : ص/١٩١٦ ، القواعد الفقهية: ص/١٧٠ ، شرح القواعد : ص/٢٠٥ ، القواعد الكلية : ص/١٨٢)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۲۳۶۱)

پرانی مسجد کا سامان فروخت کرنا

مسئلہ (۷۲): جب کسی پرانی مسجد کو توڑ کر نئی مسجد تعمیر کی جائے، تو پرانی مسجد کا جو سامان نئی مسجد کی تعمیر میں کارآمد نہ ہو، اُس کو فروخت کرکے اُس کی قیمت سے نئی مسجد کی تعمیر میں کارآمد سامان خریدنا، جائز ہے، اور جو سامان پرانی مسجد کا فروخت کیا جائے، بہتر یہ ہے کہ کسی مسجد ہی کے کام میں اس کو لگایا جائے، یعنی خریدنے والا یہ سامان کسی ضرورت مند مسجد میں وقف کردے، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا، اور اس سامان کو وہ اپنے رہائشی مکان وغیرہ میں استعمال کرتا ہے، تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : (ويصرف نقضه إلى عمارته إن احتاج وإلا حفظه للاحتياج ولا يقسمه بين مستحقي الوقف) ... قال في الهداية : وإن تعذر إعادته عينه إلى موضعه بيع وصرف ثمنه إلى المرمة صرفًا للبدل إلى مصرف المبدل ، وظاهره أنه لا يجوز بيعه حيث أمكن إعادته .... وفي الحاوي : فإن خيف هلاک النقض باعه الحاكم وأمسک ثمنه لعمارته عند الحاجة ، فعلى هذا يباع النقض في موضعين عند تعذر عوده وعند خوف هلاكه . (۵/۳۶۷ ، ۳۶۸ ، كتاب الوقف ، الهداية : ۲/۶۴۲ ، كتاب الوقف)

ما في " فتاوى سراجية على هامش الخانية " :حشيش المسجد إذا بلي واستغنى الناس عنه قال السمرقنديون لأهل المسجد أن يبيعوه ، وكذلک الجنائز ونحو ذلک إذا فسد ، والمختار أنه ليس لهم ذلک إلا بأمر القاضي .

(۳/۲۲ ، كتاب الكراهية ، باب البيع والشراء)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا حرمة لتراب المسجد إذا جمع وله حرمة إذا بسط .

(۵/۳۲۱ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة الخ)

(فتاوی محمودیہ:۲۱/۴۸۱)

مسجد ومدرسہ کے لیے تعاون کی اپیل

مسئلہ (۳۷): مسجد ومدرسہ کی معاونت یا کسی دوسری دینی مہم کے لیے مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کرنا اوراس پر لوگوں کو ابھارنا، خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، اس لیے آج کل مدارس کے جو سفیر حضرات ، خصوصاً ماہِ رمضان المبارک میں مسجد کے محراب میں یا منبر پر کھڑے ہوکر تعاون کی اپیل کرتے ہیں، وہ درست ہے، البتہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مدارس کی ضروریات خود آکر پوری کردیا کریں، تاکہ اہلِ مدارس کو شہر شہر اور در بدر پھرنے کی نوبت نہ آئے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الذين ينفقون أموالهم بالليل والنهار سرًّا وعلانية فلهم أجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۴)

ما في " البداية والنهاية " : عن عبد الرحمن بن حباب السلمي قال : خطب النبي ﷺ فحث على جيش العسرة ، فقال عثمان بن عفان : عليَّ مأة بعير بأحلاسها واقتابها . قال : ثم نزل مرقاة من المنبر ثم حث فقال عثمان : عليَّ مأة أخرى بأحلاسها واقتابها ، قال : فرأيت رسول الله ﷺ يقول بيده : هكذا يحرّكها ، وأخرج عبد الصمد يده كالمتعجب ما على عثمان ما عمل بعد هذا ، وهكذا . رواه الترمذي . (۵۹۶/۳)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي موسى قال : كان رسول الله ﷺ إذا جآءه السائلُ أو طُلِبَتْ إليه حاجة قال : " اشفعوا تؤجروا " . ويقضي الله على لسان نبيه ما شاء . (۱۹۲/۱ ، كتاب الزكاة ، باب من أحب تعجيل الصدقة من يوم ما ، ط : دار السلام سهارنفور ، الهند)

ما في " رد المحتار " : قال في النهر : والمختار أن السائل إن كان لا يمرّ بين يدي المصلي ولا يتخطى الرقاب ولا يسئل إلحافًا بل لأمر لا بدّ منه ، فلا بأس بالسؤال والإعطاء . اهـ . (۴۲/۳ ، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، مطلب في الصدقة على سُوّال المسجد ، ط : بيروت)=

مسجد کی بجلی سے موبائل چارجنگ

مسئلہ (۴۷): تبلیغی جماعت میں نکلنے والے ساتھیوں کو چاہیے کہ وہ موبائل چارج کرنے کے لیے مسجد کی بجلی استعمال نہ کریں، چارج کی ضرورت ہو تو باہر کسی دکان یا مکان والے کو پیسہ دے کر کرالیا کریں، یا اگر جماعت کا کوئی مقامی ساتھی اپنے گھر سے بلاعوض کرا کر لاوے، تو یہ بھی درست ہے، اور اگر مسجد سے باہر چارج دشوار ہو تو متولیٔ مسجد سے اجازت لے کر مسجد کی بجلی سے چارج کرلیں، اور بقدر چارج بلکہ کچھ زائد پیسے مسجد کی پیٹی میں ڈال دیں، تو اِس کی گنجایش ہے۔(۱)

= وفيه أيضًا : قوله : (وقيل إن تخطى) هو الذي اقتصر عليه الشارح في الحظر حيث قال : " فرع : يكره إعطاء سائل المسجد إلا إذا لم يتخطّ رقاب الناس " في المختار ، لأن علياً تصدق بخاتمه في الصلاة فمدحه الله تعالى بقوله : ﴿ويؤتون الزكوة وهم راكعون﴾ [المائدة : ٥٦] . (٢/٤٣٣ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، قبيل مطلب في انشاد الشعر ، ط : بيروت) (فتاوی بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۰۷۷۵)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " البحر الرائق " : وفي الإسعاف : وليس لمتولي المسجد أن يحمل سراج المسجد إلى بيته . (٥/٤٢٠ ، كتاب الوقف ، أحكام المسجد)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو وقف على دهن السراج للمسجد لا يجوز وضعه جميع الليل بل بقدر حاجة المصلين ، ويجوز إلى ثلث الليل أو نصفه إذا احتيج إليه للصلاة فيه . كذا في السراج الوهاج .

(٢/٤٥٩ ، كتاب الوقف ، الباب الحادي عشر ، مطلب فيما إذا أراد أن يقرأ الكتاب بسراج المسجد) (فتاویٰ دار العلوم، رقم الفتوی:۲۹۶۵۲)

غیر کا مال مسجد یا مدرسہ کے لیے

مسئلہ (۷۵): عام لوگوں سے حسنِ ظن یعنی اچھا گمان رکھنے کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں، مگر بدگمانی کے لیے دلیل کی ضرورت ہے، بلا دلیلِ شرعی کسی سے بدگمانی، بَدی اور بُرائی میں داخل ہے۔ (۱)

اس ضابطے کے پیشِ نظر- یہ بات بلا تردُّد کہی جاسکتی ہے کہ- مسلم یا غیر مسلم کے مال کو قطعاً حرام قرار دینے کے لیے محض اتنی بات کافی نہیں کہ- ہمیں اس کی کمائی پر بھروسہ نہیں، یا ہمارا دل مطمئن نہیں، اس لیے کسی غیر مسلم سے مسجد یا مدرسہ میں روپیہ پیسہ لگانے کی ابتداءً درخواست کرنا حمیتِ ایمانی وغیرتِ اسلامی کے منافی تو ہے (۲)، لیکن اگر وہ خود نیک نیتی سے، نیک کام سمجھ کر دے، اور ذمہ داروں کا دل یہ گواہی دیتا ہو کہ- اس کا پیسہ لینے میں کسی مفسدہ وخرابی کا اندیشہ نہیں، تو اُسے قبول کرکے، مسجد ومدرسہ میں اس کے استعمال کی گنجایش ہے، اور اگر کسی مفسدہ یا خرابی کا اندیشہ ہے، یا کسی دلیل سے اس کے مال کا حرام یا غصب ہونا ظاہر ہوجائے، تو لینا جائز نہیں (۳)، اور اگر وہ زبردستی دے، اور واپس کرنے میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو، تو اُسے لے کر خاموشی کے ساتھ غرباء وفقراء کو دے دیا جائے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيرًا من الظنّ ، إن بعض الظنّ إثم﴾ . (الحجرات : ۱۲)

ما في " صحيح مسلم " : عن الأعرج عن أبي هريرة – أن رسول الله ﷺ قال : "إياكم والظنّ ، فإن الظنّ أكذب الحديث ..." – الخ . (۸/۱۰ ، باب تحريم الظن والتجسس ، رقم الحديث : ۶۷۰۱ ، صحيح البخاري ، رقم الحديث : ۵۱۴۳ ، بحواله شامله ، فتح الباري : ۱۰/۴۸۴)=

= ما في " التحرير والتنوير " : والظنّ – في إصطلاح القرآن : هو الاعتقاد المخطيء عن غير دليل الذي يحسبه صاحبه حقًا وصحيحًا ، قال تعالى : ﴿وما يتّبع أكثرهم إلا ظنًّا ، إن الظنّ لا يُغني من الحق شيئًا﴾ . [يونس :٣٦] ومنه قول النبي ﷺ : " إياكم والظنّ ، فإن الظنّ أكذب الحديث " . (٧/ ٢١، تابع سورة الأنعام)

وفيه أيضًا : والظنّ أكثر إطلاقه في القرآن والسنة على العلم المخطيء أو الجهل المركّب والتخيلات الباطلة ، قال النبي ﷺ : " إياكم والظنّ ، فإن الظنّ أكذب الحديث " . (١١/ ٨٠، تابع سورة يونس)

ما في " تفسير السمعاني " : قوله تعالى : يا أيها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيرًا من الظنّ ، إن بعض الظنّ إثم﴾ . قد ثبت برواية أبي هريرة أن النبي ﷺ قال : " إياكم والظنّ ، فإن الظنّ أكذب الحديث ". وفي بعض الأخبار – إذا حسدت فلا تبع ، وإذ نظرت حداء فامض ، وإذا ظننت فلا تحقق . وعن أنس أن النبي – ﷺ – قال : " احترسوا من الناس بسوء الظنّ " وهو خبر غريب . وعن سلمان الفارسي قال : إني لأعد عراق اللحم في القدر مخافة سوء الظنّ . وعن ابن مسعود أنه قال : الختم خير من (الظن) وعن السوء – [أبي] العالية الرياحي – أنه ختم على سبع سكرات ، لئلا يظنّ ظنّ السوء . (٥/ ٢٢٣ ، الحجرات : ١٢)

(٢) ما في " شرح السير الكبير " : " الإسلام يعلو ولا يُعلى " .

(١/ ٩٣، باب دواء الجراحة ، قواعد الفقه :ص/ ٥٨، رقم القاعدة :٢٧)

(٣) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " أيها الناس ! إن الله طيبٌ لا يقبل إلا طيبًا " . الحديث .

(٣/ ٣٣٧ ، كتاب الزكاة ، باب قبول الصدقة ، رقم الحديث : ١٠١٥، جامع الترمذي : ٣/ ٦٩، أبواب تفسير القرآن ، رقم الحديث : ٢٩٨٩)

ما في " شرح النووي على مسلم " : قال النووي : فيه الحث على الإنفاق من الحلال=

....

....

....

....

= والنهي عن الإنفاق من غيره ، وفيه أن المشروب والمأكول والملبوس ونحو ذلك فينبغي أن يكون حلالا خالصًا لا شبهة فيه .

(۴/۳۳۸ ، كتاب الزكاة ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب الخ)

ما في " الشامية " : قال تاج الشريعة : أما لو أنفق في ذلك مالا خبيثًا أو مالا مخلوطاً من الخبيث والطيب فيكره ، لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويثه بيته بما لا يقبله . (۲/۳۷۳ ، كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا بأس دليل على المستحب الخ)

وفيه أيضًا : لو بنى من الحرام بعينه مسجدًا ونحوه مما يرجو به التقرب ، لأن العلة رجاء الثواب فيما فيه العقاب ، ولا يكون ذلك إلا باعتقاد حلّه .

(۳/۲۰۲ ، كتاب الزكاة ، مطلب في التصدق من المال الحرام)

(۴) ما في " الشامية " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحلّ له ، ويتصدق به بينة صاحبه .

(۷/۳۰۱ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالا حراما ، الموسوعة الفقهية : ۳۹/۴۰۷ ، الكسب الناشي عن الميسر ، الفتاوى الهندية : ۵/۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۳۶۱۸۸)

كتاب العشر

عشر کے مسائل

کھیتی میں نقصان کی صورت میں عشر

مسئلہ(۷۶): بعض مرتبہ کھیتی میں نقصان ہوجاتا ہے، مثلاً خرچ پانچ ہزار (5,000) روپئے آیا، اور غلہ چار ہزار (4,000) کا پیدا ہوا، تو اس صورت میں بھی کل پیداوار کا عُشر یا نصف عشر واجب ہوگا، اگر زمین عشری ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : بلا رفع مؤن أي كلف الزرع وبلا إخراج البذر لتصريحهم بالعشر في كل الخارج . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : قوله : (بلا رفع مؤن) أي يجب العشر في الأول ونصفه في الثاني بلا ربع أجرة العمال ونفقة البقر وكرى الأنهار وأجرة الحافظ ونحو ذلك . (۲۴۵/۳ ، كتاب الزكاة ، باب العشر ، مطلب مهم في حكم أراضي مصر والشام السلطانية)

ما في " بدائع الصنائع " : ولا يحتسب لصاحب الأرض ما أنفق على الغلة من سقي أو عمارة أو أجر الحافظ أو أجر العمال أو نفقة البقر لقوله ﷺ : " ما سقته السماء ففيه العشر ، وما سقي بغرب أو دالية أو سانية ففيه نصف العشر ، أوجب العشر ونصف العشر مطلقًا عن احتساب هذه المؤن ، ولأن النبي ﷺ أوجب الحق على التفاوت لتفاوت المؤن ، ولو رفعت المؤن لارتفع التفاوت .

(۱۸۵/۲ ، كتاب الزكاة ، فصل وأما بيان مقدار الواجب)

ما في " الهداية " : وكل شيء أخرجته الأرض مما فيه العشر لا يحتسب فيه أجر العمال ونفقة البقرة ، لأن النبي ﷺ حكم بتفاوت الواجب لتفاوت المؤنة ، فلا معنى لرفعها . (۲۰۲/۱ ، ۲۰۳ ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الزرع والثمار)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۷۳/۶)

کتاب الصوم

روزہ کے مسائل

نفل روزہ

مسئلہ (۷۷): نفل روزہ شروع کرنے کے بعد واجب ہوجاتا ہے، لہٰذا شدید عذر کے بغیر توڑنا صحیح نہیں، ہاں! اگر کوئی شدید ضرورت پیش آجائے تو اس وقت توڑنے کی اجازت ہوگی، لیکن توڑنے کے بعد اس کی قضا رکھنا واجب ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ذكر الرازي عن أصحابنا أن الافطار بغير عذر في صوم التطوع لا يحل ، هكذا في الكافي ، وهو الأصح ، كذا في المحيط السرخسي ، وهو ظاهر الرواية ، هكذا في النهر الفائق .

(۱/۲۰۸ ، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الافطار)

وفيه أيضًا : وإذا نوى الصوم للقضاء بعد طلوع الفجر حتى لا تصح نيته عن القضاء يصير شارعًا في التطوع ، فإن أفطر يلزمه القضاء ، كذا في الذخيرة .

(۱/۱۹۷ ، قبيل الباب الثاني في رؤية الهلال)

ما في " الهداية " : ومن دخل في صلاة التطوع أو في صوم التطوع ثم أفسده قضاه .

(۱/۲۲۳ ، كتاب الصوم ، باب ما يوجب القضاء والكفارة)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ولزم نفل شرع فيه قصدًا كما في الصلاة ، فلو شرع ظنًا فأفطر ، أي فورًا فلا قضاء ، أما لو مضى ساعة لزمه القضاء ، لأنه بمضيها صار كأنه نوى المضى عليه في هذه الساعة . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (فلا قضاء) يرد عليه ما لو نوى صوم القضاء نهارًا فإنه يصير متنفلا وإن أفطر يلزمه القضاء كما إذا نوى الصوم ابتداء . (۳/۳۶۶ ، ۳۶۷ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۴/۵۹۳)

نفل روزے کے لیے سحری

مسئلہ (۷۸): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نفل روزہ کے لیے سحری کرنا اور رات سے نیت کرنا ضروری ہے، بغیر سحری، اور رات سے نیت نہ کرنے سے روزہ درست نہیں ہوتا، اُن کا یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ فرض روزہ کی طرح نفل روزہ کے لیے بھی سحری کرنا اور رات سے نیت کرنا مستحب ہے، ضروری نہیں، اس لیے نفل روزہ بھی بغیر سحری کے اور نصف نہار شرعی سے پہلے نیت کر لینے سے درست ہو جائے گا۔ (۱)

نوٹ:- نصف نہار شرعی: صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کے کل وقت کا نصف حصہ ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أنس رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " تسحّروا ، فإن في السحور بركة " . (۱/۳۵۰ ، كتاب الصيام ، باب فضل السحور وتاكيد استحبابه الخ ، رقم الحديث : ۱۰۹۵ ، صحيح البخاري : ۱/۲۵۷ ، كتاب الصوم ، باب بركة السحور من غير ايجاب ، رقم الحديث : ۱۹۲۳ ، جامع الترمذي : ۱/۱۵۰ ، كتاب الصوم ، باب ما جاء في فضل السجود ، رقم الحديث : ۷۰۸ ، سنن ابن ماجة : ص/۱۲۱ ، كتاب الصيام ، باب ما جاء في السحور ، رقم الحديث : ۱۶۹۲)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : فيه الحثّ على السحور ، وأجمع العلماء على استحبابه وأنه ليس بواجب . (۴/۴۳۰ ، تحت رقم : ۱۰۹۵)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : فيصح أداء صوم رمضان والنذر المعين والنفل من الليل .. إلى الضحوة الكبرى لا بعدها ولا عندها اعتبارا لأكثر اليوم . التنوير =

بچوں کی روزہ کشائی کی رسم

مسئلہ(۷۹): بعض لوگ رمضان المبارک کے مہینے میں بچوں کو روزہ رکھوا کر روزہ کشائی کراتے ہیں، اور اپنے گھروں میں بہت سی غیر ضروری چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں روزہ کشائی کا کوئی اہتمام نہیں تھا، البتہ اگر بچے کا دل بڑھانے کے لیے روزہ مرہ کی بہ نسبت افطاری میں کچھ اضافہ کرلیا جائے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[1]

= وشرحه . وفي الشامية : قوله : (إلى الضحوة الكبرى) المراد بها نصف النهار الشرعي ، والنهار الشرعي من استطارة الضوء في أفق المشرق إلى غروب الشمس والغاية غير داخلة في المغيّا كما أشار إليه المصنف بقوله : " لا عندها " ... قال في " الهداية " : وفي الجامع الصغير : قبل نصف النهار وهو الأصح ، لأنه لا بد من وجود النية في أكثر النهار ، ونصفه من وقت طلوع الفجر إلى وقت الضحوة الكبرى لا وقت الزوال ، فتشترط النية قبلها لتتحقق في الأكثر . (۳/۳۰۴ ، كتاب الصوم ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/۶۴۲ ، ۶۴۳ ، كتاب الصوم ، فصل فيما لا تشترط تبييت النية وتعيينها الخ ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۹۵ ، ۱۹۶ ، كتاب الصوم ، الباب الأول في تعريفه وتقسيمه وسببه ووقته وشرطه)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۲۵۵۳، کتاب الفتاویٰ: ۳/۴۰۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو ردٌّ " .

(۱/۳۷۱ ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا – الخ ، رقم الحديث : ۲۶۹۷ ، =

غیر مسلم کی طرف سے افطار پارٹی

مسئلہ (۸۰): اگر کوئی غیر مسلم، مسلمانوں کو افطاری کی دعوت دے، اور بظاہر اس کا مال، حرام یا غصب کا نہ ہو، تو اس کے افطار کی دعوت قبول کرنے کی گنجایش ہے، مگر اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس قسم کی افطار پارٹیوں میں بکثرت شرکت کر کے، رمضان المبارک جیسے بابرکت اوقات اور عبادات کو ضائع نہ کیا جائے، کہ یہ ہمارا بہت بڑا خسارہ ہے[1]، لیکن اگر کسی دلیل سے یہ ظاہر ہو کہ

= الصحیح لمسلم : ۲/۷۷ ، کتاب الأقضیة ، السنن لأبي داود :ص/۶۳۵ ، کتاب السنة ، باب في لزوم السنة ، رقم الحدیث : ۴۶۲۲ ، السنن لإبن ماجة :ص/۱۳ ، مشکوة المصابیح :ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، الفصل الأول)

ما في " بذل المجهود " : سواء کان في العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۱۳/۳۳ ، رقم الحدیث : ۴۶۲۲)

ما في " رد المحتار " : البدعة ما أحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، وجعل دیناً قویماً وصراطاً مستقیماً . (۲/۲۵۶ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما في " کتاب التعریفات للجرجاني " : البدعة : هي الأمر المحدث الذي لم یکن علیه الصحابة والتابعون ولم یکن مما اقتضاه الدلیل الشرعي . (ص/۴۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یا أیها الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صٰلحًا﴾ .

(سورة المؤمنون : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : عن أبي هریرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " یا أیها الناس ! إن اللهَ طیبٌ لا یقبل إلا طیبًا ، وإن الله تعالی أمر المؤمنین بما أمر به المرسلین ، فقال : ﴿یا أیها الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صٰلحًا﴾ وقال : ﴿یا أیها الذین آمنوا کلوا من طیبٰت ما رزقناکم﴾ ثم ذکر الرجل یطیل السفر أشعث أغبر،=

اس کا مال حرام [۲] یا غصب [۳] کا ہے، تو اس کی دعوت قبول نہ کی جائے، اور حکمت کے ساتھ اُسے یہ بتایا جائے کہ آپ کے جو ذرائعِ آمدنی ہیں، ہمارے دین ومذہب کے اعتبار سے وہ صحیح نہیں ہیں، اس لیے ہم اس دعوت کے قبول کرنے سے معذور ہیں، لیکن اگر وہ اس پر مصر ہو، یا اس کی دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں کسی فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو، تو اس سے یہ کہا جائے کہ آپ پیسہ دے دیجیے، ہم اس سے کھانے کا نظم کرلیں گے، پھر اس کے ان روپیوں سے کھانا وغیرہ پکا کر، یا خرید کر، غرباء ومساکین کو کھلا دیا جائے۔

= ومطعمه حرام ، ومشربه حرام ، وملبسه حرام، وغُذي بالحرام ، يمد يديه إلى السماء يا رب يا رب ، فأنى يستجاب لذلک ، وتقديم الأمر بأكل الحلال ، لأن أكل الحلال معين على العمل الصالح . (۱۰/ ۶۰ ، سورة المؤمنون : ۵۱)

ما في " كنز العمال " : " من أكل لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة ، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحًا ، وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولى به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لَتُنبِتُ اللحم " . (الديلمي عن ابن مسعود) (۸/۴ ، كتاب البيوع ، قسم الأقوال ، رقم الحديث : ۹۲۶۲)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي بكر أن رسول الله ﷺ قال : " لا يدخل الجنة جسدٌ غذِي بالحرام " . رواه البيهقي في شعب الإيمان . (ص/۲۴۳ ، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب الحلال ، الفصل الثالث ، رقم الحديث :۲۷۸۷)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : والحرام – نقيض الحلال ، يقال : حرُم عليه الشيء حرمةً وحرامًا ، والحرام ما حرّم الله . اهـ . (۱۰/ ۲۰۵)

وفيه أيضًا : يظهر من الاستقراء وتتبّع تعليلات فقهاء المذاهب فيما يحكُمون بحرمة أكله أنه يحرم أكل الشيء مهما كان نوعَه لأحد أسباب خمسة :

....

....

....

....

.... السبب الخامس : عدم الإذن شرعًا لحق الغير، من أمثلة هذا السبب أن يكون الطعام غير مملوك لمن يريد أكله، ولم يأذن له فيه مالكه ولا الشارع، وذلك المغصوب أو المسروق، أو المأخوذ بالقمار أو بالبغاء . اهـ .
(۵/۱۲۵ - ۱۲۷، ما يحرم أكله لأسباب مختلفة، أطعمة)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : الغصب لغة : هو أخذ الشيء ظلمًا وقهرًا ..... واصطلاحًا : عرّفه أبو حنيفة وأبو يوسف بأنه : إزالة يد المالك عن ماله المتقوّم على سبيل المُجاهرة والمغالبة بفعل في المال . وعرّفه المالكية بأنه : أخذ مالٍ قهرًا تعدّيًا بلا حِرابة . وعرّفه الشافعية بأنه : الاستيلاء على حق الغير عدوانًا أي بغير حق . وعرّفه الحنابلة بأنه : الاستيلاء على مال الغير قهرًا بغير حق . (۲۲۸/۳۱، غصب)
وفيه أيضًا : الغصب حرامٌ إذا فعله الغاصب عن علمه لأنه معصية، وقد ثبت تحريمه بالقرآن والسنة والإجماع. أما القرآن الكريم - فقول الله تعالى : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾. [النساء: ۲۹]. وأما السنة الشريفة - فمنها قوله ﷺ : " إن دماء كم وأموالكم وأعراضكم حرامٌ عليكم كحرمة يومكم هذا، في بلدكم هذا، في شهركم هذا " . وقوله : " لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفسه " . وأما الإجماع - فقد أجمع المسلمون على تحريم الغصب، وإن لم يبلغ المغصوب نصاب سرقة .

(۲۲۹/۳۱، ۲۳۰، الحكم التكليفي، غصب)
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۶۱۸۸)

’’رمضان مبارک‘‘ کہہ کر مبارکباد دینا

مسئلہ (۸۱): رمَضان المبارک کی آمد پر لوگ ایک دوسرے کو’’رمضان مبارک، رمضان مبارک‘‘ کہہ کر مبارکبادی دیتے ہیں، اس طرح مبارکبادی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ اِس ماہ کے آنے پر اپنے اصحاب کو خوش خبری دیا کرتے تھے، اُنہیں اِس ماہ میں اعمالِ صالحہ پر اُبھارتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی اقتدا میں ہمارے بزرگانِ دین بھی ماہِ رمضان المبارک کی آمد پر ایک دوسرے کو خوش خبری دیا کرتے تھے، نیز اِس ماہ کی آمد پر ایک دوسرے کو مبارکبادی دینا، اور اس کی آمد پر خوش ہونا، یہ دونوں باتیں نیک کاموں میں رغبت وشوق پر دلالت کرتی ہیں، اِس لیے بھی اِس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ’’ القرآن الكريم ‘‘ : ﴿قل بفضل الله وبرحمته فبذلک فليفرحوا هو خيرٌ مما يجمعون﴾ . (يونس : ۵۸)

ما في ’’ صحيح ابن خزيمة ‘‘ : عن سلمان قال : خطبنا رسول الله ﷺ في آخر يوم من شعبان فقال : ’’ أيها الناس ! قد أظلّكم شهرٌ عظيمٌ ، شهرٌ مباركٌ ‘‘ .. الحديث .

(۱۹۱/۳ ، رقم الحديث :۱۸۸۷ ، باب فضائل شهر رمضان إن صحّ الخبر ، الدعوات الكبير للبيهقي : ۱۵۱/۲ ، رقم الحديث : ۵۳۲ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۲۲۳/۵ ، رقم الحديث : ۳۳۳۶ ، فضائل شهر رمضان ، عمدة القاري : ۲۶۱/۱۶ ، باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان ، مشكوة المصابيح : ۴۴۳/۱ ، كتاب الصوم ، رقم الحديث : ۱۹۶۵)

ما في ’’ تفسير السعدي المعروف بـ تيسر الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان ‘‘ : الفرح الممدوح الذي قال الله فيه : ﴿قل بفضل الله وبرحمته فبذلک فليفرحوا﴾ . وهو الفرح بالعلم النافع ، والعمل الصالح .

(۷۴۲/۱ ، الباب ۶۹ ، للشيخ عبد الرحمن بن ناصر السعدي)

باب الاعتکاف

۲۱/رمضان کوغروب سے چند گھنٹے گزرنے کے بعد اعتکاف

مسئلہ (۸۲): اگر کوئی شخص سنت اعتکاف کا ارادہ رکھتا ہے، لیکن ۲۱/ رمضان کوغروب سے چند گھنٹے گزرنے کے بعد مسجد میں پہنچا، تو اس کا مسنون اعتکاف ادا نہ ہوگا، کیوں کہ مسنون اعتکاف پورے عشرہ کا ہوتا ہے، یعنی ۲۰/ رمضان کے غروب سے تھوڑی دیر پہلے مسجد میں حاضر ہونا، اور عید کا چاند نظر آنے تک مسجد میں اعتکاف کی نیت سے رہنا ضروری ہے، ہاں! البتہ نفلی اعتکاف کا ثواب مل جائے گا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) مـا في " مرقاة المفاتيح " : وعند الأئمة الأربعة أنه يدخل قبل غروب الشمس إن أراد اعتكاف شهر أو عشر . (۳۲۹/۴ ، ط : ملتان پاکستان)

مـا فـي " البـحر الرائق " : وفي الكافي : ومتى دخل في اعتكافه الليل والنهار فابتداء ه مـن الـليل ، لأن الأصل أن كل ليلة تتبع اليوم الذي بعدها ، ألا ترى أنه يصلي التراويح فـي أول ليـلة مـن رمـضـان ولا يـفـعل ذلک في أول ليلة من شوال . ... فعلى هذا يـدخـل الـمسـجـد قبـل الـغـروب ويخرج بعد الغروب من آخر يوم ..... كما صرح قاضيخان في فتاواه . (۳۰۵/۲ ، ط: رشيديه كوئٹه ، بهشتي زيور: ۲۲/۳)

ما في " رسائل الأركان على هامش بهشتي زيور " : والمشهور عند مشايخنا أن يدخل الـمعتكف بعد العصر قبل غروب الشمس من اليوم العشرين من شهر رمضان ليدخل الليلة الحادية وعشرين في الاعتكاف . (ص/ ۲۳۱ ، بحواله فتاوى دار العلوم زكريا)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵۰۶/۶، ط: دار الاشاعت، فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۳۳۱/۳، ۳۳۲)

نابالغ بچوں کو اعتکاف بٹھانا

مسئلہ (۸۳): آج کل مسجد میں نابالغ بچوں کو بھی اعتکاف میں بٹھادیا جاتا ہے، جو کہ پریشانی کا باعث بنتے ہیں، جب کہ اعتکاف عاقل، بالغ مسلمانوں کے لیے مسنون ہے، بچوں کے لیے نہیں، سمجھدار بچے کا اعتکاف میں بیٹھنا اگرچہ فی نفسہ جائز ہے(۱)، مگر اِس زمانے میں بچوں کے اعتکاف بیٹھنے میں بہت سے مفاسد اور خرابیاں ہیں(۲)، جن کے ہوتے ہوئے بچوں کو اعتکاف میں بٹھانا جائز نہیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وأما البلوغ فليس بشرط لصحة الاعتكاف ، فيصح من الصبي العاقل . (۱/ ۲۱۱ ، بدائع الصنائع : ۲/ ۱۰۸ ، ط: المكتبة العلمية بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أنه يصحّ الاعتكاف من الرجل والمرأة والصبي المميّز .

(۵/ ۲۰۹ ، المعتكِفُ ، شامية : ۲/ ۴۴۱ ، باب الاعتكاف ، ط : دار الفكر)

(۲) ما في " الشامية " : " ما كان سببًا لمحظورٍ فهو محظورٌ " .

(۵/ ۲۲۳ ، ط : نعمانيه ديوبند)

(اعتکاف کے مسائل: ص/۲۴، ۲۵)

اعتکاف کے لیے خاوند سے اجازت

مسئلہ (۸۴): عورت کو اعتکاف میں بیٹھنے کے لیے خاوند سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے[۱]، اور خاوند اُسے اعتکاف سے منع بھی کرسکتا ہے، لیکن جب ایک بار اجازت دیدی، تو اب منع نہیں کرسکتا۔[۲]

دورانِ اعتکاف عورت کا گھریلو کام کرنا

مسئلہ (۸۵): بیت الخلاء کے تقاضے اور وُضو کے علاوہ اعتکاف کی جگہ سے باہر نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا ایسی عورت جس کے گھر کوئی کام کاج کرنے والا نہ ہو، وہ مسنون اعتکاف کے لیے نہ بیٹھے، البتہ اپنے کاموں سے فارغ ہوکر اس مخصوص جگہ پر ذکر وتلاوت اور عبادت کے ذریعے اس مقدس مہینے کی برکات سے فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : فيصح من المرأة .... بإذن الزوج إن كان لها زوج . (۱/۱۱۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يصحّ اعتكاف المرأة باتفاق الفقهاء بالشروط المتقدّمة ويشترط للمتزوجة أن يأذن لها زوجُها ، لأنها لا ينبغي لها الاعتكاف إلا بإذنه .

(۵/۲۰۹، اعتكاف المرأة ، موسوعة الفقه الإسلامي :۳/۲۰۷ ، شروط اعتكاف المرأة)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : فإن أذن له الزوج بالاعتكاف لم يكن له أن يمنعها بعد ذلك وإن منعها لا يصحّ منه .

(۱/۲۱۱ ، الموسوعة الفقهية :۵/۲۰۹ ، اعتكاف المرأة) (اعتکاف کے مسائل:ص/۲۴)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا اعتكفت في مسجد بيتها فتلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل ، لا تخرج منه إلا لحاجة الإنسان .

(۱/۲۱۱ ، موسوعة الفقه الإسلامي :۳/۲۰۵ ، ما يجوز للمعتكف فعله)=

اعتکاف میں مجنون یا بے ہوش ہوجانا

مسئلہ(۸۶): اگر کوئی شخص اعتکاف کی حالت میں مجنون یا بے ہوش ہوجائے، اور یہ بے ہوشی یا جنون مسلسل اتنا وقت طاری رہے، جس میں ایک روزہ قضا ہوجائے، تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اس سے کم مقدار میں ہو تو نہیں ٹوٹے گا۔(۱)

= ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الخروج من المسجد للرجل والمرأة (وكذلک خروج المرأة من مسجد بيتها عند الحنفية) إذا كان لغير حاجة فإنه يفسد الاعتكاف الواجب .... أما إذا كان الخروج لحاجة فلا يُبطل الاعتكاف في قولهم جميعًا . (۲۲۰/۵ ، الخروج من المسجد)

ما في " تبيين الحقائق " : ولا تخرج من بيتها إذا اعتكف فيه ، قال رحمه الله : (ولا يخرج منه إلا لحاجة شرعية كالجمعة أو طبيعية كالبول والغائط) لما روينا من الأثر عن عائشة رضي الله عنها ، ولما روي عنها أنها قالت : " كان النبي ﷺ لا يدخل البيتَ إلا لحاجة الإنسان إذا كان معتكفًا " . متفق عليه . (۳۵۰/۱ ، ط : دار الكتاب الإسلامي ، الدر المختار مع الشامية : ۴۴۵/۲ ، ط : دار الفكر)

(اعتکاف کے مسائل:ص/۲۳،۲۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكذا إغمائه وجنونه إن دام أيامًا . در مختار .

وفي الشامية : قوله : (إن دام أيامًا) المراد بالأيام : أن يفوته صوم بسبب عدم إمكان النية . (۴۴۳/۳ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، ط: بيروت ، شامية : ۱۳۶/۲ ، ط : احياء التراث ، الموسوعة الفقهية : ۲۲۵/۵ ، اعتكاف ، الثالث من المفسدات الجنون)

ما في " بدائع الصنائع " : قال الكاساني رحمه الله : وإن أغمى عليه أياماً أو أصابه لممٌ (جنونٌ) فسد اعتكافه . (۲۲۳/۵ ، الخروج للمرض) (اعتکاف کے مسائل:ص/۲۱،۲۲)

روزہ ٹوٹنے سے اعتکاف فاسد ہوجائے گا

مسئلہ(۸۷): اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، جب روزہ توڑ دے، یا کسی وجہ سے ٹوٹ جائے، تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا، اوراس دن کی قضا بھی لازم ہوگی۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : قلت : ومقتضى ذلك أن الصوم شرط أيضًا في الاعتكاف المسنون ، لأنه مقدر بالعشر الأخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض أو سفر ينبغي أن لايصح عنه ، بل يكون نفلا ، فلا تحصل به إقامة سنة الكفاية .
(۳/ ۴۳۱ ، باب الاعتكاف ، ط : بيروت)

ما في " الهندية " : وإذا فسد الاعتكاف الواجب وجب قضاءه ، فإن كان اعتكاف شهر بعينه إذا أفطر يومًا يقضي ذلك اليوم . (۱/ ۲۱۳)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو أكل أو شرب في النهار عامدًا فسد صومه وفسد اعتكافه لفساد الصوم . (۲/ ۱۱۶ ، ط : سعيد)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۰/ ۲۲۰، احسن الفتاویٰ:۴/ ۵۰۱، فتاویٰ حقانیہ:۴/ ۱۹۶، فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۳/ ۳۳۲، ۳۳۳)

اعتکاف ٹوٹ جانے پر اس کی قضا

مسئلہ (۸۸): نفل اعتکاف کی قضا واجب نہیں، اس لیے کہ وہ مسجد سے نکلنے سے ٹوٹتا نہیں، بلکہ ختم ہوجاتا ہے، اعتکافِ منذور اگر ٹوٹ جائے، خواہ نذرِ معین ہو یا غیر معین، تو سب ایام کی قضا واجب ہے، نئے سرے سے اتنے دن پورے کرے، کیوں کہ ان میں تتابُع یعنی مسلسل رکھنا لازم ہے، اور عشرۂ اخیرۂ رمضان کا اعتکاف ٹوٹ جائے تو صرف اس دن کی قضا واجب ہے، جس میں اعتکاف ٹوٹا، فساد کے بعد یہ اعتکاف نفل ہوگیا، ایک دن کی قضا چاہے رمضان ہی میں کرلے یا رمضان کے بعد نفل روزے کے ساتھ کرے۔

ایک دن کی قضا میں رات دن دونوں کی قضا واجب ہے یا صرف دن کی؟ ......قواعد سے یوں مفہوم ہوتا ہے کہ اگر اعتکاف دن میں فاسد ہوا، تو صرف دن کی قضا واجب ہوگی، صبح صادق سے قبل شروع کرکے غروبِ آفتاب تک کرے، اور اگر رات میں اعتکاف فاسد ہوا، تو رات دن دونوں کی قضا واجب ہے، غروبِ آفتاب سے قبل شروع کرکے دوسرے روز غروب کے بعد ختم کرے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (فلو شرع في نفله ثم قطعه لا يلزمه قضاءه ..... على الظاهر) من المذهب . (۳/۴۳۴)

ما في " الشامية " : فلو نذر اعتكاف يوم لزمه فقط ، نواه أو لم ينو ، وإن نوى الليلة معه لزماه ، ولو نذر اعتكاف ليلة لم يصح ما لم ينو بها اليوم . (۳/۴۴۴ ، ط : بيروت)

ما في " الشامية " : والحاصل أن الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيما عندهما . .... بخلاف الباقي ، لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية .

(۳/۴۳۵ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، ط : بيروت)=

اعتکاف کی حالت میں احتلام

مسئلہ (۸۹): اگر معتکف کو اعتکاف کی حالت میں احتلام ہو جائے، تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، بلکہ معتکف کو چاہیے کہ بیدار ہوتے ہی پہلے تیمّم کرلے، پھر فوری مسجد سے نکل جائے، اور جسے احتلام کا اندیشہ ہو اس کے لیے بہتر ہے کہ پہلے سے اپنے ساتھ کوئی ڈھیلا وغیرہ رکھ لے، ورنہ مسجد کی زمین پر ہی تیمّم کرلے، اگر کسی ضرر کا اندیشہ ہو، یا پانی ملنے میں کچھ دیر ہو، یا پانی گرم ہو رہا ہو، تو اسی تیمّم کے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرے۔[1]

= ما في '' الموسوعة الفقهية '' : ذهب الحنفية إلى أن الاعتكاف إذا فسد فالذي فسد لا يخلو إما أن يكون واجبًا ، وهو المنذور ، وإما أن يكون تطوعًا ، فإن كان واجبًا يقضي إذا قدر على القضاء . ... ويقضي بالصوم لأنه فاته مع الصوم فيقضيه مع الصوم . ... وإذا كان اعتكاف شهرٍ بغير عينه يلزمه الاستقبال لأنه يلزمه متتابعًا فيُراعي فيه صفة التتابع ، وسواء فسد بصنعه من غير عذر .... أو فسد بصنعه لعذرٍ .... وأما أعتكاف التطوع إذا قطعه قبل تمام اليوم فلا شيء عليه في رواية الأصل . اهـ . (۵/ ۴۱، ۴۲ ، قضاء الاعتكاف) (اعتکاف کے مسائل:ص/۲۲،۲۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوى الهندية '' : وكذا (لا يفسد) لو احتلم . كذا في فتح القدير . (۱/ ۲۱۳)

ما في '' موسوعة الفقه الإسلامي '' : والاحتلام لا يفسد الاعتكاف .

(۳/ ۲۰۹، كتاب الصيام ، ما يبطل به الاعتكاف)

(اعتکاف کے مسائل:ص/۲۲)

مسنون اعتکاف کب ختم ہوگا؟

مسئلہ(۹۰): جب شوال کا چاند نظر آئے تو اعتکاف پورا ہوجاتا ہے، معتکف اگر چاہے تو اسی وقت مسجد سے گھر چلا جائے[۱]، لیکن افضل یہ ہے کہ رات مسجد ہی میں گزارے، اور صبح عید کی نماز کے لیے مسجد ہی سے جائے، پھر عید کی نماز کے بعد گھر جائے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "موسوعة مسائل الجمهور في الفقه الإسلامي" : مسألة [۵۹٦] – جمهور الفقهاء على أن من نوى اعتكاف العشر الأواخر من رمضان فإنه يدخل معتكفه قبل غروب الشمس من ليلة إحدى وعشرين ، ويخرج منه بعد غروب الشمس من ليلة الأول من شوال ، وهو مذهب الشافعي وجماعة الفقهاء ، وهو قول أحمد في رواية ومالك والثوري وأبي حنيفة . (۱/ ۳۳۲، كتاب الاعتكاف ، باب في من نوى اعتكاف العشر الأواخر من رمضان ، موسوعة الفقه الإسلامي :۳/ ۲۰۳ ، كتاب الصيام ، الاعتكاف)

(۲) ما في "حاشية موسوعة مسائل الجمهور" : (فائدة) جماعة العلماء وفقهاء الأمصار يرغبون لمن اعتكف العشر الأواخر في رمضان أن لا يخرج من معتكفه إلا بعد الفجر عند توجهه لصلاة العيد رأسًا ، وليس هذا على الوجوب عند جمهورهم .... قال القرطبي : استحب مالك لمن اعتكف العشر الأواخر أن يبيت ليلة الفطر في المسجد حتى يغدو إلى المصلّى ، وبه قال أحمد .... قال النووي : ويستحب أن يمكث في معتكفه بعد هلال شوال حتى يصلي العيد أو يخرج منه إلى المصلى إن صلوها في غيره .... وقال الموفق رحمه الله : ومن اعتكف العشر الأواخر من رمضان استحب أن يبيت ليلة العيد في معتكفه نصّ عليه أحمد ،=

کتاب الحج

حج کے مسائل

نبی اکرم ﷺ کی طرف سے حج برائے ایصالِ ثواب

مسئلہ(۹۱): نبی پاک ﷺ کی طرف سے حج کرنا بڑی نیکی اور ثواب کا کام ہے، یہ ایصالِ ثواب کا حج کہلائے گا، اس کے لیے دو طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں: (۱) حج کی ادائیگی سے پہلے ہی یہ نیت کرلی جائے کہ میں یہ حج نبی پاک ﷺ کی طرف سے ادا کررہا ہوں، اور اسی نیت سے تمام ارکان ادا کرے، تاکہ اس کا تمام تر ثواب نبی پاک ﷺ کو پہنچے۔ (۲) حج کی نیت کرکے، حج اپنی طرف سے ادا کرے، اور ادائیگیٔ حج کے بعد اس کا ثواب نبی پاک ﷺ کو بخش دے۔ (۱)

= وروي عن النخعي وأبي مجلز وأبي بكر بن عبد الرحمن والمطلب بن حنطب وأبي قلابة أنهم كانوا يستحبون ذلك ، وروى الأثرم باسناده عن أيوب عن أبي قلابة أنه كان يبيت في المسجد ليلة الفطر ثم يغدو كما هو إلى العيد ....
وقال إبراهيم (النخعي) : كانوا يحبون لمن اعتكف العشر الأواخر من رمضان أن يبيت ليلة الفطر في المسجد ثم يغدو إلى المصلى .
(۱/۳۳۲ ، كتاب الاعتكاف ، ط: دار السلام) (اعتکاف کے مسائل:ص/۲۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأصل أن كل من أتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره . در مختار . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : قوله : (بعبادة ما) أي سواء كانت صلاة أو صوما أو صدقة أو قراء ة أو ذكرًا أو طوافًا أو حجًا أو عمرة أو غير ذلك . ... وبحث أيضًا أن الظاهر أنه لا فرق بين أن ينوي به عند الفعل للغير أو يفعله لنفسه ثم يجعل ثوابه لغيره .
(۴/۱۰ ، ۱۱ ، كتاب الحج ، الباب الخامس ، باب الحج عن الغير ، مطلب في إهداء ثواب الأعمال للغير ، البحر الرائق :۳/۱۰۵ ، ۱۰۶ ، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير)=

گھر سے احرام پہننا

مسئلہ (۹۲): بعض لوگ حاجیوں کے گھر ہی سے احرام پہننے کو برا خیال کرتے ہیں، اُن کا یہ خیال درست نہیں ہے، کیوں کہ حاجیوں کا اپنے گھروں سے احرام باندھ کر نکلنا مستحب ہے، بشرطیکہ احرام کی جنایات میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو[۱]، اور اگر احرام کی جنایات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو حاجیوں کا اپنے گھروں سے احرام باندھ کر نکلنا مکروہ ہے۔[۲]

= ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوما أو حجا أو صدقة أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر ، ويصل ذلك إلى الميت . (ص/ ۶۲۱ ، ۶۲۲ ، فصل في زيارة القبور ، كتاب الصلاة ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۵۷، كتاب المناسك ، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۳۸۸۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري " : ومستحباته ..... تقديم الإحرام على وقته أي ميقاته (المكاني) للآفاقي إن ملك نفسه أي بالاحتراز عن المحظورات والتحفظ عن المحذورات . (ص/ ۱۲۹ ، مستحبات الإحرام)

ما في " بدائع الصنائع " : قدم الإحرام على المواقيت هو أفضل ، وروي عن أبي حنيفة رحمه الله أن ذلك أفضل إذا كان يملك نفسه أن يمنعها ما يمنع منه الإحرام .
(۳/ ۱۶۱ ، فصل في بيان مكان الإحرام)

ما في " الفتاوى الهندية " : إن قدم الإحرام على هذه المواقيت جاز ، وهو الأفضل إذا أمن مواقعة المحظورات . (۱/ ۲۲۱ ، الباب الثاني في المواقيت)

(۲) ما في " إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري " : مكروهاته ـــ تقديمه على المكاني إن لم يملك نفسه. (ص/ ۱۳۰ ، مكروهات الإحرام، الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۲۱ ، الباب الثاني في المواقيت)

آخری میقات پراحرام

مسئلہ (۹۳): اگرکوئی شخص بقصد حج یا عمرہ حرم مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہوتو اس پرآخری میقات پرپہنچ کراحرام باندھناواجب ہے،اوراگرحج یا عمرہ کا قصدنہیں،تب بھی میقات سے گزرنے پراحرام باندھنااورعمرہ کرناواجب ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : عن سعيد بن جبير أن النبي ﷺ قال : " لايجاوز أحد الوقت إلا محرم " . (۸/۲۰۲ ، كتاب الحج ، من قال : لا يجاوز أحد الوقت إلا محرما ، رقم الحديث : ۱۵۷۰۲ ، اعلاء السنن : ۵/۲۰ ، كتاب الحج ، باب المواقيت وانه لا يجوز مجاوزتها بغير إحرام لمن أراد دخول مكة ، رقم الحديث : ۲۵۶۴)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن ابن عباس أنه قال : ما يدخل مكة أحد من أهلها ولا من غير أهلها إلا بإحرام. (۵/۲۸۹ ، كتاب الحج ، باب دخول مكة بغير إرادة حج ولا عمرة ، رقم : ۹۸۳۹ ، اعلاء السنن : ۵/۲۱ ، كتاب الحج ، باب المواقيت وأنه لا يجوز مجاوزتها بغير إحرام لمن أراد دخول مكة ، تحت رقم : ۲۵۶۴ ، نيل الأوطار : ۴/۳۱۹ ، كتاب الحج ، باب دخول مكة بغير إحرام لعذر ، تحت رقم : ۱۸۱۳ ، نصب الراية للزيلعي : ۳/۱۸ ، كتاب الحج ، فصل في المواقيت)

ما في " الهداية " : ثم الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا لقوله عليه السلام : لا يجاوز أحد الميقات إلا محرما ، ولأن وجوب الإحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوي فيه الحاج والمعتمر وغيرهما . (۱/۲۳۵ ، كتاب الحج ، فصل في المواقيت)=

حج بدل کے روپیوں سے صدقہ یا دعوت

مسئلہ(۹۴): بعض حج بدل کرنے والے، حج بدل کے روپئے سے صدقہ کرتے ہیں، یا کسی کی دعوت کرتے ہیں، اُن کا ایسا کرنا جائز نہیں ہے، ہاں! اگر آمر نے اجازت دی ہو تو جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ حج کرانے والے سے خرچ کی عام اجازت لے لے، تاکہ سفر میں کوئی دِقّت پیش نہ آئے، اگر وہ عام اجازت نہ دے تو پھر بہت احتیاط سے روپیہ خرچ کرے۔(۱)

= ما في " بدائع الصنائع " : وكذلک لو أراد بمجاوزة هذه المواقيت دخول مكة لا يجوز له أن يجاوزها إلا محرما سواء أراد بدخول مكة النسک من الحج أو العمرة أو التجارة أو حاجة أخرى عندنا .

(۲/ ۳۷۱ ، كتاب الحج ، بيان مكان الإحرام ، ط : دار الكتاب ديوبند)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وحرم تأخير الإحرام عنها) كلها (لمن) أي لآفاقي (قصد دخول مكة) يعني الحرم (ولو لحاجة) غير الحج . (۳/ ۴۸۲ ، كتاب الحج ، مطلب في المواقيت ، ط : بيروت) (فتاویٰ محمودیہ:۱۵/ ۳۹۴،۳۹۵، مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا تظلموا ، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " . (ص/ ۲۵۵ ، باب الغصب والعارية ، سنن الدار قطني : ۳/ ۲۲ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۲۸۶۲ ، جمع الجوامع : ۹/ ۷ ، تتمة حرف اللام الألف ، رقم الحديث : ۲۶۷۵۹ ، السنن الكبرى للبيهقي : ۶/ ۱۶۶ ، كتاب الغصب ، المسند للإمام أحمد بن حنبل : ۱۵/ ۴۰۰ ، رقم الحديث : ۲۰۹۸۰ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۴/ ۳۸۷ . رقم الحديث : ۵۴۹۲)=

....

....

....

....

= ما في " تحفة الفقهاء للسمرقندي " : ثم ما فضل في يد الحاج من النفقة بعد رجوعه، فإنه يرده على الورثة ، ولا يسعه أن يمسكه ، لأن النفقة لا تصير ملكا للحاج.
(۱/ ۴۳۰ ، كتاب المناسک ، مسائل الأمر بالحج . ط : بيروت)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه . وفيه أيضًا: لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي .
(۱/ ۹٦ - ۹۸ ، رقم المادة : ۹٦ - ۹۸)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا يجوز التصرف فى مال غيره بلا إذنه ولا ولايته . (۹/ ۲۴۰ ، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في " رد المحتار " : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي .
(٦/ ۷۷ ، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، البحر الرائق: ٥/ ٦٨ ، كتاب الحدود ، فصل في التعزير)

غروب آفتاب تک عرفات میں رہنا

مسئلہ (۹۵): بعض حجاج کرام عرفات کی حدود سے سورج غروب ہونے سے پہلے ہی اژدہام کے اندیشہ سے نکل جاتے ہیں، جب کہ سورج غروب ہونے تک عرفات میں رہنا واجب ہے[۱]، اگر کوئی شخص سورج غروب ہونے سے پہلے عرفات سے نکل گیا، تو اس پر دم واجب ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : الوقوف شرطه شيئان ؛ أحدهما كونه في أرض عرفات ، والثاني أن يكون في وقته ..... وواجبه الإمتداد إلى الغروب .

(۱/ ۲۲۹ ، كتاب المناسک ، الباب الخامس في كيفية أداء الحج ، البحر الرائق : ۲/ ۵۹۴ ، بيروت)

ما في " بدائع الصنائع " : وعرفات كلها موقف إلا بطن عرنة ، فإنه يكره الوقوف فيه ، فيقف إلى غروب الشمس ، فإذا غربت الشمس دفع الإمام والناس معه ، ولا يدفع أحد قبل غروب الشمس ، لا الإمام ولا غيره ، الوقوف إلى غروب الشمس واجب .

(۳/ ۱۳۷ ، كتاب الحج)

(۲) ما في " البحر الرائق " : (ثم إلى مزدلفة بعد الغروب) أي ثم رح كما ثبت في صحيح مسلم من فعله عليه السلام ، وهذا بيان للواجب حتى لو دفع قبل الغروب وجاوز حدود عرفة لزمه دم . (۲/ ۵۹۶ ، كتاب الحج ، باب الإحرام)

ما في " الهداية " : ومن أفاض قبل الإمام من عرفات فعليه دم ، ولنا أن الاستدامة إلى غروب الشمس واجبة لقوله عليه الصلاة والسلام فادفعوا بعد غروب الشمس فيجب بتركه الدم . (۱/ ۲۷۵ ، كتاب الحج ، فصل في ما يتعلق بالطواف بغير الطهارة)

مسجد حرام میں فقراء کو روٹی یا نقدی تقسیم کرنا

مسئلہ(۹۶): بعض حجاج کرام مسجد حرام میں فقراء کو روٹی یا نقد وغیرہ تقسیم کرتے ہیں، اور فقراء آپس میں چھینا جھپٹی اور شور وشغب کرتے ہیں، یہ مسجد کے احترام کے خلاف ہے، اس لیے اس طریقۂ تقسیم کا ترک کرنا لازم اور واجب ہے، جو کچھ تقسیم کرنا ہو مسجد سے باہر تقسیم کرے، ورنہ مسجد کی بے حرمتی کے گناہ میں تقسیم کرنے والا بھی شریک ہوگا۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وعهدنآ إلى ابرٰهيم واسمٰعيل أن طهّرا بيتي للطآئفين والعاكفين والرّكّع السجود﴾ . (سورة البقرة : ۱۲۵)

ما في " التفسير المنير " : هذا البيت طاهر مطهر وصينا ابراهيم واسماعيل بتطهيره من الأوثان وعبادة الأصنام وتطهير من كل رجس حسي أو دنس معنوي كاللغو والرفث والتنازع فيه . (۱/۱۳۳۱)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن واثلة بن الأسقع ، أن النبي ﷺ قال : " جنّبوا مساجدَكم صبيانَكم ، ومجانينَكم وشراءَ كم وبيعكم ، وخصوماتكم ، ورفع أصواتكم ، وإقامة حدودكم ، وسلّ سيوفكم " . (ص/۵۴ ، أبواب المساجد ومواضع الصلاة ، باب ما يكره في المساجد ، قديمي ، المعجم الكبير للطبراني : ۱۳۲/۸ ، رقم الحديث : ۷۶۰۱ ، دار احياء التراث العربي ، معارف الحديث : ۱۲۱/۳ ، كتاب الصلاة ، دار الإشاعت كراچی)

ما في " الفتاوى الهندية " : حرمة المسجد خمسة عشر : .... السادس ؛ أن لا يرفع فيه الصوت من غير ذكر الله . (۳۲۱/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المساجد ، حلبي كبير : ص/۶۱۰ ، فصل في أحكام المسجد)

روضۂ اقدس ﷺ کی جالیوں کو ہاتھ لگانا

مسئلہ(۹۷): بعض حجاج کرام روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ کی زیارت کے وقت روضۂ اطہر کی جالیوں کو ہاتھ لگاتے ہیں، یا بوسہ دیتے ہیں، اُن کا یہ عمل خلافِ ادب ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ روضہ کی جالیوں سے تین یا چار ہاتھ دور کھڑا رہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : يتوجه إلى قبره ﷺ فيقف عند رأسه مستقبل القبلة ، ثم يدنو منه ثلاثة أذرع أو أربعة ، ولا يدنو منه أكثر من ذلك ، ولا يضع يده على جدار التوبة ، فهو أهيب وأعظم للحرمة ، ويقف كما يقف في الصلاة .

(۱/۲۶۵ ، كتاب المناسك ، خاتمة في زيارة قبر النبي ﷺ)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وفي القنية من كتب الحنفية : قال أبو الليث : لا نعرف وضع اليد على القبر سنة ولا مستحبا . (۹۰/۲۴)

ما في " مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : فتقف بمقدار أربعة أذرع بعيدًا عن المقصورة الشريفة بغاية الأدب .

(ص/۲۷۳ ، كتاب الحج ، فصل في زيارة قبر النبي ﷺ)

روضۂ اقدس ﷺ پر سلام

مسئلہ (۹۸): بعض حجاج کرام روضۂ اقدس ﷺ پر سلام پڑھتے وقت بہت بلند آواز سے چیخ چیخ کر سلام پڑھتے ہیں، اور بے انتہا شور وشغب کرتے ہیں، اُن کا یہ عمل خلافِ ادب ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ سلام پڑھتے وقت آواز نہ زیادہ بلند ہو اور نہ زیادہ آہستہ، بلکہ متوسط آواز سے سلام پڑھے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا ترفعوآ أصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض أن تحبط أعمالكم وأنتم لا تشعرون﴾ . (سورة الحجرات : ۲)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : قال القرطبي : معنى الآية : الأمر بتعظيم رسول الله ﷺ وتوقيره وخفض الصوت بحضرته وعند مخاطبته .... قال القرطبي : حرمة النبي ﷺ ميتًا كحرمته حيًا . (۴/ ۲۵۱)

ما في " إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري " : ثم توجّه بالقلب والقالَب مع رعاية غاية الأدب فقام تجاه الوجه الشريف .... ثم قال مسلّماً أي مريد السلام مقتصدًا أي متوسطًا في رفع كلامه كما بينه بقوله : (من غير رفع صوت) لقوله تعالى : ﴿إن الذين يغضّون أصواتهم عند رسول الله﴾ ولا إخفاء أي بالمرة لفوات الإسماع الذي هو السنة . (ص/۶۱۷)

ما في " الفتاوى الهندية " : ثم يقول : السلام عليك يا نبي الله ورحمة الله وبركاته .... ولا يرفع صوته . (۱/ ۲۶۵ ، كتاب الحج ، خاتمة في زيارة النبي ﷺ)

ما في " أوضح المسالك إلى أحكام المناسك " : ثم بعد فراغ الإنسان من تحية المسجد يزور قبر النبي ﷺ وقبري صاحبيه أبي بكر وعمر فيقف قُبالة وجهه بأدب وخفض صوتٍ . (ص/ ۲۴۱ ، ۲۴۲)

دورانِ طواف رکنِ یمانی کا بوسہ

مسئلہ (۹۹): بعض حجاج کرام دورانِ طواف رکنِ یمانی کو بوسہ دیتے ہیں، جب کہ صحیح قول کے مطابق رکنِ یمانی کو صرف ہاتھ لگانا ثابت ہے، بوسہ لینا خلافِ سنت ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وكلما مرّ بالحجر فعل ما ذكر) من الاستلام (واستلم الركن) اليماني (وهو مندوب) لكن بلا تقبيل . وقال محمد : هو سنة ويقبله ، والدلائل تؤيده . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قال المحقق ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (واستلم الركن اليماني) ... المراد بالاستلام هنا لمسه بكفيه أو بيمينه دون يساره بدون تقبيل وسجود عليه ...... قوله : (والدلائل تؤيده) أي تؤيد قوله " بكونه سنة ، وبأنه يقبله " لكن في شرح اللباب أن ظاهر الرواية الأول كما في الكافي والهداية وغيرهما ؛ وفي الكرماني : وهو الصحيح ؛ وفي النخبة : ما عن محمد ضعيف جدا ؛ وفي البدائع : لا خلاف في أن تقبيله ليس سنة . وفي السراجية : ولا يقبله في أصح الأقاويل .

(۳/ ۵۱۱ ، كتاب الحج ، مطلب في طواف القدوم)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الركن اليماني فلم يذكر في الأصل أن استلامه سنة ، ولكنه قال : إن استلمه فحسن ، وإن تركه لم يضره في قول أبي حنيفة رحمه الله ، وهذا يدل على أنه مستحب وليس بسنة . وقال محمد رحمه الله : يستلمه ولا يتركه، وهذا يدل على أن استلامه سنة ، ولا خلاف في أن تقبيله ليس بسنة .

(۲/ ۳۴۲ ، كتاب الحج ، فصل : وأما بيان سنن الحج وبيان ترتيبه ، ط : دار الكتاب ديوبند ، البحر العميق في مناسك المعتمر والحاج إلى بيت الله العتيق : ۲/ ۱۱۹۰ ، الباب العاشر ، فصل السنة أن يدخل مكة قبل الوقوف الخ ، الموسوعة الفقهية : ۲۹/ ۱۳۶ ، طواف ، استلام الركن اليماني) (فتاوی محمودیہ: ۱۵/ ۵۴۱، مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

اوقات مکروہہ میں طواف

مسئلہ (۱۰۰): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اوقاتِ مکروہہ میں جس طرح نماز پڑھنا درست نہیں، ایسے ہی طواف کرنا بھی درست نہیں ہے، اُن کا یہ خیال درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ اوقاتِ مکروہہ میں طواف کرنا جائز ودرست ہے[1]، لیکن دوگانۂ طواف یعنی طواف کی دو رکعت مکروہ وقت کے ختم ہوجانے کے بعد پڑھے، مثلاً نماز فجر کے بعد طواف کرے تو طلوع آفتاب کے تقریباً بیس منٹ بعد دوگانۂ طواف ادا کرے، اور اگر زوال کے وقت طواف کرے، تو بعد زوال دوگانہ ادا کرے، اور اگر عصر کے بعد طواف کرے تو مغرب کے فرض کے بعد سنتوں سے پہلے دوگانۂ طواف ادا کرے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : وأطلق الطواف فأفاد أنه لا يكره في الأوقات التي تكره الصلاة فيها ، لأن الطواف ليس بصلاة حقيقة . (۲/۵۷۷ ، كتاب الحج ، باب الإحرام ، النهر الفائق : ۲/۷۵ ، كتاب الحج ، باب الإحرام)

(۲) ما في " إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري " : تختص بوقوعها عقيبَ الطواف إن لم يكن وقت كراهة . (ص/۲۱۹)

ما في " مجمع الأنهر " : ثم يصلي في وقت يباح فيه التطوع ركعتين عند المقام .
(۱/۴۰۳ ، كتاب الحج)

ما في " الدر المنتقى في شرح الملتقى " : ويكره أن يوالي بين أسبوعين ، ولا يصلي بينهما الركعتين ، ولا لعذر كوقت الكراهة ، ومفاده جواز الطواف فيما تكره فيه الصلاة كما في الخانية . (۱/۴۰۳ ، كتاب الحج) (مسائلِ حج:ص/۹۷)

جمرہ پر سات سے زائد کنکری

مسئلہ (۱۰۱): بعض حجاج کرام قصداً ہر جمرہ پر سات سے زائد کنکری مارتے ہیں، اُن کا یہ عمل خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے [۱]، البتہ اگر ساتویں کنکری میں شک ہوجائے اور آٹھویں ماردے، پھر بعد میں معلوم ہوجائے کہ وہ ساتویں کنکری، ساتویں نہیں، آٹھویں تھی، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " منحة الخالق على البحر الرائق " : قال في اللباب : لو رمى أكثر من سبع يكره . وقال شارحه : أي إذا رماه عن قصد .... إذ لا شك أن السبع هو المسنون ، فالزيادة عليها مخالفة للسنة فتكره . (۲/۲۰۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يكره في الرمي الزيادة على العدد أي السبع في رمي كل جمرة من الجمرات . (۲۳/۱۶۲ ، رد المحتار : ۳/۵۳۲ ، كتاب الحج ، مطلب في رمي جمرة العقبة ، بيروت)

(۲) ما في " منحة الخالق على البحر الرائق " : وأما إذا شك في السابع ورماه وتبين أنه الثامن فإنه لا يضره ذلك . (۲/۲۰۲)

ساتوں کنکریاں ایک ساتھ مارنا

مسئلہ (۱۰۲): بعض حجاج کرام رمی کے وقت ساتوں کنکریاں مٹھی میں رکھ کر ایک ساتھ پھینک دیتے ہیں، ہر کنکری کو علیحدہ علیحدہ نہیں پھینکتے، اُن کا اس طرح رمی کرنا درست نہیں ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر کنکری علیحدہ علیحدہ ماری جائے، اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ یا ساتوں کنکریاں ایک ساتھ ہی مار دے، تو یہ ایک ہی شمار ہوگی، اگرچہ وہ کنکریاں علیحدہ علیحدہ گری ہوں، اور باقی چھ کنکریاں پوری کرنی ضروری ہوگی۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : لو رمى بسبع حصيات جملة واحدة فإنه يكون عن واحدة ، لأن المنصوص عليه تفرق الأفعال . (۲/۲۰۲)

ما في " رد المحتار " : قال الشامي رحمه الله تعالى : لو رماها دفعة واحدة كان عن واحدة . (۳/ ۵۳۱ ، مطلب في رمي جمرة العقبة ، بيروت ، النهر الفائق : ۲/۸۷ ، باب الإحرام)

ما في " بدائع الصنائع " : إن رمى إحدى الجمار بسبع حصيات جميعًا دفعة واحدة فهي عن واحدة ويرمى ستة أخرى ، لأن التوقيف ورد بتفريق الرميات فوجب اعتباره . (۳/۱۴۷ ، فصل في بيان سنن الحج ، الموسوعة الفقهية : ۲۳/۱۵۳)

مریض ومعذور کی طرف سے رمی

مسئلہ (۱۰۳): اگر کوئی مریض اور معذور شخص جو خود رمی کرنے پر قادر نہ ہو، کسی دوسرے کو اپنی طرف سے رمی کرنے کا حکم دے، اور دوسرا شخص اُس کی طرف سے رمی کرے تو جائز ہے[۱]، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ نائب پہلے اپنی سات کنکریاں پوری کرے، اس کے بعد مریض اور معذور شخص کی طرف سے سات کنکریاں مارے، اگر یہ نائب شخص اس طرح رمی کرے کہ ایک کنکری اپنی طرف سے اور دوسری مریض ومعذور کی طرف سے، تیسری اپنی طرف سے اور چوتھی مریض ومعذور کی طرف سے، یعنی دونوں کی رمی ایک ساتھ پوری کرے، تو یہ مکروہ ہے۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " البحرالرائق " : ومن کان مریضا أو مغمی علیه توضع الحصاة فی یده ویرمی بها ، وإن رمی عنه غیره بأمره أجزأه ، والأول أفضل . وفي اللباب : ولو رمی بحصاتین إحداهما عن نفسه والأخری عن غیره جاز ویکره ، والأولی أن یرمي أولا عن نفسه ثم عن غیره . (۶۰۲/۲ ، کتاب الحج ، باب الإحرام ، بیروت)

ما في " الفتاوی الهندیة " : مریض لا یستطیع الرمي توضع الحصاة في کفه لیرمی عنه غیره بأمره . کذا في محیط السرخسي في صفة الرمي .

(۲۳۶/۱ ، کتاب المناسک ، فصل في المتفرقات)

(۲) ما في " البحر الرائق " : لو رمی بحصاتین إحداهما عن نفسه والأخری عن غیره جاز ویکره ، والأولی أن یرمي أولا عن نفسه ثم عن غیره . (۶۰۲/۲)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : وینبغي أن یکون النائب قد رمی عن نفسه ، فإن لم یکن رمی عن نفسه فلیرم عن نفسه أولا الرمي کله ، ثم یرمي عمن استنابه .... لو رمی حصاة عن نفسه وأخری عن الآخر جاز ویکره . (۱۶۶/۲۳)

رمی کے وقت کنکری آہستہ سے پھینکنا

مسئلہ (۱۰۴): بعض حجاج کرام رمی جمار کے وقت کنکری اتنی آہستہ پھینکتے ہیں کہ وہ کنکری جمرہ سے تین ہاتھ کی دوری پر گرتی ہے، اُن کا اس طرح رمی کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ رمی میں کنکری کا جمرہ کے قریب گرنا ضروری ہے، البتہ اگر کنکری جمرہ سے تین ہاتھ کے فاصلہ سے کم پر گری تو یہ جائز ہے، کیوں کہ تین ہاتھ کے فاصلہ سے کم کی دوری قریب ہے، بعید نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : لو رماها فوقعت قريبًا من الجمرة يكفيه ولو وقعت بعيدًا لم يجزه لأنه لم يعرف قربة . قال ابن نجيم رحمه الله تعالى : قدر القريب بثلاثة أذرع والبعيد بما فوقها وقيل : القريب ما دون الثلاثة . (۲/۶۰۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو وقعت على ظهر رجل أو جمل إن وقعت بنفسها بقرب الجمرة جاز ، وإلا لا ، وثلاثة أذرع بعيد وما دونه قريب .

(۳/ ۵۳۱ ، مطلب في رمي جمرة العقبة)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : (إن سقطت على سننها ذلک أجزاه) أي إن وقعت بقرب الجمرة وإلا لا ، وثلاثة أذرع بعيد وما دونها قريب .

(ص/۷۳۶ ، فصل في كيفية ترتيب أفعال الحج)

غلیل سے جمرات کی رمی

مسئلہ (۱۰۵): بعض حجاج کرام جمرات کی رمی غلیل وغیرہ سے کرتے ہیں، اُن کا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ رمی کا ہاتھ سے کرنا ضروری ہے۔ [۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : ولا يجزئ الرمي بقوس ونحوه . (۲۰۲/۲)

ما في " هداية السالک إلى المذاهب الأربعة في المناسک " : قالوا : إنه لا يجزئه الرمي عن القوس وشبهه ولا الدفع بالرجل وكذا قال الحنفية .

(۱۱۰۰/۳ ، الباب الثاني عشر في الأعمال المشروعة يوم النحر)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : فلا يكفي الرمي بقوس ، ولا الرمي بالرجل ولا بالمقلاع ولا بالطين .

(۲۲۵۷/۳ ، الباب الخامس الحج والعمرة ، خامسًا – شروط الرمي)

زمزم کے اطراف میں تھوکنا

مسئلہ(۱۰۶): بعض حجاج کرام زمزم کے اطراف میں تھوکتے ہیں، ناک کی ریزش گراتے ہیں، اُن کا یہ عمل شرعاً درست نہیں ہے[1]، کیوں کہ چاہِ زمزم کے چاروں طرف کی زمین مسجد حرام کا جزو ہے[2]، اُس کے احکام مسجد کے ہیں، اس لیے وہاں تھوکنا اور ناک کی ریزش گرانا ناجائز اور سخت منع ہے، اِس سے اجتناب ضروری ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وعهدنآ إلٰى ابرٰهيم واسمٰعيل أن طهّرا بيتي للطآئفين والعٰكفين والرّكّع السّجود﴾ . (سورة البقرة : ۱۲۵)

ما في " التفسير المنير " : هذا البيت طاهر مطهر وصينا ابراهيم واسماعيل بتطهيره من الأوثان وعبادة الأصنام وتطهير من كل رجس حسي أو دنس معنوي كاللغو والرفث والتنازع فيه . (۱/۱ ۳۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : حرمة المسجد خمسة عشر : .... والرابع عشر ؛ أن ينزهه عن النجاسات . اهـ .

(۵/ ۳۲۱ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المساجد)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : والمسجد الحرام في الاصطلاح كما قال النووي : قد يُراد به الكعبة فقط ، وقد يراد به المسجد حولها معها ، وقد يراد به مكة كلها مع مع الحرم حولها ، وقد جاء ت نصوص الشرع بهذه الأقسام . قال العلماء : أريد بتحريم البيت سائر الحرم . (۲۳۵/۳۷)

حجاج کرام کی رخصتی پر نعرہ

مسئلہ(۱۰۷): حجاج کرام کو رخصت کرتے وقت اور واپسی پر اُن کے استقبال کے وقت لوگ جوش وخروش کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں، لوگوں کا اس موقع پر نعرہ لگانا محض نمائش ہے، بلکہ اکثر مواقع میں لہو ولعب کی صورت ہوجاتی ہے، اس لیے اس سے اجتناب ہی بہتر ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الذين هم يرآؤن﴾ . (سورة الماعون : ٦)

ما في " روح المعاني " : ﴿الذين هم يرآؤن﴾ أي الناس فيعملون حيث يروا الناس ويرونهم طلباً للثناء عليهم . (۴۳۶/۱۶)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (من سمّعَ) .... أي من عمل عملا للسمعة بأن نواه بعمله وشهره ليسمع الناس به ويمتدحوه . (سمّع الله به) .... أي شهره الله بين أهل العرصات وفضحه على رؤوس الأشهاد .

(۵۰۳/۹ ، كتاب الرقاق ، باب الرياء والسمعة)

(فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۲/۱۵، میرٹھ)

حاجیوں کے گلے میں ہار

مسئلہ(۱۰۸): بعض دوست واحباب حاجیوں کو رخصت کرنے کے وقت اور واپسی پر ان کے استقبال کے وقت اُن کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالتے ہیں، اُن کا یہ عمل خلافِ سنت ہے، کیوں کہ اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے، اورسلف صالحین سے بھی کہیں ثابت نہیں ہے، اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ " .

(۲/۷۷ ، كتاب الأقضية ، باب نقض الأحكام الباطلة ومحدثات الأمور)

ما في " فتح الباري " : قال ابن المنير : إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها . (۲/۳۷۴)

ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

ما في " رد المحتار " : ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما .

(۲/۲۵۶ ، باب الإمامة ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۵/۵۴۲،مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

دعوت جو رسم بن رہی ہے

مسئلہ(۱۰۹): جب کوئی آدمی حج پر جانے کا ارادہ کرتا ہے، یا حج سے واپس آتا ہے، تو عام طور پر لوگ اس کی دعوت کرتے ہیں، جو یقیناً امرِ مباح اور باعثِ اجر وثواب ہے(۱)، لیکن اب یہ دعوتیں مستقل رسم بنتی جارہی ہیں، اور خود حاجی، حج کے لیے روانہ ہونے سے پہلے اپنے دوست واحباب، اعزا واقارب کے لیے بڑی بڑی دعوتوں کا اہتمام کررہا ہے، اس میں شرکت کی دعوت کے لیے ویسے ہی دعوت نامے چھاپے جارہے ہیں، جیسے شادی بیاہ کی تقریبات کے لیے چھاپے جاتے ہیں، نیز اِن دعوتوں میں نام ونمود، ایک دوسرے پر فخر یہ سبقت لے جانے کے جذبات کے ساتھ ساتھ دیگر شرعی منکرات کا ارتکاب بھی مشاہدہ میں آرہا ہے، اس لیے فی نفسہٖ دعوت کی یہ رسم ترک کردینے کے لائق ہے(۲)، کیوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی مباح کام برائی کا ذریعہ بن رہا ہو، تو اسے ترک کیا جاتا ہے(۳)، ہاں! البتہ حاجیوں کی واپسی پر ان سے ملاقات اور دعا کی درخواست کرنا ثابت ہے۔(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي سعيد الخدري ، عن النبي ﷺ قال : " أطعموا طعامكم الأتقياء وأولوا معروفكم بالمؤمنين " . رواه البيهقي في شعب الإيمان. (ص/ ۳۲۹ ، باب الضيافة ، الفصل الثاني)=

= ما في " كنز العمال " : قوله ﷺ : " خيار أمتي من يطعم الطعام وليس فيه رياء وسمعة، ومن أطعم طعامًا فيه رياء وسمعة جعله الله تعالى نارًا في بطنه يوم القيامة حتى يفرغ الحساب . (۹/۱۰۸، كتاب الضيافة ، رقم الحديث :۲۵۸۳۵)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين ينفقون أموالهم رئاء الناس﴾ . (النساء :۳۸)

ما في " تفسير القرطبي " : قوله : " يراء ون الناس " والرياء إظهار الجميل ليراه الناس ولا لاتباع أمر الله . (۵/۲۲۳)

ما في " صحيح البخاري " : عن سلمة قال : سمعت جندبًا يقول : قال النبي ﷺ ، ولم أسمع أحدًا يقول : قال النبي ﷺ غيره ، فدنوت منه ، فسمعته يقول : قال النبي ﷺ : " من سمع سمّع الله به ، ومن يرائي يرائي الله به " .

(۲/۹۶۲، كتاب الرقاق ، باب الرياء والسمعة ، رقم الحديث : ۶۴۹۹)

(۳) ما في " مجموعة رسائل اللكنوي " : فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها ، كما صرح به علي القاري في شرح المشكاة والحصكفي في الدر المختار وغيرهما .

(۳/۴۹۰ ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر)

ما في " فتح الباري " : إن المندوبات قد تنقلب مكروها إذا رفعت عن رتبتها .

(۲/۴۳۷ ، كتاب الأذان ، باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا لقيت الحاجَّ فسلِّم عليه وصافحه ومُره أن يستغفر لک قبل أن يدخل بيته فإنه مغفور له " رواه أحمد . (ص/۲۲۳ ، كتاب المناسک ، الفصل الثالث)

ما في " احياء العلوم للغزالي " : وقد كان من سنة السلف رضي الله عنهم أن يشيعوا الغزاة وأن يستقبلوا الحاجّ ويقبلوا بين أعينهم ويسألوهم الدعاء ويبادرون ذلک قبل أن يتدنسوا بالآثام . (۱/۲۴۱ ، كتاب أسرار الحجّ ، الفصل الأول ، فضيلة الحجّ)

(فتاویٰ رحیمیہ :۸/ ۱۳۷-۱۴۲، فتاویٰ محمودیہ:۱۵/ ۵۴۴، کتاب الفتاویٰ:۴/ ۱۲۰،۱۲۱، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۰۶۳۱)

قریب البلوغ لڑکے کے ساتھ سفرِ حج

مسئلہ (۱۱۰): کسی عورت کا تنہا حج یا عمرہ کے گروپ کے ساتھ سفرِ حج یا عمرہ کرنا جائز نہیں ہے، اگر شوہر یا اور کوئی محرم نہ ہو، اور مُراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا ہو، جو عاقل بھی ہو، تو اس کے ساتھ سفر کرنے کی گنجایش ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " اعلاء السنن " : " ألا لا تحجنّ امرأة إلا ومعها ذو محرم " . (۱۰/۱۵،
كتاب الحج ، باب اشتراط المحرم أو الزوج لوجوب أداء الحج على المرأة)

ما في " المبسوط للسرخسي " : ان المرأة لا يجوز لها أن تخرج لسفر الحج إلا مع محرم أو زوج . (۱۲۲/۴)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ومع زوج أو محرم بالغ عاقل ، والمراهق كالبالغ غير مجوسي ولا فاسق لعدم حفظهما .
(۴۱۱/۳ ، كتاب الحج ، مطلب يقدم حق العبد على حق الشرع)

ما في " اعلاء السنن " : قوله : (عن ابن عباس إلى آخر أحاديث الباب) قلت : دلالتها على معنى الباب ظاهرة ، فلا يجوز لامرأة بالغة ولو عجوزًا ولو معها غيرها من النساء الثقات والرجال الصالحين أن تخرج للحج مسيرة سفر بغير محرم أو زوج .
(۱۱/۱۰ ، كتاب الحج ، باب اشتراط المحرم أو الزوج لوجوب أداء الحج على المرأة ، غنية الناسك في بغية المناسك : ص/۳۰ ، ۳۱ ، باب شرائط الحج ، فصل وأما شرائط وجوب الأداء فخمسة على الأصح ، كذا في الجوهرة النيرة : ۲۱۷/۱ ، كتاب الحج) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۲۸۶۹)

عورت کا عدت کے زمانے میں سفرِ حج

مسئلہ (۱۱۱): بسا اوقات میاں بیوی، دونوں حج کا فارم بھرتے ہیں، اورقرعہ اندازی میں اُن کا نام بھی آجاتا ہے، پھر اچانک شوہر کا انتقال ہوجاتا ہے، اور بیوی پر عدتِ وفات لازم ہوجاتی ہے، اب اعزاء واقارب عورت کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ پھر دوبارہ نام نکلے یا نہ نکلے، اورآئندہ سال تک زندگی وفا کرے یا نہ کرے، اِس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ اِسی سال فلاں فلاں عزیز وقریب کے ساتھ سفرِ حج کرلو، اُن کا یہ مشورہ درست نہیں ہے، کیوں کہ اِس میں دو شرعی خرابیاں ہیں: (۱) عورت کا عدت کے زمانے میں سفر کرنا[1]، (۲) ہر عزیز وقریب کے محرم نہ ہونے کی وجہ سے غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا[2]، ہاں! اگر سفر سے پہلے عدتِ وفات پوری ہوجائے، اور سفر میں کوئی محرم یعنی ایسا شخص جس کے ساتھ اِس عورت کا نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو، ساتھ ہو، تو پھر اُن کا یہ مشورہ درست ہے، اور اِس صورت میں عورت کو حج کرلینا چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : والثانية يعني شرائط وجوب أداء خمسة على الأصح ، صحة البدن وزوال مانع الحسية عن الذهاب إلى الحج ، وأمن الطريق ، وعدم قيام العدة في حق المرأة . (۲/ ۵۳۹ ، كتاب الحج)

ما في " الفتاوى الهندية " : ومن شرائط الحج عدم قيام العدة في حق المرأة عدة وفاة كانت أو عدة طلاق ، والطلاق بائن أو رجعي ، فلا تخرج المرأة إلى الحج في عدة =

....

....

....

....

= طلاق أو موت . (۱/ ۲۱۹ ، کتاب المناسک ، الباب الأول)

ما في " غنية الناسک " : والخامس : عدم عدة عليها مطلقًا ، سواء كانت من طلاق بائن أو رجعي أو وفاة أو فسخ أو غير ذلک .

(ص/۳۵ ، فصل وأما شرائط وجوب الأداء فخمسة على الأصح)

(۲) ما في " اعلاء السنن " : " لا تحجّنّ امرأة ومعها ذو محرم " .

(۱۰/ ۱۵ ، کتاب الحج ، باب اشتراط المحرم أو الزوج الخ)

ما في " بدائع الصنائع " : أن يكون معها زوجها أو محرم لها ، فإن لم يوجد أحدهما لا يجب عليها الحج . (۳/ ۵۴ ، کتاب الحج ، فصل في شرائط فرضيته)

ما في " الشامية " : والمحرم أو الزوج للمرأة وعدم العدة لها .

(۳/ ۴۰۴ ، کتاب الحج ، مطلب فيمن حج بمال حرام)

ما في " الفتاوى الهندية " : ومنها المحرم للمرأة شابة كانت أو عجوزًا .

(۱/ ۲۱۸، کتاب المناسک ، الباب الأول)

ما في " غنية الناسک " : الرابع : المحرم أو الزوج لامرأة بالغة ولو عجوزًا .

(ص/۳۰ ، فصل واما شرائط وجوب الأداء فخمسة على الأصح)

کتاب الاضحیة

قربانی کے مسائل

جانور کی قیمت ادھار رکھ کر قربانی

مسئلہ (۱۱۲): بعض لوگ قیمت ادھار رکھ کر جانور لیتے ہیں، اور اس کی قربانی کرتے ہیں، ان کا اس طرح سے قربانی کرنا جائز و درست ہے، کیوں کہ قیمت ادھار رکھ کر جانور لینے سے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " الهداية " : ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلومًا .
(۲۱/۳)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وصح بثمن حال) وهو الأصل (ومؤجل إلى معلوم) لئلا يفضي إلى النزاع. (۵۲/۷)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : يجوز البيع بثمن حال ومؤجل لإطلاق قوله تعالى : ﴿أحل الله البيع﴾ وما بثمن مؤجل بيع . وفي صحيح البخاري عن عائشة اشترى رسول الله ﷺ طعامًا من يهودي إلى أجل ورهنه درعًا له من حديد . (۲۴۲/۶)

(احسن الفتاوی:۵۱۳/۷)

قربانی کا جانور مرجائے

مسئلہ (۱۱۳): اگر کوئی شخص قربانی کے لیے جانور خریدے، اور قربانی سے پہلے جانور مرجائے، تو اگر جانور خریدنے والا مالدار ہے، تو اس پر دوسرا جانور خرید کر اس کی قربانی کرنا لازم ہوگا، اور اگر وہ غریب ہے تو اس کے ذمہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا لازم نہیں ہوگا۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : إذا ماتت المشتراة للتضحية على موسر تجب مكانها أخرى ، ولا شيء على الفقير . (۱۷۳/۴ ، كتاب الأضحية)

ما في " بدائع الصنائع " : إذا اشترى شاة للأضحية وهو موسر ثم انها ماتت أو سرقت أو ضلت في أيام النحر انه يجب عليه أن يضحي بشاة أخرى .... وإن كان معسرا فاشترى شاة للأضحية فهلكت في أيام النحر أو ضاعت سقطت عنه وليس عليه شيء آخر . (۱۹۹/۴ ، كتاب الأضحية ، فصل في كيفية الوجوب)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وكذلك لو ماتت عنده أو سرقت فعليه بدلها إن كان موسرا ، ولا شيء عليه إن كان معسرا . (۲۱/۱۲ ، باب الأضحية)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۳/۲۶-۲۳۴)

اجتماعی قربانی میں رقم بچ جائے

مسئلہ (۱۱۴): اگر اجتماعی قربانی میں قربانی کرنے کے بعد کچھ رقم بچ جائے، تو اجتماعی قربانی کا انتظام کرنے والے اداروں پر بچی ہوئی زائد رقم کا واپس کرنا لازم ہوگا(۱)، البتہ اگر قربانی کا انتظام کرنے والے ادارے اجرت کے طور پر کچھ لینا چاہیں، تو ابتدا ہی سے متعین کر کے لے سکتے ہیں، بعد میں نہیں(۲)، یا پھر جن لوگوں کی طرف سے قربانی کی گئی ہے، اُن کی اجازت سے، اُن کے بیان کردہ مصرف میں خرچ کرنے کے مجاز ہوں گے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : " لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه". (۱۶۶/۶ ، كتاب الغصب ، مشكوة المصابيح :ص/۲۵۵ ، السنن الدارقطني : ۲۲/۳ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۲۸۶۲ ، المسند للإمام أحمد بن حنبل : ۴۰۰/۱۵ ، رقم الحديث : ۲۰۹۸۰ ، جمع الجوامع : ۷/۹ ، رقم الحديث : ۲۶۷۵۹ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۳۸۷/۴ ، رقم الحديث : ۵۴۹۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه .
(۲۹۱/۹ ، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه . (۹۶/۱ ، المادة : ۹۶)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وشرطها : كون الأجرة والمنفعة معلومتين ، لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة . (۷/۹ ، كتاب الإجارة ، الفتاوى الهندية : ۴۱۱/۴ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول في تفسير الإجارة)

ما في " درر الحكام " : شرائط الصحة أنواع : ..... النوع الثاني تعيين الأجرة .
(۴۹۶ - ۴۹۵/۱ ، كتاب الإجارة ، الفصل الثاني في شروط انعقاد الإجارة)

ما في " قواعد الفقه " : " جهالة المعقود عليه تفسد العقد " . (ص/۷۵)

ایصالِ ثواب کے لیے قربانی

مسئلہ (۱۱۵): بعض لوگ اپنی واجب قربانی کی ادائیگی کے ساتھ اپنے مُردوں کو ثواب پہنچانے کے لیے بھی قربانی کرتے ہیں، ان کا اپنے مُردوں کو ثواب پہنچانے کی غرض سے قربانی کرنا جائز ودرست ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وإن مات أحد السبعة المشتركين في البدنة وقال الورثة : اذبحوا عنه وعنكم صحّ عن الكل استحساناً لقصد القرابة من الكل . الدر المختار . قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : قوله: (لقصد القرابة) قال في البدائع : لأن الموت لا يمنع التقرب عن الميت بدليل أنه يجوز أن يتصدق عنه ويحج عنه ، وقد صح أن رسول الله ﷺ ضحّی بكبشين ، أحدهما عن نفسه والآخر عمن لم يذبح من أمته ، وإن كان منهم من قد مات قبل أن يذبح لأنه له ولاية عليهم .
(۹/ ۴۷۱ ، كتاب الأضحية)

ما في " بدائع الصنائع " : الموت لا يمنع التقرب عن الميت ، بدليل أنه يجوز أن يتصدق عنه ويحج عنه ، وقد صح أن رسول الله ﷺ ضحّی بكبشين أحدهما عن نفسه والآخر عمن لا يذبح من أمته ، وإن كان منهم من قد مات قبل أن يذبح فدل أن الميت يجوز أن يتقرب عنه ، فإذا ذبح عنه صار نصيبه للقربة فلا يمنع جواز ذبح الباقين . (۶/ ۳۰۷ ، كتاب التضحية ، البحر الرائق : ۸/ ۳۲۶ ، مجمع الأنهر : ۴/ ۱۷۳ ، كتاب الأضحية ، هدايه : ۴/ ۴۴۹ ، كتاب الأضحية)

بوقت ذبح بسم اللہ کے ساتھ اللہ اکبر

مسئلہ (۱۱۶): بعض لوگ بوقت ذبح ''بسم اللہ'' کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہنا بھی ضروری سمجھتے ہیں، جب کہ ذبح کے وقت صرف ''بسم اللہ'' کہنا بھی کافی ہے (۱)، البتہ ''بسم اللہ اللہ اکبر'' دونوں کہنا سنت ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوى الهندية '' : منها التسمية حالة الزكوة عندنا أي اسم كان .

(۲۸۵/۵ ، الباب الأول)

ما في '' البحر الرائق '' : ولو قال : بسم الله جاز نوى أو لم ينو لأنه صريح في التسمية. (۳۰۷/۸)

(۲) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : والمستحب أن يقول بسم الله الله اكبر بلا واوٍ . (۴۳۷/۹)

ما في '' البحر الرائق '' : وذكر الحلواني أن المستحب أن يقول باسم الله الله اكبر ثلاثا . (۳۰۹/۸)

جانور میں حصہ لینے والے تمام افراد پر بسم اللہ

مسئلہ (۱۱۷): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ایک بڑے جانور میں جتنے افراد شریک ہوں گے، تمام افراد کے لیے جانور کو ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ'' کہنا ضروری ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ جانور میں حصہ لینے والے تمام افراد پر ''بسم اللہ'' پڑھنا ضروری نہیں ہے، صرف ذبح کرنے والے اور اس کے ساتھ چھری پر، یا ذبح کرنے والے کے ہاتھ پر وزن رکھنے والوں پر ''بسم اللہ'' کہنا ضروری ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : أراد التضحية فوضع يده مع يد القصاب في الذبح وأعانه على الذبح سمى كل وجوبا ، فلو تركها أحدهما أو ظن أن التسمية أحدهما تكفي حرمت . (۹/۴۰۵ ، كتاب الأضحية)

ما في '' الفتاوى الهندية '' : رجل أراد أن يضحي فوضع صاحب الشاة يده على السكين مع يد القصاب حتى تعاونا على الذبح . قال الشيخ الإمام : يجب على كل واحد منهما التسمية ، حتى لو ترك أحدهما التسمية لا يجوز كذا في الظهيرية .

(۵/۳۰۴ ، الباب السابع)

قربانی کا گوشت اہل وعیال کے لیے

مسئلہ(١١٨): قربانی کے گوشت کا ایک تہائی حصہ غرباء ومساکین کو صدقہ کرنا مستحب ہے[1]، لیکن اگر کوئی شخص عیال دار اور قبیلہ دار ہے، تو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ تمام گوشت اپنے اہل وعیال کے لیے رہنے دے۔[2]

قربانی کے جانور کی ہڈیاں نمک کے عوض

مسئلہ(١١٩): بعض لوگ قربانی کے جانور کی ہڈیاں نمک کے عوض فروخت کرتے ہیں، ہڈیوں کی یہ بیع جائز تو ہے، مگر اس کے عوض جو نمک لیا گیا وہ یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " بدائع الصنائع " : الأفضل أن يتصدق بالثلث .
(٦/ ٣٢٩ ، كتاب التضحية ، فصل فيما يستحب قبل الأضحية الخ ، الفتاوى الهندية : ٥/ ٣٠٠ ، الباب الخامس ، رد المحتار : ٩/ ٤٧٤ ، كتاب الأضحية)

(٢) ما في " بدائع الصنائع " : التصدق بها أفضل إلا أن يكون الرجل ذا عيال وغير موسع الحال ، فإن الأفضل له حينئذ أن يدعه لعياله ويوسع به عليهم ، لأن حاجته وحاجة عياله مقدمة على حاجة غيره ، قال النبي صلى الله عليه وسلم : "ابدأ بنفسک ثم بغيرک" .
(٦/ ٣٣١ ، ٣٣٢ ، كتاب التضحية)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وندب تركه) أي ترک التصدق (لذي عيال غير موسع الحال) . (٩/ ٤٧٤ ، كتاب الأضحية ، الفتاوى الهندية : ٥/ ٣٠٠)

الحجة على ما قلنا :

(٣) ما في " المبسوط للسرخسي " : كما يكره له أن يعطي جلدها الجزار فكذلک=

بھینگی آنکھ والے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۲۰): بھینگی آنکھ والے جانور کی قربانی جائز ودرست ہے۔ [1]

= يكره له أن يبيع الجلد ، فإن فعل ذلك تصدق بثمنه كما لو باع شيئا من لحمها .

(۱۹/۱۲ ، باب الأضحية)

ما في " بدائع الصنائع " : روي عن سيدنا علي كرم الله وجهه أنه قال : إذ ضحيتم فلا تبيعوا لحوم ضحاياكم ولا جلودها ، وكلوا منها وتمتعوا ، فإن باع شيئا من ذلك نفذ عند أبي حنيفة ومحمد ، وعند أبي يوسف لا ينفذ لما ذكرنا فيما قبل الذبح ويتصدق بثمنه . (۲۲۵/۴ ، كتاب التضحية ، ما يكره في الأضحية)

ما في " المغني والشرح الكبير " : روي عن ابن عمر أنه يبيع الجلد ويتصدق بثمنه .

(۱۱۲/۱۱)

ما في " رد المحتار " : إن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدرهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البيع مع الكراهة وهو قول أبي حنيفة ومحمد لقيام الملك والقدرة على التسليم . (۳۹۸/۹ ، البحر الرائق : ۳۲۷/۸ ، كتاب الأضحية)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : والحولاء تجزئ وهي التي في عينها حول .

(۲۹۸/۵ ، البحر الرائق : ۳۲۳/۸ ، كتاب الأضحية ، رد المحتار : ۴۷۰/۹ ، كتاب الأضحية)

حق الخدمت کے طور پر قربانی کا گوشت

مسئلہ (۱۲۱): بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ قصائی، نائی، دھوبی اور بھنگی وغیرہ قربانی کا گوشت حق الخدمت کہہ کر مانگتے ہیں، اور نہ دینے پر ناراض ہوتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کا حق الخدمت مار لیا گیا، اُن لوگوں کا حق الخدمت کے طور پر قربانی کا گوشت مانگنا اور قربانی کرنے والے شخص کا حق الخدمت کے طور پر دینا، دونوں عمل درست نہیں ہیں [۱]، لیکن اگر کسی نے اس طرح دے دیا، تو جس قدر دیا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے [۲]، اور اگر اِن لوگوں کو بغیر حق الخدمت کے قربانی کا گوشت دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن علي رضي الله عنه قال : " أمرني رسول الله ﷺ أن أقوم على بدنة وأن أقسم جلودها وجلالها وأمرني أن لا أعطي الجازر منها شيئًا ، وقال : نحن نعطيه من عندنا " .

(۹/۴۹۵ ، كتاب الضحايا ، باب لا يبيع من أضحيته شيئًا ولا يعطي أجر الجازر منها ، رقم : ۱۹۲۳۲ ، تبيين الحقائق : ۶/۴۸۶ – ۴۸۷)

ما في " التنوير وشرحه " : ولا يعطي أجر الجزار منها لأنه كبيع . قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (لأنه كبيع) لأن كلا منها معاوضة ، لأنه إنما يعطي الجزار بمقابلة جزره ، والبيع مكروه ، فكذا ما في معناه . (۹/۴۷۵ ، كتاب الأضحية)

ما في " البحر الرائق " : (ولا يعطي أجرة الجزار منها شيئا) والنهي عنه نهى عن البيع لأنه في معنى البيع لأنه يأخذه بمقابلة عمله فصار معاوضة كالبيع . (۸/۳۲۷ ، كتاب الأضحية)

(۲) ما في " التنوير وشرحه " : فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه . (۹/۴۷۵ ، كتاب الأضحية)

(۳) ما في " اعلاء السنن " : ما يدفعه إلى الجزار أجرة عوض عن عمله وجزارته ، ولا تجوز المعاوضة بشيء منها ، فأما إن دفع إليه لفقره أو على سبيل الهدية فلا بأس .

(۱۷/۲۹۰ ، كتاب الأضاحي ، باب التصدق بلحوم الأضاحي وغيرها ، رقم : ۵۶۰۰)

تکبیر تشریق کی قضا

مسئلہ (۱۲۲): اگر کسی شخص کی ایام تشریق کے دوران کوئی نماز قضا ہوگئی، اور وہ اُسی سال ایام تشریق کے دوران اس کی قضا کرے، تو اُس پر بھی اس قضا نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا لازم ہوگا۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : ومن نسي صلاة من أيام التشريق فذكرها في أيام التشريق من تلك السنة قضاها وكبر . كذا في الخلاصة . (۱/ ۱۵۲)

ما في " بدائع الصنائع " : إن فاتته في هذه الأيام وقضاها في هذه الأيام من هذه السنة يكبر ، لأن التكبير سنة الصلاة الفائتة ، وقد قدر على القضاء لكون الوقت وقتا لتكبيرات الصلوات المشروعات فيها .

(۲/ ۲۰ ، كتاب الصلاة ، فصل في بيان قضاء التكبير)

مرنے کے بعد عقیقہ

مسئله (۱۲۳): عقیقہ زندگی میں کیا جاتا ہے، مرنے کے بعد عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں ہے[۱]، اگر مردہ بچہ کے عقیقہ کو مستحب نہ سمجھا جائے، محض شفاعت کی امید اور مغفرت کی لالچ سے کردیا جائے، تو گنجایش معلوم ہوتی ہے، جیسے کسی نے حج نہیں کیا اور بلا وصیت مرگیا، اور وارث نے اس کی مغفرت کی امید پر اپنے خرچ سے حج بدل کیا، تو امید ہے کہ حق تعالیٰ قبول فرمائے[۲]، اِس صورت میں عقیقہ کا جانور مستقل ہو، احتیاطاً قربانی کے جانور میں شرکت نہ کرے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " اعلاء السنن " : عن بريدة أن النبي ﷺ قال : " العقيقة لسبع أو أربع عشرة أو إحدى وعشرين " . رواه الطبراني . (۱۷/ ۱۳۱)

ما في " فيض الباري " : ان الغلام إذا لم يعق عنه ، فمات لم يشفع لوالديه ، ثم أن الترمذي أجاز بها إلى يوم إحدى وعشرين ، قلت : بل يجوز إلى أن يموت لما رأيت في بعض الروايات أن النبي ﷺ عقّ عن نفسه بنفسه . (۵/ ۶۴۸)

(۲) ما في " الشامية " : لو مات رجل بعد وجوب الحج ولم يوص به فحج رجل عنه ، أو حج عن أبيه أو أمه عن حجة الإسلام من غير وصية ، قال أبو حنيفة : يجزيه إن شاء الله . (۴/ ۱۷)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن معاني الاحتياط لغة : الأخذ في الأمور بالأحزم والأوثق وبمعنى المحاذرة ، ومنه القول السائر : أوسط الرأي الإحتياط ، وبمعنى الاحتراز من الخطأ واتقائه . (۲/ ۱۰۰) (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰/ ۶۲)

کتاب النکاح

نکاح کے مسائل

غیر شرعی نکاح

مسئلہ (۱۲۴): خاندان ہی انسانی معاشرہ کی اساس ہے، اسلام نے خاندانی نظام کو انتہائی مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کی تلقین کی ہے، کیوں کہ اسی سے نسلِ انسانی کی بہتری اور حقیقی انسانی معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے، اسلام نے خاندانی نظام اور نسلِ انسانی کی بقا کے لیے مرد وزن کے مابین ایک پاکیزہ رشتہ بنام ''نکاح'' مشروع فرمایا[۱] اور ''زنا'' کو حرام قرار دیا ہے[۲]، مگر موجودہ تہذیبیں اس پاکیزہ خاندانی نظام کو بکھیر دینے پر تلی ہوئی ہیں، معاشرہ میں نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان آزادانہ جنسی تعلقات قائم ہوں اس کے لیے وہ یہ کوششیں کر رہی ہیں کہ شادی کی عمر قانونی طور پر بڑھا دی جائے، تاکہ برائیوں کی راہ کھل جائے، وہ اس کے لیے بھی کمر بستہ دکھائی دے رہی ہیں کہ غیر شرعی تعلقات کو شرعی نام دے کر عام کیا جائے، مثلاً:

(۱) زواجِ دم، یعنی لڑکا لڑکی دونوں اپنی انگلیوں میں پن چبھا کر ایک دوسرے کے خون کو ملائیں تو یہ شادی ہوگئی۔

(۲) زواجِ وَشم، یعنی دونوں اپنے جسم پر گودنے والے سے ایک دوسرے کے نام کندہ کرالیں، تو شادی ہوگئی۔

(۳) زواج الکاست، یعنی یونیورسٹی کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں باہم دو ساتھی گواہوں کی موجودگی میں کلماتِ نکاح اس طرح کہیں کہ وہ ٹیپ ہوجائیں، پھر بطور اعلانِ ''نکاح'' و''ولیمہ'' اپنے دس پندرہ ساتھیوں کو سینڈوِچ کھلا دیں، تو شادی ہوگئی۔ اور اب دونوں میاں بیوی کی طرح زندگی گزار سکتے ہیں، شریعتِ اسلامیہ میں اس طرح کے نکاحوں کی کوئی گنجائش نہیں، بلکہ وہ حرام ہیں۔ (۳)

ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت پر خوب توجہ دیں (۴) اور ہر لمحہ اس بات کی فکر کریں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا بیٹا یا بیٹی اس تہذیبِ نو کے سیلاب میں بہہ جائے، اور پھر ہم کفِ افسوس ملتے رہ جائیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' سورة النساء '' : قال الله تعالى : ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلٰث وربٰع﴾ . [الآية : ۳] وقال : ﴿وأنكحوا الأيامي منكم والصٰلحين من عبادكم وإمائكم ، إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله ، والله واسع عليم﴾ .(سورة النور : ۳۲)

ما في '' صحيح البخاري '' : عن علقمة قال : كنت مع عبد الله فلقيه عثمان بمنى فقال : يا أبا عبد الرحمن ! إن لي إليك حاجة فخلوا فقال عثمان : هل لك يا أبا عبد الرحمن في أن تزوجك بكر تذكرك ما كنت تعهد ، فلما رأى عبد الله أن ليس له حاجة إلى هذا أشار إلي فقال : يا علقمة ! فانتهيت إليه ، وهو يقول : أما لئن قلت ذلك ، لقد قال لنا النبي صلى الله عليه وسلم : '' يا معشر الشباب ! من استطاع منكم الباءة فليتزوج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم ، فإنه له وجاء '' . (صحيح البخاري)

(فتح الباري لإبن حجر العسقلاني : ۹/۱۱۲ ، ط : السلفية)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : ثبتت مشروعية النكاح بالكتاب والسنة والإجماع : فمن الكتاب قول الله عز وجل : ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء﴾ ، وقوله سبحانه=

= وتعالی : ﴿وأنكحوا الأيامى منكم﴾ . ومن السنة قول النبي ﷺ : ” يا معشر الشباب ! من استطاع منكم الباءة فليتزوج “ . وأجمع المسلمون على النكاح مشروع ، ونص بعض الفقهاء على أن النكاح شرع من عهد آدم عليه السلام ، واستمرّت مشروعيته ، بل هو مستمر في الجنة .

(١٤/٢١٠ ، مشروعية النكاح وحكمته ، أسنى المطالب شرح روض الطالب : ٩٨/٣ ، ط : دار الكتاب الإسلامي ، مغني المحتاج شرح منهاج الطالبين : ١٢٤/٣ ، ط : دار الفكر ، المغني لإبن قدامة : ٣/٧ ، ٤ ، ط : مكتبة القاهرة)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ليس لنا عبادة شرعت من عهد آدم إلى الآن ثم تستمرّ في الجنة إلا النكاح والإيمان . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (عقد) العقد : مجموع إيجاب أحد المتكلمين مع قبول الآخر أو كلام الواحد القائم مقامها أعني متولي الطرفين . بحر . (٥٧/٤ – ٥٩ ، كتاب النكاح ، بيروت)

ما في ” المبسوط للسرخسي “ : ثم يتعلق بهذا العقد أنواع من المصالح الدينية والدنيوية من ذلك حفظ النساء ، والقيام عليهنّ ، والإنفاق ، ومن ذلك صيانة النفس عن الزنا ، ومن ذلك تكثير عباد الله تعالى ، وأمة الرسول . ﷺ . وتحقيق مباهاة الرسول . ﷺ . كما قال : ” تناكحوا تناسلوا تكثروا ، فإني مباه بكم الأمم يوم القيامة “ . وسببه تعلق البقاء المقدور به إلى وقته ، فإن الله تعالى حكم ببقاء العالم إلى قيام الساعة ، وبالتناسل يكون هذا البقاء ، وهذا التناسل عادة لا يكون إلا بين الذكور والإناث ، ولا يحصل ذلك بينهما إلا بالوطء فجعل الشرع طريق ذلك الوطء النكاح ، لأن في التغالب فسادًا وفي الإقدام بغير ملك اشتباه الأنساب ، وهو سبب لضياع النسل ، لما بالإناث من بني آدم من العجز عن التكسب والإنفاق على الأولاد ، .... ثم هذا العقد المسنون مستحب في قول جمهور العلماء رحمهم الله تعالى ، وعند أصحاب الظواهر واجب لظاهر الأمر به في الكتاب والسنة ، ولما روي ” أن النبي . ﷺ . قال لعكاف بن خالد : ألك امرأة ؟ فقال : لا ، فقال : ” تزوج فإنك من إخوان الشياطين “ . وفي رواية : ” إن كنت من رهبان النصارى فالحق بهم وإن كنت منا فتزوج ، فإن المهاجر من أمتي من مات وله زوجة أو زوجتان أو ثلاث زوجات “ . ولأن التحرز من الزنا فرض ، ولا يتوصل إليه إلا النكاح ، وما لا يتوصل إلى الفرض إلا به يكون فرضًا ، .... وكما يتوصل بالنكاح إلى التحرز عن الزنا=

= يتوصل بالصوم إليه ، قال ﷺ : " يا معشر الشبان ! عليكم بالنكاح ، فمن لم يستطع فعليه بالصوم ، فإنه له وجاء " وتأويل ما روي في حق من تتوق نفسه إلى النساء على وجه لا يصبر عنهن ، وبه نقول : إذا كان بهذه الصفة لا يسعه ترك النكاح ، فأما إذا لم يكن بهذه الصفة فالنكاح سنة له قال ﷺ : "ثلاث من سنن المرسلين ؛ النكاح والتعطُّر وحسن الخلق " وقال ﷺ : " النكاح سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني" أي ليس على طريقي . (۲۱۴/۴ ، ۲۱۵ ، كتاب النكاح ، بيروت)

(۲) ما في " سورة الإسراء " : قال الله تعالى : ﴿ولا تقربوا الزنىٰ إنه كان فاحشة وساء سبيلا﴾ . (الآية : ۳۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الزنا حرام ، وهو من أكبر الكبائر بعد الشرک والقتل ، قال الله تعالى : والذين لا يدعون مع الله إله أخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلک يلق أثاما ، يضاعف له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه مهانا ، إلا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا فألئک يبدل الله سيآتهم حسنات وكان الله غفورًا رحيمًا﴾ . [الفرقان : ۶۸ ، ۶۹ ، ۷۰] وقال تعالى : ﴿ولا تقربوا الزنا إنه كان فاحشة وساء سبيلا﴾ . قال القرطبي : قال العلماء : قوله تعالى : ﴿ولا تقربوا الزنا﴾ أبلغ من أن يقول : " ولا تزنوا " فإن معناه لا تدنوا من الزنا . وروى عبد الله بن مسعود قال : " سألت رسول الله ﷺ : أي الذنب عند الله أكبر ؟ قال : أن تجعل لله ندًا وهو خلقک ، قلت : ثم أي ؟ قال : أن تقتل ولدک خشية أن يطعم معک ، قلت : ثم أي ؟ قال : أن تزاني بحليلة جارک " . وقد أجمع أهل الملل على تحريمه ، فلم يحل في ملة قط ، ولذا كان حده أشد الحدود ، لأنه جناية على الأعراض والأنساب ، وهو من جملة الكليات الخمس ، وهي حفظ النفس والدين والنسب والعقل والمال .

(۲۰/۲۴ ، الزنا ، الحكم التكليفي، فتح الباري : ۴۹۲/۸ ، ط : السلفية ، الصحيح لمسلم : ۹۰/۱ ، ط : الحلبي)

ما في " حاشية الجمل على شرح المنهج " : (كتاب الزنا) هو أكبر الكبائر بعد القتل ، ومن ثم أجمع أهل الملل على تحريمه ، وكان حده أشد الحدود ، لأنه جناية على الأعراض والأنساب ، وهو من جملة الكليات الخمسة وهي حفظ النفس والدين =

= والنسب والعقل والمال ، ولهذا شرعت هذه الحدود حفظا لهذه الأمور ....
..... وشرع حد الزنا حفظا للأنساب ، فإذا علم الشخص أنه إذا زنى جلد أو رجم انكف عن الزنا ، .... وقد روى أبو جعفر الفرياني عن أبي عبد الرحمن البجلي عن ابن عمر مرفوعا : " سبعة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم ويقول لهم : ادخلوا النار مع الداخلين ، الفاعل والمفعول به والناكح يده وناكح البهيمة وناكح المرأة في دبرها والجامع بين المرأة وابنتها ، والزاني بحليلة جاره والمؤذي جاره حتى يلعنه الله " . (۱۲۸/۵ ، ط : دار الفكر ودار احياء التراث العربي ، المغني لإبن قدامة : ۱۵٦/۸ ، ط : الرياض ومكتبة القاهرة ، مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى : ۱۷۲/٦ ، ط : المكتب الإسلامي بيروت)
(۳) ما في " سورة الأنعام " : قال الله تبارک وتعالى : ﴿وذروا ظاهر الإثم وباطنه ، إن الذين يكسبون الإثم سيجزون بما كانوا يقترفون﴾ . (الآية/ ۱۲۰)
ما في " الموسوعة الفقهية " : قال السدي وغيره نقلا عن ابن العربي : ظاهر الإثم أصحاب الرايات من الزواني ، وقال القرطبي في تفسير الآية قيل : معنى (ظاهر الإثم) هو ما كان عليه الجاهلية من الزنا الظاهر . (الموسوعة الفقهية : ۳۲٦/۴۱)
ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قوله تعالى : ﴿وذروا ظاهر الإثم وباطنه إن الذين يكسبون الإثم سيجزون بما كانوا يقترفون﴾ . قوله تعالى : ﴿وذروا ظاهر الإثم وباطنه﴾ للعلماء فيه أقوال كثيرة ، وحاصلها راجع إلى أن الظاهر ما كان عملا بالبدن مما نهى الله عنه ، وباطنه ما عقد من القلب من مخالفة أمر الله فيما أمر ونهى ، وهذه المرتبة لا يبلغها إلا من اتقى وأحسن ، كما قال : ثم اتقوا وآمنوا ثم اتقوا وأحسنوا ، وهي المرتبة الثالثة حسب ما تقدم بيانه في المائدة ، وقيل : هو ما كان عليه الجاهلية من الزنا الظاهر واتخاذ الخلائل في الباطن ، وما قدمنا جامعٌ لكل إثم وموجبٌ لكل أمر . (۷۴/۷ ، ط : دار الكتاب العربي)
ما في " صحيح البخاري " : عن ابن شهاب قال : أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة زوج النبي ﷺ أخبرته أن النكاح في الجاهلية كان على أربعة أنحاء ، فنكاحٌ منها نكاح الناس اليومَ يخطُب الرجلُ إلى الرجل وليته أو ابنته فيصدقها ثم ينكحها ....
.... فلما بُعث محمد ﷺ بالحق هدم نكاح الجاهلية كله إلا =

= نكاح الناس اليوم . [بخارى] (فتح الباري : ۹/ ۱۸۲ ، ط : السلفية ، الحاوي الكبير للماوردي : ۱۱/ ۷ ، ط : دار الفكر ، الموسوعة الفقهية : ۴۱/ ۳۲۶ ، أنواع الأنحكة المنهي عنها وحكم كل نوع)

(۴) ما في " الموسوعة الفقهية " : على الآباء والأمهات وسائر الأولياء تعليم الصغار ما يلزمهم بعد البلوغ ، فيعلّم الصغير ما تصح به عقيدته من إيمان بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر ، وما تصح به عبادته ، ويعرفه ما يتعلق بصلاته وصيامه وطهارته ونحوها ، وذلك لقول النبي ﷺ : " مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين ، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين ، وفرقوا بينهم في المضاجع " . ويعرفه تحريم الزنا واللواط والسرقة وشرب المسكر والكذب والغيبة وشَبَهِهَا ، كما يعلم أنه بالبلوغ يدخل في التكليف ، ويعرف ما يبلغ به . وقيل : هذا التعليم مستحب ، ونقل الرافعي عن الأئمة وجوبه على الآباء والأمهات ، وهذا ما صححه النووي . ودليل وجوب تعليم الصغار قول الله عز وجل : ﴿يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارًا﴾ قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه ومجاهد وقتادة : معناه علّموهم ما ينجون به من النار وهذا ظاهر ، وثبت في الصحيحين عن ابن عمر رضي الله عنهما عن رسول الله ﷺ أنه قال : " كلكم راع ومسئول عن رعيته " . قال القاضي أبو بكر بن العربي : إن الصبي أمانة عند والديه ، وقلبه الطاهر جوهرةٌ نفيسةٌ ساذجة خالية عن كل نقش وصورة ، وهو قابل لكل نقش ، وقابل لكل ما يُمال به إليه فإن عُوّد الخير وعُلّمه نشأ عليه وسعد في الدنيا والآخرة ، يشاركه في ثوابه أبواه وكل معلم له ومؤدب ، وإن عود الشر وأهمل شقي وهلك ، وكان الوزر في رقبة القيم به والولي عليه ، ومهما كان الأب يصون ولده من نار الدنيا فينبغي أن يصونه من نار الآخرة ، وهو أولى ، وصيانته بأن يؤدبه ويهديه ويعلّمه محاسن الأخلاق ، ويحفظه من قرناء السوء ، ولا يعود التنعّم ، ولا يحبب إليه الزينة وأسباب الرفاهية ، فيضيع عمره في طلبها إذا كبر ويهلك هلاك الأبد . وينبغي أن يعلّمه أيضًا من أمور الدنيا ما يحتاج إليه من : السباحة والرمي وغير ذلك مما ينفعه في كل زمان بحسبه ، قال عمر رضي الله عنه : " علموا أولادكم السباحة والرماية ، ومروهم فليثبوا على الخيل وثبًا " .

(۱۳/ ۱۲ ، تعليم الصغار)

عیدین کے درمیانی ایام میں نکاح

مسئلہ (۱۲۵): بعض لوگ دو عیدوں یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیانی ایام، یعنی شوال، ذی القعدہ اور عشرۂ ذی الحجہ میں نکاح کرنے کو منحوس اور بُرا خیال کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اِن دنوں میں کی ہوئی شادی کامیاب نہیں ہوتی، اُن کا یہ خیال غلط ہے(۱)، صحیح بات یہ ہے کہ اِن دنوں میں نکاح کرنا درست ہے، کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنا نکاح ماہِ شوال میں ہی فرمایا تھا(۲)، اور اُس سے زیادہ کامیاب شادی ونکاح کس کا ہوسکتا ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : '' لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر '' .

(۲/۸۵۷ ، مسلم : ۴/۱۷۴۲ ، ۱۷۴۳ ، ط : عيسى الحلبي)

ما في '' القول المفيد على كتاب التوحيد '' : التطير هو التشاؤم بمرئي أو بمسموع أو معلوم كالتشاؤم ببعض الأيام أو بعض الشهور أو بعض السنوات فهذه لا ترى ولا تسمع . (۲/۹۳ ، باب ما جاء في التطير)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : قد اتفق أهل التوحيد على تحريم التطير ونفي تأثيره في حدوث الخير أو الشر لما في ذلك من الإشراك بالله في تدبير الأمور . (۱۲/۱۸۳)

(۲) ما في '' جامع الترمذي '' : عن عائشة قالت : '' تزوجني رسول الله ﷺ في شوال وبنى في شوال ، وكانت عائشة تستحب أن يُبنى بنسائها في شوال '' . هذا حديث حسن صحيح . (۱/۲۰۷ ، أبواب النكاح ، باب ما جاء في الأوقات التي يستحب فيها النكاح ، رقم الحديث : ۱۰۹۳ ، الصحيح لمسلم : ۱/۴۵۶ ، كتاب النكاح ، باب استحباب التزوج والتزويج في شوال واستحباب الدخول فيه ، رقم الحديث : ۱۴۲۳)=

....

....

....

....

= ما في " المنهاج شرح مسلم بن الحجاج " : فيه استحباب التزويج والتزوج والدخول في شوال ، وقد نص أصحابنا على استحبابه واستدلوا بهذا الحديث ، وقصدت عائشة بهذا الكلام ردَّ ما كانت الجاهلية عليه ، وما يتخيله بعض العوام اليوم من كراهة التزويج والتزوج ، والدخول في شوال ، وهذا باطل لا أصل له ، وهو من آثار الجاهلية ، كانوا يتطيرون بذلك لما في اسم " شوال " من الاشالة والرفع . انتهى . (۳۲۶/۵)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قيل : إنما قالت هذا ردًا على أهل الجاهلية فإنهم كانوا لا يرون يمنًا في التزوّج والعرس في أشهر الحج ، وقيل : لأنها سمعت بعض الناس يتطيرون ببناء الرجل على أهله في شوال لتوهّم اشتقاق شوال من أشال ، بمعنى أزال ، فحكت ما حكت ردًا لذلك وأزواجه للوهم ، وفي شرح النقاية لأبي المكارم : كره بعض الروافض النكاح بين العيدين ، وقال السيوطي في حاشية على مسلم روى ابن سعد في طبقاته عن أبي حاتم قال : إنما كره الناس أن يتزوجوا في شوال ، الطاعون وقع في الزمن الأول .

(۲۷۶/٦ ، كتاب النكاح ، باب اعلان النكاح والخطبة والشرط ، الفصل الأول ، تحت رقم الحديث : ۳۱۴۲ ، تحفة الأحوذي : ۲۲۰/۴ ، كتاب النكاح ، باب ما جاء في الأوقات التى يستحب فيها النكاح)

نکاح کے موقع پر تین مرتبہ قبول

مسئلہ (۱۲۶): بعض علاقوں میں نکاح کے موقع پر دولہے سے تین مرتبہ قبول کرواتے ہیں، نیز اس سے کلمۂ توحید بھی پڑھواتے ہیں، جب کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ایک مرتبہ ایجاب وقبول کافی ہے، یعنی ایک طرف سے کہا جائے کہ''میں نے نکاح کیا'' اور دوسری طرف سے کہا جائے''میں نے قبول کیا''(۱)- تین مرتبہ ایجاب وقبول ضروری نہیں، اور نہ ہی دولہے سے کلمہ پڑھوانا ضروری ہے، مگر آج کل لوگ جہالت کی وجہ سے کفر کی باتیں بکتے رہتے ہیں، اس لیے اگر احتیاطاً کلمہ پڑھوا دیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے(۲)، لیکن چونکہ آج کل اس میں بڑی سختی کی جاتی ہے، کہ ایک فرقہ اس کے بغیر نکاح کو صحیح مانتا ہی نہیں ہے، خواہ دولہا-کلمہ، ایمانِ مجمل ومفصل سے نہ صرف واقف بلکہ اس کے تقاضوں پر عامل ہو، تب بھی کلموں اور ایمان مجمل ومفصل پڑھوانے پر اصرار کرتا ہے، جب کہ دوسرا گروہ اسے بدعت قرار دے کر اس کی سخت مخالفت کرتا ہے، اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ جو دولہا کلمہ اور ضروری عقائد سے واقف نہیں، اسے کلمہ اور ایمان مجمل ومفصل پڑھا دیا جائے، اور جو اس سے واقف ہے اُس پر اِس کا اصرار نہ کیا جائے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' الدر المختار مع الشامیة '' : وینعقد متلبسًا (بإیجاب) من أحدهم وقبول=

....

....

....

....

= من الآخر . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (وينعقد) أي النكاح : أي يثبت ويحصل انعقاده بالإيجاب والقبول . (۴/۶۰ ، كتاب النكاح)

ما في " بدائع الصنائع " : لا خلاف في أن النكاح ينعقد بلفظين يعبر بهما عن الماضي كقوله : زوجت وتزوجت ، وما يجري مجراه ، وإما بلفظين يعبر بأحدهما عن الماضي وبالآخر عن المستقبل كما إذا قال رجل لرجل : زوجني بنتك ، فقال الأب: قد زوجتك .

(۳۲۲/۳ ، كتاب النكاح ، فصل في ركن النكاح ، الفتاوى الهندية : ۲۶۷/۱)

(۲) ما في " الشامية " : قال في تبيين المحارم : علم الألفاظ المحرمة أو المكفرة ، ولعمري هذا من أهم المهمات في هذا الزمان ، لأنك تسمع كثيرًا من العوام يتكلمون بما يكفر وهم عنها غافلون ، والاحتياط أن يجدد الجاهل إيمانه كل يوم ، ويجدد نكاح امرأته عند شاهدين في كل شهر مرة أو مرتين ، إذ الخطأ وإن لم يصدر من الرجل فهو من النساء كثير .

(۱۲۲/۱ ، مقدمة ، مطلب في فرض الكفاية وفرض العين)

(فتاویٰ محمودیہ:۸۲/۱۶،فتاویٰ رحیمیہ :۱۵۸/۸،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۴/۷)

صرف دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح

مسئلہ (۱۲۷): نکاح صرف دو گواہوں کی موجودگی میں بھی ہوجاتا ہے، جب کہ دونوں گواہ مسلمان، عاقل اور بالغ ہوں، یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں (۱)، مگر افضل اور بہتر یہ ہے کہ نکاح اعلان کے ساتھ، بڑے مجمع اور مسجد میں کیا جائے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي ...... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين ، رجل ، أو رجل وامرأتين عدولا كانوا أو غير عدولا . (۲/۳۰٦ ، كتاب النكاح)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وينعقد ملتبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر .... وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معًا . (۶۸/۴ – ۹۱ ، كتاب النكاح ، شرح الوقاية : ۳/۲ – ۵ ، كتاب النكاح)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " اعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدف " .

(۱/۲۰۷ ، كتاب النكاح ، باب ما جاء في إعلان النكاح ، رقم الحديث : ۱۰۸۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله : (واجعلوه في المساجد) وهو أما لأنه ادعى إلى الإعلان أو الحصول بركة المكان ، وينبغي أن يراعي فيه أيضًا فضيلة الزمان ليكون نورًا على نور ، وسرورًا على سرور ، قال ابن الهمام : ويستحب مباشرة عقد النكاح في المسجد لكونه عبادة وكونه في يوم الجمعة ، وهو إما تفاؤلا للاجتماع أو توقع زيادة الثواب ، أو لأنه يحصل به كمال الإعلان .

(۶/۲۸۵ ، كتاب النكاح ، باب إعلان النكاح ، تحت رقم الحديث : ۳۱۵۲)

ما في " اعلاء السنن " : فإن العلة إنما هي الإعلان ، والمسجد أولى له ، لكونه جامعًا للمسلمين من غير حاجة إلى الاهتمام بالتداعي ، ولذا استحب له يوم الجمعة لهذه العلة بعينها . (۱۱/۹ ، كتاب النكاح ، باب استحباب الإعلان بالنكاح والخطبة لكونه مسجدًا) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۷۶)

دولہن سے اجازت کے وقت گواہوں کی موجودگی

مسئلہ (۱۲۸): دلہن سے نکاح کی اجازت لینے کے وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے، بہتر ہے، البتہ ایجاب وقبول یعنی جب عورت کا وکیل یا ولی اپنی مؤکلہ یا مولّیہ کا نکاح کرارہا ہو، اُس وقت گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : واعلم أنه لا يشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل ، وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة إذا خيف جحدا الموكل إياها . فتح . (۴/۱۰۶ ، كتاب النكاح ، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح ، فتح القدير :۳/۳۰۱ ، كتاب النكاح ، فصل في الوكالة بالنكاح وغيرها)

ما في " البحر الرائق " : لا يشترط الإشهاد على التوكيل ويشترط على القول الثاني كما لا يخفى . (۳/۱۴۶ ، كتاب النكاح)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما بيان وقت هذه الشهادة وهي حضور الشهود ، فوقتها وقت وجود ركن العقد ، وهو الإيجاب والقبول لا وقت وجود الإجازة .

(۳/۴۰۵ ، كتاب النكاح ، فصل في بيان وقت الشهادة)

(فتاویٰ رحیمیہ :۸/ ۱۲۷)

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو نام سے پکارنا

مسئلہ (۱۲۹): میاں بیوی کا ایک دوسرے کو اس کے نام سے پکارنا جائز ہے، مگر نام لیکر پکارنے میں ایک قسم کی بے ادبی پائی جاتی ہے، اس لیے عورت کا اپنے خاوند کو اس کا نام لیکر پکارنا مکروہ ہے، بہتر یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو اس کی کنیت یا لقب سے پکارے، جیسے یا سیدی، ابوزید، ابوحمزہ وغیرہ۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويكره أن يدعو الرجل أباه وأن تدعو المرأة زوجها باسمه . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (ويكره أن يدعو الخ) بل لا بد من لفظ يفيد التعظيم كيا سيدي ونحوه لمزيد حقهما على الولد والزوجة .

(۵۱۳/۹ ، ط : ديوبند ، فتاوى سراجيه على هامش الخانية : ۱۲/۳ ، ۱۳)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۲۳۳/۱۰)

مالِ حرام سے جہیز دینا

مسئلہ(۱۳۰): اگر کسی شخص نے اپنی بیٹی کو سامانِ جہیز دیا اور اس کے متعلق معلوم ہو کہ یہ پورا سامانِ جہیز ناجائز وحرام آمدنی ہی سے خریدا گیا تھا، تو اس کا استعمال نہ بیٹی کے لیے جائز ہے، اور نہ اس کی اجازت سے اس کے شوہر کے لیے، اور اگر یہ سامانِ جہیز حلال وحرام دونوں مال سے خریدا گیا، اور یہ معلوم نہیں ہے کہ کونسا سامان حلال مال سے خریدا گیا، اور کونسا حرام مال سے، تو پھر غلبہ کا اعتبار ہوگا، اگر سامانِ جہیز کی خریدی میں زیادہ مال حلال کا ہے، تو اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں، اور اگر زیادہ مال حرام کا ہے، تو اس کو استعمال نہیں کرنا چاہیے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية " : وإن علم أنه مغصوب بعينه لا يحل أن يأكل لأنه علم بالحرمة .... قال الناطفي رحمه الله تعالى : إذا أهدى الرجل إلى إنسان أو أضافه إن كان غالب مال المهدى من الحرام ينبغي له أن لا يقبل الهدية ، ولا يأكل من طعامه ما لم يخبر أنه حلال ، ورثه أو استقرضه من غيره ، وإن كان غالب مال المهدى من الحلال لا بأس بأن يقبل الهدية ، ويأكل ما لم يتبين عنده أنه حرام ، لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام فيعتبر الغالب .

(۳/۴۰۰ ، الحظر والإباحة ، وما يكره أكله وما لا يكره وما يتعلق بالضيافة، ط: رشيديه وزكريا ، الفتاوى الهندية :۵/۳۴۲ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ، مجمع الأنهر :۴/۱۸۶ ، كتاب الكراهية ، فصل في الكسب)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۸/۴۱۹، ط: کراچی)

عورت کا شوہر کی خدمت کرنا

مسئلہ (۱۳۱): عورت کا اپنے شوہر کی خدمت کرنا، اس کے گھر کے اسباب کی صفائی وسلیقہ مندی سے رکھنا، گھر کی صاف صفائی کرنا، شوہر کے کپڑوں کو دھونا، اوران کو پریس کرنا، بچوں کو نہلانا دھلانا، اورانہیں کھلانا پلانا، عورت پر واجب ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کے عہدِ مبارک میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیویاں اُن کی خدمت کیا کرتی تھیں، اورگھر کے تمام کاموں کوانجام دیتی تھیں، خود آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے تمام کاموں کوانجام دیتی تھیں، اوراپنے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت کیا کرتی تھیں، اس لیے کہ یہ تمام کام معاشرت بالمعروف میں داخل ہیں، اوریہی اصل ہے۔

ہاں! اگرعورت ایسے ماحول میں پلی بڑھی جس میں عورتیں گھر کےان کاموں کوانجام نہیں دیتیں، اورعورت ان کاموں کے کرنے سے انکارکرے، تو پھرشوہر ان کاموں کے لیے گھر میں کسی نوکرانی یا خادمہ کو رکھنے کا مکلّف ہوگا، کیوں کہ شریعت نے ہمیں عورتوں کے ساتھ ان کے عرف وعادت کے مطابق معاشرت کا حکم دیا ہے، ارشادِ ربانی ہے: ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ .

نیز جب شوہر کومعلوم تھا کہ جس عورت سے میں نکاح کررہا ہوں، ان کے گھر کا ماحول یہ ہے کہ عورتیں ان کاموں کوانجام نہیں دیتیں، اس کے باوجود اس سے شادی کی، تو گویا اس نے اس شرط کوقبول کیا کہ عورت ان کاموں کونہیں کریگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : امتنعت المرأة عن الطحن والخبز إن =

= كانت ممن لا تخدم أو كان بها علة فعليه أن يأتيها بطعام مهيأ وإلا بأن كانت ممن تخدم نفسها وتقدر على ذلک لا يجب عليه ، ولا يجوز لها أخذ الأجرة على ذلک لوجوبه عليها ديانة ولو شريفة ، لأنه عليه الصلاة والسلام قسم الأعمال بين علي وفاطمة فجعل أعمال الخارج على عليّ رضي الله تعالى عنه والداخل على فاطمة رضي الله تعالى عنها مع أنها سيدة نساء العالمين . بحر .

(۵/ ۲۳۰، ۲۳۱ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلب لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير ، الموسوعة الفقهية : ۱۹/ ۴۰ ، خدمة ، إخدام الزوجة)

ما في '' البحر الرائق '' : ويوافقه ما قيد به الفقيه أبو الليث كلام الخصاف حيث قال في أدب القاضي : لو فرض ما يحتاج إليه من الدقيق والدهن واللحم والإدام فقالت : لا أعجن ولا أخبز ولا أعالج شيئًا من ذلک لا تجبر عليه وعلى الزوج أن يأتيها بمن يكفيها عمل ذلک .

قال الفقيه أبو الليث : هذا إذا كان بها علة لا تقدر على الطبخ والخبز أو كانت ممن لا تباشر ذلک ، فإن كانت ممن تخدم نفسها وتقدر على ذلک لا يجب عليه أن يأتيها بمن يفعله ، وفي بعض المواضع تجبر على ذلک ، قال السرخسي : لا تجبر ولكن إذا لم تطبخ لا يعطيها الإدام وهو الصحيح ، وقالوا : إن هذه الأعمال واجبة عليها ديانة وإن كان لا يجبرها القاضي ، ولذا قال في البدائع : لو استأجرها للطبخ والخبز لم يجز ولا يجوز لها أخذ الأجرة على ذلک لأنها لو أخذت لأخذت على عمل واجب عليها في الفتوى فكان في معنى الرشوة فلا يحل لها الأخذ . (۴/ ۳۱۱ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، فتح القدير : ۴/ ۳۴۹ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة)

(فتاوىٰ رحیمیہ : ۸/ ۴۴۷، موقع المسلم على شبكة نيت)

ما في '' درر الحكام '' : المعروف عرفًا كالمشروط شرطًا .

(۱/ ۵۱ ، رقم المادة : ۴۳ ، شرح القواعد الفقهية : ص/ ۲۳۷)

شوہر کا بیوی کے پیسوں پر حق جتانا

مسئلہ (۱۳۲): بعض لوگ خود تو کماتے نہیں، اور نہ ہی بیوی بچوں کے حقوق پوری طرح سے ادا کرتے ہیں، بلکہ حد تو یہ ہے کہ اگر بیوی گھر میں رہتے ہوئے کچھ ہلکے پھُلکے کام کرتی ہے، مثلاً سلائی کا کام کرکے، سوئٹس، چاکلیٹ، بسکٹ وغیرہ بیچ کر دو پیسے کما لیتی ہے، تو شوہر ان پیسوں پر بھی اپنا حق جتاتا ہے، اور بیوی کی مرضی کے بغیر اس پیسے کا لینا اپنا حق سمجھتا ہے، شوہر کا یہ عمل غیر شرعی ہونے کے ساتھ غیرتِ مردانہ کے بھی خلاف ہے، کیوں کہ شریعت نے بیوی بچوں کے نفقہ کا ذمہ دار آدمی کو بنایا ہے، ان پر اسے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے[۱]، نہ یہ کہ ان کے پاس موجود روپیہ پیسہ، زور زبردستی ان سے لے لے، ہاں! بطورِ قرض لینا درست ہے، اسی طرح بیوی اپنی خوشی سے ہبہ یعنی ہدیہ بھی کرسکتی ہے، لیکن بیوی کے انکار کے باوجود شوہر کا جبراً لینا درست نہیں ہے۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الصحیح لمسلم " : عن جعفر بن محمد عن أبیه قال : دخلنا علی جابر بن عبد الله .... فقلت : أخبرني عن حجة رسول الله ﷺ فقال بیده ، فعقد تسعًا ، فقال : إن رسول الله ﷺ مکث تسع سنین لم یحج ، ثم أذن في الناس في العاشرة .... فأتی بطن الوادي فخطب الناس وقال : " ..... فاتقوا الله في النساء ، فإنکم أخذتموهنّ بأمان الله ، واستحللتم فروجهنّ بکلمة الله ولکم علیهنّ أن لا یوطئنّ فرشکم أحدًا تکرهونه ، فإن فعلن ذلک فاضربوهنّ ضربًا غیر مبرّح ، ولهنّ علیکم رزقهنّ وکسوتهنّ بالمعروف " . الحدیث .

(۱/۳۹۴ ، کتاب الحج ، باب حجة النبي ﷺ ، رقم الحدیث : ۱۲۱۸)=

....

....

....

....

= ما في " المنهاج شرح مسلم بن الحجاج " : قوله ﷺ : (ولهنّ عليكم رزقهنّ وكسوتهنّ بالمعروف) فيه وجوب نفقة الزوجة وكسوتها ، وذلك ثابت بالإجماع .
(۵/۱۰۲)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : فتجب للزوجة بنكاح صحيح على زوجها لأنها جزاء الاحتباس . (۵/۲۲۳ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلب اللفظ جامد ومشتق)

وفيه أيضًا : وتفرض النفقة بأنواعها الثلاثة لزوجة الغائب وطفله ومثله كبير زمن وأنثى مطلقًا . (۵/۲۵۹ ، ۲۶۰ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلب في فرض النفقة لزوجة الغائب)

ما في " الفتاوى الهندية " : تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية . (۱/۵۴۴ ، كتاب الطلاق ، الباب السابع عشر في النفقات ، الفصل الأول في نفقة الزوجة ، كذا في تبيين الحقائق :۳/۳۰۰ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة)

ما في " الفتاوى الهندية " : نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد . كذا في الجوهرة النيرة . (۱/۵۶۰ ، كتاب الطلاق ، الباب السابع عشر في النفقات ، الفصل الرابع في نفقة الأولاد ، تبيين الحقائق :۳/۳۲۸ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة)

(۲) ما في " الشامية " : المرأة مع زوجها إذا اجتمع بعملهما أموال كثيرة ، فقيل هي للزوج وتكون المرأة معينة له ، إلا إذا كان لها كسب على حدة فهو لها .
(۶/۳۹۲ ، كتاب الشركة ، فصل في الشركة الفاسدة ، مطلب اجتمعا في دار واحدة واكتسبا ولا يعلم التفاوت فهو بينهما بالسوية) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۳۶۶۵)

خطبۂ نکاح کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر؟

مسئلہ (۱۳۳): خطبۂ نکاح کھڑے ہوکر پڑھنا بھی درست ہے، اور بیٹھ کر پڑھنا بھی درست ہے۔[۱]

شادی کے موقع پر سہرا پڑھنا

مسئلہ (۱۳۴): شادیوں کے موقعوں پر سہرا پڑھنے کا رَواج عام ہوتا جارہا ہے، جس میں خاندان کے اَفراد کی مسرتوں اور بچی کے فراق وجدائی کے احساسات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے، گھر کے تمام افراد یہاں تک کہ عورتوں کے نام بھی بھرے مجمع میں لیے جاتے ہیں، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے، کیوں کہ قرآن کریم کے عام احکام میں اگرچہ مرد وعورت دونوں ہی شامل ہیں، مگر عموماً خطاب مردوں کو کیا گیا، عورتیں اِس میں ضمناً شامل ہیں، ہر جگہ ﴿یا ایہا الذین اٰمنوا﴾ کے الفاظ استعمال فرما کر عورتوں کو اُن کے ضمن میں مخاطَب کیا گیا ہے، اِس میں اشارہ ہے کہ عورتوں کے سب معاملات تستُّر اور پردہ پوشی پر مبنی ہیں، اِس میں اُن کا اِکرام واعزاز ہے، خصوصاً پورے قرآن میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ''حضرت مریم بنت عمران'' کے سوا کسی عورت کا نام قرآن میں نہیں لیا گیا،

الحجة علی ما قلنا :

(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۹۰۴۶، فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۹۳، باب النکاح الصحیح، ط: کراچی، خیر الفتاویٰ: ۴/۵۹۱، کتاب النکاح، متفرقات نکاح، ط: ملتان)

بلکہ ذکر آیا تو مردوں کی نسبت کے ساتھ ''امرأة فرعون'' -''امرأة نوح'' -''امرأة لوط'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔[معارف القرآن:۷/۱۴۳]، اِس لیے سہرہ پڑھنا جو محض ایک رسم ہے، اُسے ترک کرنا چاہیے، نکاح میں جس قدر سادگی ہو، خیر و برکت کے لحاظ سے اُتنا ہی بہتر ہے۔ (۱)

رشتہ کے لیے ای میل کے ذریعہ فوٹو بھیجنا

مسئلہ (۱۳۵): لڑکی کے رشتہ کے لیے ای میل کے ذریعہ اس کے فوٹو بھیجنے کا رَواج عام ہو رہا ہے، حالانکہ رشتہ کے لیے لڑکی کا فوٹو لینا اور لڑکے والوں کے پاس بھیجنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ ضرورتِ شدیدہ کے بغیر فوٹو کھینچنا، کھنچوانا شریعت میں حرام اور گناہ ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الشامية '' : وقال في تبيين المحارم : واعلم أن ما كان حرامًا من الشعر ما فيه فحش أو هجو مسلم ، أو كذب على الله تعالى أو رسوله ﷺ أو على الصحابة ، أو تزكية النفس ، أو الكذب أو التفاخر المذموم ، أو القدح في الأنساب ، وكذا ما فيه وصف أمرد أو امرأة بيعنها إذا كانا حيين ، فإنه لا يجوز وصف امرأة معينة حية ولا وصف أمرد معين حيّ حسن الوجه بين يدي الرجال ، ولا في نفسه .

(۴۲۶/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، ط : ديوبند)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۷۹۳۷)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في '' صحيح البخاري '' : عن مسلم قال : كنا مع مسروق في دار يسار بن نمير فرأى في صُفّته تماثيل ، فقال : سمعت عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول :=

....

....

....

....

= " إن أشدّ الناس عذابًا عند الله يوم القيامة المصوّرون " .

(۲/۸۸۰ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، رقم الحديث : ۵۹۵۰ ، صحيح مسلم : ۲/۲۰۱ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

ما في " شرح صحيح مسلم للنووي على هامش مسلم " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد ، وهو من أكبر الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغير ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها .

(۲/۱۹۹ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم صورة الحيوان)

ما في " أحكام القرآن للقرطبي " : يدل على المنع من تصوير شيء أي شيء كان .

(۱۴/۲۷۴)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقًا ، أي سواء أكان للصورة ظل أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة .

(۱۲/۱۰۳ ، تصوير)

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند، رقم الفتویٰ:۴۳۴۴۳)

دو بھائیوں کی شادی ایک ساتھ

مسئلہ (۱۳۶): بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ جب دو بھائیوں کی شادی ایک ساتھ کی جاتی ہے، تو ایسی شادی جلدی ختم ہوجاتی ہے، اوراپنے اِس قول کی تائید میں وہ اپنا مشاہدہ اور تجربہ بھی بیان کرتے ہیں، اُن لوگوں کی نہ یہ بات صحیح ہے اور نہ ہی اُن کا مشاہدہ اور تجربہ صحیح ہے، بلکہ یہ محض ایک وہم ہے، شادی ختم ہونے کی وجوہات کچھ اور ہوتی ہیں، ضرورت ہے کہ اُن وجوہات کو معلوم کیا جائے، اور اُن سے اپنے آپ کو بچائیں، تو ان شاء اللہ تعالیٰ شادی جلدی ختم نہ ہوگی، بلکہ زوجین کی زندگی بھر شادی باقی رہے گی، اوریہی شریعت کا مقصود بھی ہے کہ شادی زندگی بھر باقی رہے، ختم نہ ہو۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن ابن ماجه '' : عن أنس بن مالک أن المغیرة بن شعبة أراد أن یتزوج امرأة فقال له النبي ﷺ : '' اذهب فانظر إلیها فإنه أحری أن یؤدم بینکما '' .

(ص/۱۳۴ ، أبواب النکاح ، باب النظر إلی المرأة إذا أراد أن یتزوجها)

ما في '' شروح ابن ماجه '' : قوله : (فإنه أحری) أي أقرب وأنسب وأولی ، وقوله : (أن یؤدم بینکما) ، قال ابن الملک : یقال : أدم الله بینکما یأدم أدما بالسکون أي أصلح وآلف . ... أي یوقع الأدم بینکما یعني یکون بینکما الألفة والمحبة ، لأن تزوجها إذا کان بعد معرفة فلا یکون بعدها ندامة . (۱/۷۳۷ ، کتاب النکاح ، باب النظر إلی المرأة إذا أراد أن یتزوجها ، تحت رقم الحدیث :۱۸۶۵)

ما في '' سنن أبي داود '' : عن أبي هریرة عن النبي ﷺ قال : '' تنکح النساء لأربع ؛ لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها ، فاظفر بذات الدین تربت یداک '' . (ص/۲۷۹ ، ۲۸۰ ، کتاب النکاح ، باب ما یؤمر به من تزوج ذات الدین ، مشکوة المصابیح :ص/۲۶۷ ، کتاب النکاح ، الفصل الأول ، رقم الحدیث :۳۰۸۲)=

دو بہنوں یا بھائیوں کی شادی ایک ہی دن

مسئلہ (۱۳۷): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ایک ہی دن دو بہنوں یا دو بھائیوں کی شادی کی جائے، تو ایک کو تکلیف اور مفلسی آتی ہے، اُن کا یہ خیال باطل وہموں میں داخل ہے، شرعاً اِس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں، تکلیف اور مفلسی انسان کے اپنے کرتوت وگناہوں کے سبب آتی ہے [1]، جس طرح راحت وخوشحالی اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی طاعت سے حاصل ہوتی ہے [2]، ضرورت ہے کہ ہم وہ کام کریں جس سے اللہ اوراس کے رسول ﷺ خوش ہوتے ہیں، اوران کاموں سے بچیں جن سے وہ ناراض ہوتے ہیں، اورشادیوں کی تقریبات سنت کے مطابق سادگی کے ساتھ انجام دیں، تو ان شاء اللہ اس میں خیروبرکت ہوگی۔ [3]

= ما في " معجم الأوسط للطبراني " : عن ابراهيم بن أبي علبة قال : سمعت أنس بن مالك يقول : سمعت النبي ﷺ يقول : " من تزوج امرأة لعزّها لم يزده الله إلا ذُلا ، ومن تزوجها لمالها لم يزده الله إلا فقرًا ، ومن تزوجها لحسبها لم يزده الله إلا دناءة ، ومن تزوج امرأة لم يتزوجها إلا ليغض بصره أو ليحصن فرجه أو يصل رحمه بارك الله له فيها وبارك لها فيه " . (۱۸/۲ ، من اسمه ابراهيم ، رقم الحديث : ۲۳۴۲ ، مرقاة المفاتيح : ۲۴۰/۶ ، تحت رقم الحديث : ۳۰۸۲ ، فتاوى شامية : ۵۸/۴ ، كتاب النكاح ، مطلب كثيرا ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۳۲۵۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما أصابكم من مصيبةٍ فبما كسبتْ أيديكم =

= ويعفوا عن كثير﴾ . (سورة الشورى : ۳۰)

ما في " روح المعاني " : (وما أصابكم من مصيبة) أي مصيبة كانت من مصائب الدنيا كالمرض وسائر النكبات . (فبما كسبت أيديكم) أي فسبب معاصيكم التي اكتسبتموها . (۱۴/ ۶۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي موسى أن رسول الله ﷺ قال : " لا تصيب عبدًا نكبة فما فوقها أو دونها إلا بذنب وما يعفو الله عنه أكثر – قال : وقرأ : ﴿وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفوا عن كثير﴾ .

(۲/ ۱۶۱ ، أبواب التفسير ، باب ما جاء في سورة الشورى)

ما في " تفسير المظهري " : قال الحسن : لما نزلت هذه الآية قال رسول الله ﷺ : " والذي نفسي بيده – ما من خدش عود ولا عثرة قدم ولا اختلاج عرق إلا ذنب وما يعفو الله عنه أكثر .... وروى البغوي بسنده عن علي رضي الله قال : " ألا أخبركم بأفضل آية من كتاب الله عزّ وجلّ حدثنا بها رسول الله ﷺ : ﴿وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفو عن كثير﴾ وسأفسرها لك يا علي ؛ ما أصابكم من مرض أو عقوبة أو بلاء في الدنيا فبما كسبت أيديكم .

(۸/ ۲۶۷ ، تحت رقم الآية : ۳۰ ، روح المعاني : ۱۴/ ۶۳، ۶۴)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأطيعوا الله والرسول لعلكم ترحمون﴾ .

(آل عمران : ۱۳۲)

ما في " روح المعاني " : (وأطيعوا الله) في جميع ما أمركم به ونهاكم عنه – (والرسول) أي الذي شرع لكم الدين وبلغكم الرسالة ، فإن طاعته طاعة الله تعالى – (لعلكم ترحمون) أي لكي تنالوا رحمة الله تعالى أو راجين رحمته . (۳/ ۸۸)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة قالت : قال النبي ﷺ : " إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة " . رواه البيهقي في شعب الإيمان .

(ص/ ۲۶۸ ، كتاب النكاح ، الفصل الثالث ، قديمي)

(کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۳۳۳)

شادی خانہ آبادی کی دھوم

مسئلہ (۱۳۸): آج کل مسلم محلوں میں شادی خانہ آبادی کی دھوم ہے، ہر روز شادی ہورہی ہے، اسلام نے عورت اور مرد کے رشتے کو ایک عظیم تقدّس عطا کیا، شوہر کو عورت کے نان، نفقہ، رہائش اور عصمت کا منتظم ومحافظ قرار دیا[۱]، تو عورت کو اس کے لیے باعثِ سکون[۲]، نیز اس نے اس سنت کو سادگی اور کم خرچ کے ساتھ کرنے کی نہ صرف ترغیب دی[۳]، بلکہ آپ ﷺ نے اپنی چہیتی بیٹی، خاتونِ جنت، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی جس سادگی کے ساتھ کی[۴]، وہ عالَمِ اسلام کے لیے آج بھی ایک نمونہ ہے، صدیوں تک مسلمان اِسی طریقے کو اپناتے رہے، لیکن آج کا مسلمان غیروں کے رسم ورَواج سے متاثر ہوکر، پیارے آقا ﷺ کے طریقے کو چھوڑ بیٹھا[۵]، اور اپنے بچوں وبچیوں کی شادیوں میں غیر اسلامی طریقوں کو رَواج دے رہا ہے، مثلاً -: شادیوں کے موقع پر لائٹنگ، میوزک، ویڈیوگرافی، فوٹوگرافی، عورتوں کا فیشن ایبل ملبوسات میں اپنے حسن وجمال کی نمائش، اور دعوتوں میں بوفے ڈِنر کا سسٹم وغیرہ، یہ سب چیزیں غیر اسلامی اور غیر شرعی ہیں[۶]، جو ہماری رُسوائی اور بربادی کا سبب بن رہی ہیں، مگر افسوس! ہمیں اِس کا احساس تک نہیں، جو انتہائی نقصان اور خسارہ کی بات ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الرجال قوّامون على النساء بما فضّل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم﴾ . (النساء : ۳۴)=

= (۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هنّ لباسٌ لكم وأنتم لباسٌ لهنّ﴾ . (البقرة :۱۸۷)
﴿ومن آيٰته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجًا لتسكنوآ إليها وجعل بينكم مودّة ورحمة إن في ذلك لأيٰت لقوم يتفكّرون﴾ . (الروم : ۲۱) ﴿وجعل منها زوجها ليسكُن إليها﴾ . (الأعراف : ۱۸۹)

ما في " روح المعاني " : ﴿هن لباس لكم وأنتم لباس لهنّ﴾ أي هنّ سكن لكم وأنتم سكن لهنّ .

(۱/ ۴۶۱ ، تفسير حقی: ۱/ ۴۰۸ ، تفسير روح البيان : ۱/ ۲۴۳ ، البقرة، بحواله شامله)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة " . رواه البيهقي في شعب الإيمان . (ص/ ۲۶۸ ، كتاب النكاح ، الفصل الثالث ، قديمي ، شعب الإيمان للبيهقي :۵/ ۲۵۴ ، رقم الحديث : ۶۵۶۶ ، باب الاقتصاد في النفقة)

(۴) ما في " سنن النسائي " : عن علي رضي الله عنه قال : " جهّز رسول الله ﷺ فاطمة في خميل وقربة ووسادة حشوها اذخر " . (۲/ ۷۷ ، باب جهاز الرجل ابنته)

(۵ – ۶) ما في " صحيح البخاري " : " أبغض الناس إلى الله ثلاثة: ملحد في الحرم ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه " .
(۲/ ۱۰۱۶ ، مشكوة المصابيح : ص/ ۱۵۰ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، كنز العمال : ۱۶/ ۱۷ ، رقم الحديث : ۴۳۸۲۶)

ما فی " سنن أبي داود " : قوله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/ ۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب لباس الشهرة)

ما فی " تكملة فتح الملهم " : إن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة ، لا يجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلك التشبه بهم . (۱۰ / ۷۷ ، كتاب اللباس والزينة)

ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالى : ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾. (سورة هود:۱۱۳)=

دولہا دولہن کی گاڑی کی تزیین

مسئلہ (۱۳۹): آج کل شادیوں کے موقعوں پر بعض مسلم گھرانے کے لوگ دولہا دولہن کی گاڑی کو قسمہا قسم کے پھولوں اور رنگ برنگی رِبنوں کے ذریعہ سجا سنوار کر لاتے ہیں، یہ ایک غیر ثابت اور قابلِ ترک رسم ہے[۱]، اور نصاریٰ کا طریقہ ہے، اِس سے بچنا ضروری ہے، اگر اس کو ضروری اور سنت نہ سمجھیں تب بھی بیکار اور بے ضرورت ہونے کی وجہ سے قابلِ ترک ہے[۲]، حدیث شریف میں آں حضور ﷺ نے غیر قوموں کی مخصوص تہذیب وثقافت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔[۳]

= ما في " معارف القرآن " : ''حضرت قتادہ نے فرمایا کہ ''مراد ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اور ان کا کہنا مانو''، ابنِ جریج نے فرمایا کہ '' ظالموں کی طرف کسی طرح کا بھی میلان نہ رکھو''، ابوالعالیہ نے فرمایا کہ ''ان کے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو'' (قرطبی)، سدّی نے فرمایا کہ ''ظالموں سے مداہنت نہ کرو، یعنی ان کے برے اعمال پر سکوت یا رضا کا اظہار نہ کرو''، عکرمہ نے فرمایا کہ ''ظالموں کی صحبت میں نہ بیٹھو''، قاضی بیضاوی نے فرمایا کہ ''شکل وصورت اور فیشن اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا یہ سب اسی ممانعت میں داخل ہے''۔ (۶۷۳/۴)

ما في " حاشية القونوي على تفسير البيضاوي " : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، والركون المحبة والميل بالقلب ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ؛ قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى ميل ، فإن الركون هو الميل اليسير كالتزيي بزيهم وتعظيم ذكرهم . (۲۲۶/۱۰ ، تفسير المظهري : ۴۳۰/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى محمودية " : ''یہ ایک غیر ثابت رسم ہے، اس کی پابندی عملی طور پر التزام مالا یلتزم اور ایک رسم محض ہے، اس کو ترک کر دینا چاہیے، اگر اس میں قربت کا تصور بھی ہے تو رسم سے بڑھ کر=

....

....

....

....

= بدعت بھی ہے''۔ (۱۱/۲۱۰، ۲۱۱، ط: کراچی، بعنوان: دولہا دولہن کے لیے پالکی کی سواری، کفایت المفتی: ۵/۱۵۵، کتاب النکاح، ط: دارالاشاعت)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أفحسبتم أنما خلقناكم عبثًا وأنكم إلينا لا ترجعون﴾ .

(سورة المؤمنون : ۱۱۵)

ما في " جمع الجوامع " : قوله ﷺ : " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه " .

(۶/۳۹۳ ، رقم الحديث : ۲۰۰۰۷)

(۳) ما في " سنن أبي داود " : قوله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " .

(ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب لباس الشهرة ، تكملة فتح الملهم : ۱۰/۷۷ ، كتاب اللباس والزينة)

ما في " صحيح البخاري " : " أبغض الناس إلى الله ثلاثة: ملحد في الحرم ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه " .

(۲/۱۰۱۶ ، مشكوة المصابيح : ص/۱۵۰ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، كنز العمال : ۱۶/۱۷ ، رقم الحديث : ۴۳۸۲۶) (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۳/۶۴۳، ۶۴۴)

ولیمہ کا مسنون طریقہ

مسئلہ (۱۴۰): ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نکاح کے بعد جس رات میاں بیوی کی پہلی ملاقات وخلوت ہو، اس سے اگلے روز حسبِ استطاعت لوگوں کو کھانا کھلایا جائے، ہم بستری شرط نہیں ہے[1]، اور دو روز تک ولیمۂ مسنونہ کا وقت رہتا ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " : قيل انها تكون بعد الدخول ، وقيل عند العقد ، وقيل عندهما ، واستحب أصحاب مالك أن تكون سبعة أيام ، والمختار أنه على قدر حال الزوج . (۶/۳۳۵ ، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الأول ، تحت رقم الحديث: ۳۲۱۰)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وذهب الحنابلة والحنفية في قول ، والمالكية في قول كذلك إلى أنه تسن الوليمة عند العقد ، ويرى بعض الحنفية أن وليمة العرس تكون عند العقد وعند الدخول . (۴۵/۲۴۹ ، ۲۵۰ ، وليمة ، وقت الوليمة)

(۲) ما في " سنن ابن ماجه " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " الوليمة أول يوم حق والثاني معروف ، والثالث رياء وسمعة " . (ص/۱۳۷ ، كتاب النكاح ، باب إجابة الداعي ، رقم الحديث :۱۹۱۵ ، رواه الترمذي عن ابن مسعود : ۱/۲۰۸ ، كتاب النكاح ، باب ما جاء في الوليمة ، رقم الحديث :۱۰۹۷ ، مشكوة المصابيح :ص/... ، كتاب النكاح ، باب الوليمة ، الفصل الثاني ، رقم الحديث :۳۲۲۴ ، سنن أبي داود :ص/۵۲۶ ، كتاب الأطعمة ، باب في كم تستحب الوليمة ، رقم الحديث :۳۷۴۵ ، عمدة القاري :۲۰/۲۲۲ ، كتاب النكاح ، باب إجابة الوليمة والدعوة الخ) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۶/۳۰۹)=

....

....

....

....

= ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الطيبي : إذا أحدث الله تعالى لعبد نعمة حق له أن يحدث شكرًا واستحب ذلك في الثاني جبرًا لما يقع من النقصان في اليوم الأول ، فإن السنة مكملة للواجب ، وأما اليوم الثالث فليس إلا رياء وسمعة ، والمدعو يجب عليه الإجابة في الأول ويستحب في الثاني ويكره بل يحرم في الثالث . (۶/۳۴۴ ، ۳۴۵ ، كتاب النكاح ، باب الوليمة ، الفصل الثاني ، تحت رقم الحديث : ۳۲۲۴)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وصرّح الحنفية بأنه إذا بنى الرجل بامرأته ينبغي أن يدعو الجيران والأقرباء والأصدقاء ، ويذبح لهم ويصنع لهم طعامًا ، وإذا اتخذ وليمة ينبغي لهم أن يجيبوا ، ولا بأس بأن يدعو يومئذ من الغد وبعد الغد ، ثم ينقطع العرس والوليمة . (۴۵/۲۴۹ ، وليمة ، كون الوليمة في اليوم الأول)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۴۴۱۸۵، فتاویٰ رحیمیہ: ۸/ ۲۳۹)

کتاب الطلاق

طلاق کے مسائل

طلاق دینے پر شوہر سے رقم کا مطالبہ

مسئلہ (۱۴۱): اسلام میں نکاح ایک پاکیزہ اور مقدس رشتہ ہے، اور شریعت چاہتی ہے کہ اس رشتہ میں حتی المقدور دوام واستحکام ہو، اس لیے کسی واقعی معتبر سبب کے بغیر مرد کا طلاق دے دینا، یا عورت کا خلع کا مطالبہ کرنا انتہائی ناپسندیدہ اور مذموم عمل ہے، اس لیے شوہر وبیوی کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو اِس رشتہ کو ٹوٹنے سے بچائیں، اور اگر کوئی اختلاف پیدا ہوجائے تو قرآن مجید نے ایسے نزاعات کو حل کرنے کے لیے جو تدابیر ذکر کی ہیں، اُن کو اختیار کریں، اور ایک دوسرے کے ساتھ تحمل اور عفو و درگذر سے کام لیں، لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود اگر زوجین کے تعلقات خوشگوار باقی نہ رہیں، نکاح کے مقاصد؛ سکون اور باہمی محبت ومودّت فوت ہونے لگیں، اور بیوی طلاق کا مطالبہ کرے، تو شوہر کو چاہیے کہ طلاق دے دے، محض ایذا رسانی کی غرض سے اُسے معلقہ بنا کر نہ رکھے [۱]، اور اگر شوہر طلاق دینے پر آمادہ نہ ہوتو بیوی خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے [۲]، شریعت میں خلع ''عورت سے کچھ لے کر اس کو نکاح سے آزاد کردینے کا نام ہے'' [۳]۔ لیکن آج کل یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ شوہر طلاق دینے پر راضی بھی ہوتا ہے، مگر لڑکی کے والدین اور خویش واقارب اس صورت میں شوہر سے ایک خطیر رقم کا مطالبہ کرتے ہیں اور نہ دینے کی صورت میں کورٹ میں مقدمہ دائر کرنے کی

دھمکی دیتے ہیں، شرعاً اُن کا یہ عمل ناجائز ہے، اور شوہر سے اس طرح کسی رقم کا لینا قطعاً ناجائز وحرام ہے (۴)، جو شخص خدا، رسول اور آخرت کی جزا وسزا کا یقین رکھتا ہے وہ کبھی بھی ایسی حرام خوری کا ارتکاب نہیں کرسکتا، لہٰذا اس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والّٰتي تخافون نشوزهنّ فعظوهنّ واهجروهنّ في المضاجع واضربوهنّ فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهنّ سبيلا ، إن الله كان عليًّا كبيرًا . وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من أهله وحكما من أهلها إن يريدآ إصلاحا يوفق الله بينهما إن الله كان عليمًا خبيرًا﴾ . [سورة النساء : ۳۴ ، ۳۵] وقال تعالى : ﴿وإن امرأة خافت من بعلها نشوزًا أو إعراضًا فلا جناح عليهما أن يصلحا بينهما صلحًا ، والصلح خيرٌ ، وأحضرت الأنفس الشحّ ، وإن تحسنوا وتتقوا فإن الله كان بما تعملون خبيرًا﴾ . وقال : ﴿ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النساء ولو حرصتم فلا تميلوا كلَّ الميل فتذروها كالمعلقة ، وإن تصلحوا وتتقوا فإن الله كان غفورًا رحيمًا﴾ . (سورة النساء : ۱۲۸ ، ۱۲۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية إلى أن مهمة الحكمين الإصلاح لا غير ، فإذا نجحا فيه فبها ، وإلا تركا الزوجين على حالهما ليتغلبا على نزاعهما نفسيهما ، إما بالمصالحة ، أو بالصبر ، أو بالطلاق ، أو بالمخالعة ، وليس للحكمين التفريق بين الزوجين إلا أن يفوّض الزوجان إليهما ذلک ، فإن فوّضاهما بالتفريق بعد العجز عن التوفيق ، كانا وكيلين عنهما في ذلک ، وجاز لهما التفريق بينهما بهذه الوكالة .

(۲۹/۵۴ ، طلاق ، مهمة الحكمين)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي شرح الطحاوي : ثم الاختلاف إذا وقع بين الزوجين فالسنة فيه أن يجتمع أهل الرجل وأهل المرأة ليصلحا بينهما ، فإن لم يجتمعا على الصلح فليس إلى الحكمين التفريق بينهما ، فإن طلقها جاز ، وإن خلعها جاز . (۳/۲۹ ، الفصل السادس عشر في الخلع)=

= (٢) ما في " المبسوط للسرخسي " : (والخلع جائز عند السلطان وغيره) لأنه عقد يعتمد التراضي كسائر العقود وهو بمنزلة الطلاق بعوض ، وللزوج ولاية إيقاع الطلاق ، ولها ولاية التزام العوض . (٦/٢٠٢ ، بيروت ، ٦/١٧٣ ، مطبعة السعادة ، المغني لإبن قدامة الحنبلي : ٧/٥٢ ، مطبعة دار المنار ، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي : ٣/١٣٨ ، دار الكتب المصرية ، كتاب الأم للشافعي :٥/٢٠٠ ، مكتبة الكليات الأزهرية) (امداد الاحکام:۲/۲۴۷،فتاویٰ محمودیہ:۱۳/۳۴۱،کراچی)

ما في " بدائع الصنائع " : قال الإمام الكاساني رحمه الله تعالى : وأما ركنه فهو الإيجاب والقبول ، لأنه عقد على الطلاق بعوض ، فلا تقع الفرقة ، ولا يستحق العوض بدون القبول . (۴/۳١٥ ، كتاب الطلاق، بيروت ، رد المحتار :٥/٨٨ ، باب الخلع، بيروت) (فتاویٰ عثمانی:۲/۴۴۵،کفایت المفتی:۶/۱۶۷،دارالاشاعت کراچی،احسن الفتاویٰ:۵/۳۸۴،إمداد المفتيين المعروف بہ عزیز الفتاویٰ:۲/۵۵۴)

(٣) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (هو إزالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها بلفظ الخلع أو في معناه) . (٥/٨٣، ٨٥، ٨٧ ، كتاب الطلاق ، باب الخلع ، بيروت ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ٢/٢٢٦ ، الخلع ، فتح القدير لإبن الهمام : ۴/١٨٨ ، باب الخلع ، بيروت ، العناية شرح الهداية : ٢/٥١٩ ، باب الخلع ، البناية شرح الهداية :٥/٢٩١ ، باب الخلع ، مكتبه رشيديه كوئٹه ، فتح باب العناية بشرح النقاية : ٢/١۴٢ ، فصل في الخلع ، دار الأرقم بيروت ، تحقيق وتعليق على شرح الزيادات : ٢/۴٦٩ ، باب الخلع بالمال ، مجمع الأنهر : ٢/١٠٢ ، باب الخلع ، الدر المنتقى شرح الملتقى مع المجمع : ٢/١٠١ ، باب الخلع ، تبيين الحقائق : ٣/١٨٢ ، البحر الرائق : ۴/١١٩ ، النهر الفائق : ٢/۴٣٥ ، دار الإيمان سهارنفور ، الفتاوى الهندية : ١/۴٨٨ ، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه ، شرح العيني على الكنز المسمى برمز الحقائق : ١/١٦٦ ، باب في بيان أحكام الخلع ، دراسة وتحقيق على مجمع البحرين :ص/٥٨٠ ، فصل في الخلع ، موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر : ٢/۴٨٢ ، أحكام خاصة بالنشوز والخلع ، التوضيح في الجمع بين المُقنع والتنقيح : ٣/١٠١٥ ، المكتبة المكية ، موسوعة الفقه الإسلامي للتويجري : ۴/٢٢٦ ، الخلع)=

= ما في " كتاب التعريفات للجرجاني " : الخَلعُ : إزالة ملك النكاح بأخذ المال .
(ص/۱۰۵ ، باب الخاء ، بيروت)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : وفي الشرع : إزالة الزوجية بما تعطيه من المال .
(۲۱٦/۳ ، باب الخلع ، دار الرسالة العالمية ، ۱۵٦/۳ ، دار المعرفة بيروت)

ما في " الفقه الحنفي وأدلته " : وقال الحنفية : الخلع إزالة الزوجية بما تعطيه الزوج من المال . (۲۲۴/۲ ، باب الخلع ، الجوهرة النيرة : ۲۱۵/۲ ، كتاب الخلع)

ما في " معجم لغة الفقهاء " : الخلع : .... طلاق الرجل زوجته على مال تبذله له .
(ص/۱۹۹ ، إدارة القرآن كراتشي ، المصباح المنير للفيّومي :ص/٦۸ ، مكتبة لبنان، عون المبعود :ص/۹۸۷ ، باب في الخلع ، تحت رقم الحديث : ۲۲۳۰)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي السغناقي : هو عبارة عن أخذ مال من المرأة بإزاء ملك النكاح بلفظ الخلع .
(۲۸/۳ ، الفصل السادس عشر في الخلع ، ط : دار الإيمان سهارنفور)

ما في " الموسوعة الفقهية " : (فعند الحنفية) : أخذ مال من المرأة بإزاء ملك النكاح بلفظ الخلع . (۲۳۴/۱۹ ، خلع)

ما في " الكافي في الفقه الحنفي " : الخلع شرعاً : أخذ المال بإزاء ملك النكاح أو إزالة ملك النكاح بلفظ الخلع . (۱۰۱۷/۳ ، الخلع ، مؤسسة الرسالة بيروت)
(قاموس الفقہ :۳۶۲/۳، خلع)

(۴) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : " لا يحل مال امرئٍ مسلم إلا بطيب نفس منه". (۱٦٦/٦ ، كتاب الغصب ، مشكوة المصابيح : ص/۲۵۵ ، السنن الدارقطني: ۲۲/۳ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۲۸٦۲ ، المسند للإمام أحمد بن حنبل : ۴۰۰/۱۵ ، رقم الحديث : ۲۰۹۸۰ ، جمع الجوامع : ۷/۹ ، رقم الحديث : ۲٦۷۵۹ ، شعب الإيمان للبيهقي : ۳۸۷/۴ ، رقم الحديث : ۵۴۹۲)

کتاب الرضاع

دودھ پلانے کے مسائل

شیر خوار کو دودھ پلانے کی مدت

مسئلہ (۱۴۲): مدتِ شیر خوارگی کے اندر بچہ کے دودھ سے بے نیاز ہوجانے تک اُسے دودھ پلانا واجب ہے، اُس کے بعد سے دو سال تک دودھ پلانا مستحب ہے، اوراگر بچہ بہت کمزور ہو، کچھ اور نہ کھا سکتا ہو، تو ایسی ضرورت کے وقت ڈھائی برس کی عمر تک دودھ پلانے کی گنجائش ہے، مگر بعض عورتیں ڈھائی برس کے بعد بھی اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں، شرعاً اُن کا یہ عمل حرام ہے، کیوں کہ دودھ جزوِ انسانی ہے، اس سے انتفاع ضرورۃً جائز ہے، ڈھائی برس کے بعد یہ ضرورت باقی نہیں رہتی، تو اس کی اباحت بھی باقی نہیں رہے گی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تبيين الحقائق " : وذكر الخصاف أنه إن فطم قبل مضي المدة واستغنى بالطعام لم يكن رضاعاً وإن لم يستغن تثبت به الحرمة ، وهو رواية عن أبي حنيفة ، وعليه الفتوى ، وروى الحسن عن أبي حنيفة وأبي يوسف ؛ إن كان لا يجترئ بالطعام لكن أكثر ما يتناوله هو اللبن دون الطعام يكون رضاعًا فإن كان الأكثر هو الطعام لا يكون رضاعًا ، ثم قيل : لا يباح الإرضاع بعد مدة الرضاع لأن إباحته للضرورة لكونه جزء الآدمي أو جزئه مبتذلا مهانًا . اهـ . اتقاني . وكتب ما نصه : والانتفاع به حرام واختلف المشايخ في الانتفاع به للدواء ، قيل : لم يجز ، وقيل : يجوز إذا علم أنه يزول به الرمد . اهـ . (۲/۶۳۴)=

....

....

....

= ما في " شرح منظومة ابن وهبان " : تنبيه : الرضاع بعد مدته حرام ، لأنه جزء الآدمي والانتفاع به بغير ضرورة حرام على الصحيح ، نعم ؛ أجاز البعض التداوي به إذا علم أنه يزول به الرمد ، كذا ذكره التمرتاشي والبعض بم يجوزوا شربه للتداوي . والله أعلم . (۱/۱۳۵)

ما في " المحيط البرهاني " : ولو فطم الرضيع في مدة الرضاع ثم سقى بعد ذلك في المدة فهو رضاع على قول من يرى الرضاع في تلك المدة ، لوجود الإرضاع والظاهر من المذهب ، وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمهما الله أنه قال : هذا إذا لم يتعود الصبي الطعام حتى لا يكتفي بالطعام بعد الفطام ، وأما إذا صار بحيث يكتفي بالطعام لا تثبت الحرمة بعد ذلك ، لأنه إذا صار بحيث يكتفي بالطعام فاللبن يفسده بعده ذلك ولا يغذيه ولا يحصل به النشوء ، وهو المعنى المعول عليه في إثبات الحرمة بعد الفراغ ، وفي " البقالي " : إذا فطم في الحولين واستغنى بالطعام فأرضع بعد ذلك فعن أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله روايتان . (۳/۱۹۰)

ما في " البحر الرائق " : واختلفوا في إباحته بعد المدة واقتصر الشارح على المنع وهو الصحيح ، كما في شرح المنظومة ، وعلى هذا لا يجوز الانتفاع به للتداوي ، قال في فتح القدير : وأهل الطب يثبتون للبن البنت أي الذي نزل بسبب بنت مرضعة نفعًا لوجع العين ، واختلف المشايخ فيه قيل لا يجوز ، وقيل يجوز إذا علم أنه يزول الرمد .... ولا يخفى أن التداوي بالمحرم لا يجوز في ظاهر المذهب أصله لو ما يؤكل لحمه فإنه لا يشرب أصلا . (۳/۳۸۹ ، الدر المختار مع الشامية : ۴/۲۹۳ ، ۲۹۴ ، ۲۹۸ ، باب الرضاع ، هداية : ۱/۳۵۰ ، ۳۵۱)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۶/ ۲۱۹، فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/ ۴۹۷)

کان میں دودھ ٹپکانے سے حرمت رضاعت

مسئلہ (۱۴۳): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر کسی عورت کا دودھ، شیر خوار بچہ کے کان میں ٹپکایا جائے، تو اس سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے، اُن کا یہ خیال غلط ہے، صحیح بات یہ ہے کہ حرمتِ رضاعت کے ثابت ہونے کے لیے بچہ کا مدتِ رضاعت، یعنی صاحبین کے قول کے مطابق دو سال اور امام صاحب کے قول کے مطابق ڈھائی سال کے اندر، کسی عورت کا دودھ پینا ضروری ہے، محض کان میں دودھ کے ٹپکانے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : قال ابن نجيم : قيدنا بالفم والأنف ليخرج ما إذا وصل بالإقطار في الأذن . (۳/۳۸۷، كتاب الرضاع)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يثبت بالإقطار في الأذن ...... وإن وصل إلى الجوف والدماغ . (۱/۳۴۴، كتاب الرضاع)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : هو مص ثدي آدمية ..... في وقت مخصوص هو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الأصح ، وبه يفتى ، كما في تصحيح القدوري عن العون . (۴/۳۹۳، ۳۹۴، كتاب الرضاع)

ما في " البحر الرائق " : هو مص الرضيع من ثدي الآدمية في وقت مخصوص أي وصول اللبن من ثدي المرأة إلى جوف الصغير من فمه أو أنفه في مدة الرضاع .

(۳/۳۸۶، كتاب الرضاع، هدايه : ۱/۳۵۰، كتاب الرضاع)

(امداد الفتاویٰ:۲/ ۳۳۵، خیر الفتاویٰ:۴/ ۴۸۶)

کتاب الأیمان

قسم کے مسائل

قسم کھاتے وقت مقدس کتابوں پر ہاتھ رکھنا

مسئلہ (۱۴۴): قسم کھاتے وقت قرآن کریم، تورات یا انجیل وغیرہ مقدس کتابوں پر ہاتھ رکھنا، قسم کے صحیح ہونے کے لیے لازم نہیں ہے، ان کتابوں پر ہاتھ رکھے بغیر بھی قسم صحیح ہوجاتی ہے، لیکن اگر قسم کی تاکید اور قسم کھانے والا جھوٹی قسم نہ کھائے، اِس بات سے اُسے ڈرانے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے، تو اس کی اجازت ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : فاليمين في الشريعة عبارة عن عقد قوی به عزم الحالف علی الفعل أو الترک . كذا في الكفاية ...... ومنعقدة وهو أن يحلف علی أمر في المستقبل أن يفعله أو لا يفعله ، وحكمها لزوم الكفارة عند الحنث . كذا في الكافي . (۲/ ۵۱ ، ۵۲ ، كتاب الإيمان ، الباب الأول الخ)

ما في " البحر الرائق " : اليمين تقوية أحد طرفي بالمقسم به .

(۴/۴٦۴ ، كتاب الأيمان ، كذا في مجمع الأنهر : ۲/ ۲۵۹ ، كتاب الإيمان)

ما في " البحر الرائق " : قالوا : إنما سمی القسم يمينًا لوجهين : أحدهما أن اليمين هي القوة والحالف يتقوی بالقسم علی الحمل أو المنع ، والثاني أنهم كانوا يتماسكون بأيديهم عند القسم فسميت بذلک .... وشمل الجملة الفعلية كحلفت بالله لأفعلنّ أو أحلف ، والإسمية سواء كانت مقدمة الخبر كعلی عهد الله أو مؤخرته نحو لعمرک لأفعلن ، وأسماء هذا المعنی التوكيدي ستة : الحلف والقسم والعهد والميثاق والإيلاء واليمين . (۴/۴٦۴ ، ۴٦۵ ، كتاب الأيمان)=

کتاب البیوع

خریدو فروخت کے مسائل

خریدوفروخت میں فری سروس (Free Service)

مسئلہ (۱۴۵): آج کل عام طور پر کمپنیاں اپنی مصنوعات کو فروغ دینے اور گاہکوں کی ترغیب کے لیے ایک مدت تک فری سروس (Free Service) کا یقین دلاتی ہے،خرید وفروخت میں اس طرح کی اضافی شرط سے یہ معاملہ شرعاً فاسد ہے، مگرفساد کا حکم لگانے میں شریعت کا منشا امکانی جھگڑے کا دروازہ بند کرنا ہے، اور جو شرطیں معروف ومروج ہوجاتی ہیں، وہ جھگڑے ونزاع کا سبب نہیں بنتیں، لہٰذا ایسی شرطوں کو فقہاء کرام نے جائز اور قابلِ عمل قرار دیا ہے، پس فری سروس کی شرط کے ساتھ مصنوعات کی خرید وفروخت اوراس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔[1]

= ما في " موقع المسلم " وضع الحالف يده عند القسم على المصحف أو التوراة أو الإنجيل أو غيرها ليس بلازم لصحة القسم ، لكن يجوز إذا رآه الحاكم لتغليظ اليمين ليتهب الحالف من الكذب .

الإفتاء : بيان الحكم الشرعي عند السوال عنه ، وقد يكون بغير سؤال ببيان حكم النازلة لتصحيح أوضاح الناس وتصرفاتهم . (على شبكة نيت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) (جامع الترمذي : ۳۴۳/۲ ، السنن لأبي داود :ص/۵۶۰ ، فقه النوازل : ۱۱۹/۳ ، انعام الباري : ۳۱۸/۶) (جدید فقہی مسائل:۱/۳۸۷)

فینسی بلیوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۴۶): آج کل بلیوں کی خرید وفروخت کا رَواج ہے، جن بلیوں کی خرید وفروخت کی جاتی ہے، وہ یہ عام بلی نہیں ہوتیں، جو محلے اور گلیوں میں پھرتی ہیں، بلکہ یہ فینسی بلی کہلاتی ہیں، اُن کی تقریباً ۲۵ر قسمیں ہیں، جن میں سے چند مشہور یہ ہیں: پَرشِیَن بلی، ہمالین بلی اور ترکش انگورہ وغیرہ، یہ بلیاں دوسری بلیوں سے عادات میں بھی مختلف ہوتی ہیں، اور ہر چیز نہیں کھاتیں، بلکہ مخصوص چیزیں کھاتی ہیں، بلیوں کی خرید وفروخت بالاتفاق جائز ہے [۱]، اور جس حدیث میں اس کی خرید وفروخت سے ممانعت وارد ہے، وہ کراہتِ تنزیہی پر محمول ہے [۲]، اس لیے اگر کسی شخص کا کاروبار ہی اس طرح کی بلیوں کی خرید وفروخت کا ہو اور اُن کی مالیت نصاب کے بقدر ہو، اور اس پر سال بھی گزر جائے تو اس کی زکوۃ نکالنا واجب ہوگا۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : فذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة إلى أن بيع الهرّة جائزٌ . لأنها طاهرة ومُنتَفَعٌ بها ووُجد فيها جميع شروط البيع فجاز بيعها كالحمار والبغل ، ولأن كل مملوك أبيح الانتفاع به يجوز بيعه . اهـ . (۲۶۶/۴۲ ، بيع الهرّة)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما بيع كل ذي ناب من السباع سوى الخنزير كالكلب والفهد والأسد والنمِر والذئب والهر ونحوها فجائز عند أصحابنا . (۱۴۲/۵ ، المكتبة العلمية بيروت ، المجموع شرح المهذب للنووي : ۲۲۹/۹ – ۲۳۰ ، ط : دار الفكر دمشق، المغني والشرح الكبير لإبن قدامة: ۳۰۲/۴ – ۳۰۳ ، ط : دار الكتاب العربي، مواهب الجليل شرح مختصر خليل : ۲۶۷/۴ – ۲۶۸ ، ط : دار الفكر)=

= (۲) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي الزبير قال : سألت جابرًا عن ثمن الكلب والسنور ؟ قال : " زجر النبي ﷺ عن ذلك " . (رقم الحديث : ۳۹۹۱/1569 ، سنن أبي داود : رقم الحديث : ۳۴۷۹ ، جامع الترمذي : رقم الحديث : ۱۲۷۹)

ما في " عون المعبود شرح سنن أبي داود " : عن أبي سفيان عن جابر بن عبد الله : " أن النبي ﷺ نهى عن ثمن الكلب والسنور " .

(ص/۱۴۹۱ ، رقم الحديث : ۳۴۷۹ ، ۳۴۸۰ ، كتاب البيوع ، باب في ثمن السنور ، جامع الترمذي : ۲/۳۰۱ ، ۳۰۲ ، رقم الحديث : ۱۲۷۹ ، ۱۲۸۰ ، كتاب البيوع ، ما جاء في كراهية ثمن الكلب والسنور ، بيروت)

ما في " تكملة فتح الملهم " : قوله : (والسنور) استدل به من قال بحرمة بيع السنور . وروي ذلك عن أبي هريرة وطاوس ومجاهد وجابر بن زيد ، وبه أخذ ابن حزم في المحلى [۹ : ۱۳] واتفق الأئمة الأربعة وجمهور من سواهم على جواز بيعه ، وحملوا النهي في حديث الباب على التنزيه ، وهو أصح ما قيل فيه ..... والصحيح ما ذكرنا من أن النهي محمول على التنزيه ليعتاد الناس هبته وإعارته .

(۱/۷ ۵۰ ، كتبا المساقات ، باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن والنهي عن بيع السنور ، ط : احياء التراث العربي)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : وأما البغال والحمير وغيرها من أصناف الحيوان فليس فيها زكاة ما لم تكن للتجارة .

(۲۳/۲۵۰ ، الهداية على البداية مع الفتح : ۱/۵۰۴ ، ط : الأميرية بولاق)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وما اشتراه لها) أي للتجارة (كان لها) لمقارنة النية لعقد التجارة (لا ما ورثه ونواه لها) لعدم العقد إلا إذا تصرف فيه . اهـ .

(۳/۱۹۳ ، كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء ، بيروت)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۲۸۶۴)

چوری کی چیزیں خریدنا

مسئلہ (۱۴۷): بعض لوگوں کو معلوم رہتا ہے کہ فلاں شخص چور ہے، لوگوں کی چیزیں چُرا کر لاتا ہے، اور اُنہیں فروخت کرتا ہے، مگر چوں کہ یہ چیزیں عام قیمت کے مقابلہ میں نہایت کم قیمت میں فروخت کی جاتی ہیں، اس لیے وہ اس طرح کی چیزیں اُس سے خرید کر استعمال کرتے ہیں، اور یوں کہتے ہیں کہ ہم نے تو روپیہ دے کر خریدا ہے، اس لیے وہ ہمارے لیے حلال ہیں، اُن کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ خرید وفروخت کے ذریعہ کسی چیز پر ملکیت ثابت ہونے اور اس کا استعمال حلال ہونے کے لیے شرعی ضابطہ یہ ہے کہ جس منقولہ چیز کو فروخت کیا جارہا ہے، اس پر فروخت کنندہ کی ملکیت وقبضہ ہو(۱)، جب کہ چور جس چیز کو فروخت کرتا ہے، اس پر نہ تو اس کی ملکیت ہوتی ہے اور نہ اس کے لیے اس کا استعمال حلال ہوتا ہے، اور نہ وہ اس کو بیچ سکتا ہے(۲)، بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ یہ چیز اصل مالک کو واپس کردے(۳)، تو بھلا خریدنے والے کے لیے اس چیز پر کیسے ملکیت حاصل ہوگی، اور اس کے لیے اس کا استعمال کس طرح حلال ہوگا؟ ہاں! اگر خریدنے والے کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز چوری کی ہے، تو اس صورت میں اس کے لیے اس کا خریدنا اور استعمال کرنا جائز ہوگا، لیکن یہ حکم بھی اس لیے ہے کہ اس کو چوری کا علم نہیں ہے۔(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : شروط : (ومنها) أن يكون المبيع ملك البائع فيما يبيعه لنفسه فلا ينعقد بيع ما ليس مملوكًا . [۹/۱۵] وفيه أيضًا : مذهب الحنفية أنه لا يصح بيع المنقول قبل قبضه ولو كان من بائعه . (۹/۱۲۴)=

....

....

....

= (۲) ما في " فيض القدير " : " من اشترى سرقة وهو يعلم أنها سرقة فقد شرك في عارها وإثمها " . (۶/۶۴ ، رقم الحديث : ۸۴۴۳)

ما في " مجموعة الفتاوى لإبن تيمية " : فمن علمت أنه سرق مالا أو خانه في أمانته أو غصبه فأخذه من المغصوب قهرًا بغير حق لم يجز لي أن آخذه منه ، لا بطريق الهبة ، ولا بطريق المعاوضة ، ولا وفاء عن أجرة ، ولا ثمن مبيع ، ولا وفاء عن قرض ، فإن هذا عين مال ذلک المظلوم . (۲۹/۱۷۸ ، ط : دار الوفاء ، المنصورة)

(۳) ما في " الشامية " : والحاصل : أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم .
(۷/۲۲۳ ، مطلب فيمن ورث مالا حراما ، ديوبند)

(۴) ما في " الشامية " : قوله : (والحرمة تتعدد الخ) ...... وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى ذمتين ، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي فقال : هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلک . (۷/۲۲۳ ، مطلب : الحرمة تتعدد ، ديوبند)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الحرام ينتقل ، فلو دخل بأمان وأخذ مال حربي ..... الحرمة تتعدد مع العلم بها إلا في حق الإرث . الخ . وفي الشامية : قوله : (الحرام ينتقل) أي تنتقل حرمته وإن تداولته الأيدي وتبدلت الأملاک .
(۷/۲۲۲ ، ۲۲۳ ، قبيل مطلب : البيع الفاسد لا يطيب ويطيب للمشترى فيه ، ديوبند)

(فتاوی محمودیہ:۱۶/۸۶)

دوائیں ایکسپائر ہونے کے بعد بدلنا

مسئلہ (۱۴۸): دواساز کمپنیاں، میڈیکل والوں کو دوائیں فروخت کرتی ہیں، تاکہ وہ آگے ضرورتمند افراد کو یہ دوائیں فروخت کردیں، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ دوائیں میڈیکل والوں کے پاس پڑی کی پڑی رہ جاتی ہیں، اور ان کی مدتِ استعمال بھی ختم ہوجاتی ہے، ایسی صورت میں میڈیکل والے، دواساز کمپنیوں کو یہ دوائیں واپس کرتے ہیں، اور اُن کے بدلے اُن سے فریش دواؤں کا مطالبہ کرتے ہیں، دواساز کمپنیوں کا ان دواؤں کو واپس لینا اور اُن کے بدلے فریش دوا دینا محض تبرع واحسان ہے، کیوں کہ جب دوائیں فروخت کردی گئیں، اور ان پر ایکسپائر تاریخ بھی لکھی ہوئی تھی، اور بیع تام ہوگئی، تو ایکسپائر ہونے کی صورت میں دواساز کمپنیوں کا یہ دوائیں بدل کر دینا ضروری نہیں ہے[1]، البتہ اگر بوقتِ عقد یہ بات طے ہو کہ ایکسپائر ہونے کے بعد بدل کردی جائیں گی، تو پھر بدل کردینا ضروری ہوگا۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : وإذا حصل الإیجاب والقبول لزم البیع ، ولا خیار لواحد منهما.
(۳/ ۲۰ ، کتاب البیوع ، ملتقی الأبحر : ۳/ ۱۰ ، کتاب البیوع)

ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : (وإذا وجدا لزم البیع) بلا خیار إلا لعیب أو رؤیة . التنویر وشرحه . (۷/ ۴۷ ، کتاب البیوع ، مطلب ما یبطل الإیجاب سبعة)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبیه عن جده أن رسول الله ﷺ قال : " الصلح جائزٌ بین المسلمین إلا صلحًا حرّم حلالا أو أحلّ حرامًا ، والمسلمون علی شروطهم إلا شرطًا حرّم حلالا أو أحلّ حرامًا " .
(۱/ ۲۵۱ ، کتاب الأحکام ، باب ما ذکر عن رسول الله ﷺ في الصلح بین الناس ، رقم الحدیث : ۱۳۵۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۲۱۳۱)

حرام آمدنی والے گاہک سے خرید وفروخت

مسئلہ (۱۴۹): اگر دکاندار کو معلوم ہو کہ گاہک کی کل یا اکثر آمدنی حرام ہے، تو وہ اس کے ہاتھ اپنی کسی چیز کو فروخت تو کرسکتا ہے، مگر حرام مال سے قیمت وصول کرنا اس کے لیے جائز نہیں، بلکہ وہ خریدار سے حلال مال کا مطالبہ کرے گا، یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ دکاندار کو پہلے سے معلوم ہو کہ خریدار کی کل یا اکثر آمدنی حرام ہے، اور اگر لاعلمی میں اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی، تو اس کی قیمت لینا جائز ہے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : الحرام ينتقل ، فلو دخل بأمان وأخذ مال حربي بلا رضاه وأخرجه إلينا ملكه وصحّ بيعه ، لكن لا يطيب له ولا للمشتري منه ...... وفي حظر " الأشباه " : الحرمة تتعدد مع العلم بها . الدر المختار . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى: قوله : (الحرمة تتعدد الخ) نقل الحموي عن سيدي عبد الوهاب الشعراني أنه قال في كتابه المنن : وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى ذمتين ، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي فقال : هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك ، أما لو رأى المكاس مثلا يأخذ من أحد شيئًا من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر فهو حرام .

(۷/۲۲۲ ، ۲۲۳ ، باب البيع الفاسد ، مطلب : الحرمة تتعدد)

(حاشیہ فتاوی محمودیہ:۱۸/۴۱۴)

بیع استجرار

مسئلہ (۱۵۰): آج کل خرید وفروخت کی یہ صورت عام ہے کہ ایک شخص دکاندار سے اپنی ضرورت کی چیزیں وقتاً فوقتاً تھوڑی تھوڑی کر کے خرید لیتا ہے، یا اپنے بچہ یا نوکر کے ذریعہ منگوالیتا ہے، ہر مرتبہ چیز لیتے وقت نہ تو ایجاب وقبول ہوتا ہے اور نہ ہی بھاؤ تاؤ ہوتا ہے، حضراتِ فقہاء کرام کی اصطلاح وزبان میں لین دین کی اس صورت کو ''بیع استجرار'' کہا جاتا ہے، فقہ کے مشہور قواعد کی رُو سے گرچہ یہ بیع جائز نہیں ہے، کیوں کہ جب یہ چیزیں لی جاتی ہیں اس وقت قیمت متعین نہیں کی جاتی، بلکہ ہفتہ یا مہینے کے آخر میں خریدار دکاندار کا حساب چکا دیتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ جس وقت خریدار حساب چکاتا ہے اس وقت بیع منعقد ہوتی ہے، تو اس میں دو خرابیاں لازم آتی ہیں، ایک خرابی تو یہ کہ بیع منعقد ہونے سے پہلے ہی خریدار مبیع کو استعمال کر چکا، جو اس کے لیے جائز نہیں تھا، دوسری خرابی یہ کہ جس وقت بیع منعقد ہو رہی ہے، اس وقت مبیع یعنی خریدا جانے والا سامان معدوم وغیر موجود ہے، حالانکہ شریعت معدوم وغیر موجود کی بیع کو منع کرتی ہے، مگر ان سب باتوں کے باوجود لین دین کی یہ صورت استحساناً جائز ہے، جیسا کہ صاحبِ قنیہ فرماتے ہیں: ''وہ گھریلو ضرورت کی اشیاء جن کو عادۃً لوگ بغیر بیع وشراء کے ضرورت کے مطابق دکاندار سے لیتے ہیں، جیسے دال، نمک اور تیل وغیرہ، اور پھر ان اشیاء کو استعمال کرنے کے بعد آخر میں ان کی بیع کرتے ہیں، - یعنی دکاندار کو اس کا حساب چکا دیتے ہیں، - یہ معاملہ صحیح ہے، اور اس میں معدوم کی بیع جائز ہے۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : فرع : ما يستجره الإنسان من البياع إذا =

....

....

....

= حاسبه على أثمانها بعد استهلاكها جاز استحساناً . الدر المختار . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (ما يستجرّه الإنسان الخ) ذكر في البحر أن من شرائط المعقود عليه أن يكون موجودًا ، فلم ينعقد بيع المعدوم ، ثم قال: ومما تسامحوا فيه وأخرجوه عن هذه القاعدة ما في القنية : الأشياء التي تؤخذ من البياع على وجه الخرج كما هو العادة من غير بيع كالعدس والملح والزيت ونحوها ثم اشتراها بعد ما انعدمت صح . اهـ . فيجوز بيع المعدوم هنا .... قلت : كل هذا قياس ، وقد علمت أن المسئلة استحسان ، ويمكن تخريجها على فرض الأعيان ، ويكون ضمانها بالثمن استحساناً ...... فإذا انعقد بيعًا بالتعاطي وقت الأخذ مع دفع الثمن قبله ، فكذا إذا تأخر دفع الثمن بالأولى .

(۲۲/۷ ، ۲۳ ، كتاب البيوع ، مطلب : البيع بالتعاطي)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تتعدد صور بيع الاستجرار ، ولذلك تختلف أحكامه من صورة لأخرى ، وبيان ذلك فيما يلي : الصورة الأولى ؛ أن يأخذ الإنسان من البياع ما يحتاج إليه شيئًا فشيئًا مما يستهلك عادة ، كالخبز والملح والزيت والعدس ونحوها مع جهالة الثمن وقت الأخذ ثم يشتريها بعد استهلاكها ، فالأصل عدم انعقاد هذا البيع ، لأن المبيع معدوم وقت الشراء، ومن شرائط المعقود عليه أن يكون موجودًا ، لكنهم تسامحوا في هذا البيع وأخرجوه عن هذه القاعدة (اشتراط وجود المبيع) وأجازوا بيع المعدوم هنا استحسانًا ، وذلك كما في البحر الرائق والقنية . (۴۳/۹ ، بيع ، بيع الاستجرار ، البحر الرائق : ۴۳۴/۵ ، كتاب البيع ، تحت قوله: وأما شرائط المعقود عليه)

بیع بالخیار

مسئلہ (۱۵۱): خرید وفروخت اور لین دین کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ بعض خُردہ فروش، ہول سیل کے بیوپاریوں سے مال لیتے ہیں، اور یہ شرط لگاتے ہیں کہ دن بھر میں جتنا مال فروخت ہونے سے بچ جائے گا، شام کو ہم اسے واپس کردیں گے، اور وہ اس شرط کو مان لیتے ہیں، اب جو مال بچ جاتا ہے وہ ہول سیلر کو واپس کیا جاتا ہے، لین دین کی یہ صورت درست ہے، کیوں کہ بیع بالخیار میں جس کا خیار ہے، اس کے حق میں بیع قطعی نہیں ہوتی، دوسرے کے حق میں قطعی ہوتی ہے، یعنی ہول سیلر کے حق میں قطعی ہے، خُردہ فروش کے حق میں قطعی نہیں، جس وقت وہ خیار ساقط کردے گا، اس کے حق میں بھی بیع قطعی ہوجائیگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويخرج عن ملكه) أي البائع (مع خيار المشترى) فقط .

(۷/۸۸ ، كتاب البيوع ، باب خيار الشرط ، مطلب : المقبوض على سوم النظر)

ما في " الهداية " : ومن شرط له الخيار فله أن يفسخ في مدة الخيار وله أن يجيز ، فإن أجاز بغير حضرة صاحبه جاز ، وإن فسخ لم يجز ، إلا أن يكون الآخر حاضرًا .

(۳/۱۶ ، كتاب البيوع ، باب خيار الشرط ، الفتاوى الهندية :۳/۴۲ ، كتاب البيوع ، الفصل السادس في خيار الشرط ، الفصل الثاني في بيان ما ينفذ به هذا البيع الخ)

(حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، مؤلفہ مفتی اکرام الدین پاتوڑوی)

دلال کا بائع اور مشتری سے کمیشن لینا

مسئلہ (۱۵۲): زمین یا کسی اور چیز کی خرید وفروخت میں دلال کا بائع اور مشتری دونوں سے کمیشن لینا، اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ دلال - بائع اور مشتری میں سے کسی کا وکیل بن کر مبیع کی خرید وفروخت نہ کرے، بلکہ دونوں کے درمیان سعی وکوشش اور دوڑ دھوپ کرے، اور پھر وہ دونوں خود آپس میں خرید وفروخت کریں، تو ایسی صورت میں چوں کہ عرف ورَواج دونوں سے کمیشن لینے کا ہے، اس لیے اس صورت میں دلال کے لیے دونوں سے کمیشن لینا جائز اور درست ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : تتمة : قال في التاترخانية : وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل ، وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا فذاك حرام عليهم ، وفي الحاوي : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار ، فقال : أرجو أنه لا بأس به ، وإن كان في الأصل فاسدًا لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز ، فجوزوه لحاجة الناس إليه . (۹/۷۵ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب في أجرة الدلال)

ما في " خلاصة الفتاوى " : وفي الأصل أجرة السمسار والمنادي والحمامي والصكاك وما لا تقدير فيه للوقت ولا مقدار لما يستحق بالعقد ، لكن للناس فيه حاجة جاز ، وإن كان في الأصل فاسدًا . (۳/۱۱٦ ، كتاب الإجارات ، الفصل الثاني في صحة الإجارة وفسادها ، جنس آخر في المتفرقات الخ ، الفتاوى الهندية :۴/۴۵۰ ، ۴۵۱ ، كتاب الإجارة ، الباب السادس عشر ، مطلب الاستئجار على الأفعال المباحة ، المبسوط للسرخسي :۱۵/۱۲۸ ، كتاب الإجارات ، باب السمسار)

(فتاویٰ محمودیہ:۱٦/ ٦۱۷ ،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:٦۵۰۳۴۳)

گیس سلینڈر فروخت کرنا

مسئلہ (۱۵۳): حکومتِ وقت نے اِس سال گیس صارفین کے لیے یہ قانون نافذ کیا ہے کہ ایک صارف (Consumer) کو پورے سال میں صرف ۹/گیس سلینڈر رعایتی دام میں دیئے جائیں گے، اگر کسی صارف کو اس سے زائد کی ضرورت ہو تو وہ پوری قیمت ادا کر کے حاصل کرسکتا ہے، اب بعض وہ صارفین جنہیں ۹/گیس سلنڈروں کی ضرورت نہیں، اُن کی طرف سے یہ استفسار ہورہا ہے کہ-کیا ہم اپنے رعایتی گیس سلینڈر حاصل کر کے دوسرے ضرورتمند کو زائد قیمت میں فروخت کرسکتے ہیں؟ تو جواباً عرض ہے کہ - اگر صارف (Consumer) اپنا رعایتی سلینڈر حاصل کر کے اپنے قبضہ میں کر لے، اور پھر ضرورتمند کو زائد قیمت میں فروخت کر دے، اور اس طرح فروخت کرنا حکومتی قانون کی خلاف ورزی نہ ہو، تو شرعاً اس کی اجازت ہوگی، ورنہ نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فالإيجاب والقبول وهما ركنه ، وشرطه أهلية المتعاقدين ، ومحله المال ، وحكمه ثبوت الملك . در مختار . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (وحكمه ثبوت الملك) أي في البدلين لكل منهما في البدل ، وهذا حكمه الأصلي ، والتابع وجوب تسليم المبيع والثمن .

(۷/۱۰-۱۲ ، كتاب البيوع ، مطلب شرائط البيع أنواع أربعة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقال الحنفية : قبض المنقول يكون بالتناول باليد بالتخلية على وجه التمكين ، جاء في مجلة الأحكام العدلية : تسليم العروض يكون بإعطائها ليد المشتري أو بوضعها عنده ، أو بإعطاء الإذن له بالقبض مع إرائتها له .

(۳۲/۲۶۱ ، قبض ، كيفية قبض المنقول)=

....

....

....

....

= (۲) ما في " بدائع الصنائع " : أما تفسيره فقد ذكرناه في أول الكتاب وهو أنه بيع بمثل الثمن الأول مع زيادة ، وأما شرائطه ما قيمتها ما ذكرنا ، وهو أن يكون الثمن الأول معلومًا للمشتري الثاني ، لأن المرابحة بيع الثمن الأول مع زيادة ربح ، والعلم بالثمن الأول شرط صحة البياعات كلها .

(۱۷۳/۷ ، ۱۷۴ ، الفتاوى الهندية :۳/۱۶۰)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : عن حذيفة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا ينبغي للمؤمن أن يُذِلَّ نفسه " .

(۲/ ۵۱، أبواب الفتن ، باب بعد باب ما جاء في النهي عن سبّ الرياح)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۳۶۹۰۴)

باب الربوا

سودی قرض سے کاروبار

مسئلہ (۱۵۴): اگر کوئی شخص اپنی بنیادی ضرورتوں یعنی روٹی، کپڑا اور مکان کو پورا کرنے کے لیے کسی سے قرضِ حسنہ نہ پائے، اور اِس مجبوری کی حالت میں کسی سے سودی قرض لے، اور پھر اُس قرض کی رقم سے کوئی جائز کاروبار کر کے ذاتی زمین خریدے، مکان بنالے، یا دوسری ضرورت کی چیزیں حاصل کرلیں، تو یہ تمام چیزیں اُس کی ملک ہیں، اور حلال ہیں، کیوں کہ بوقتِ ضرورت (جس کی تعریف اوپر گزر چکی) سود پر قرض لینے کی گنجائش ہے [1]، اور بلا ضرورت سودی قرض لینا حرام ہے [2]، مگر اِس صورت میں بھی محض سود دینا حرام ہے، نہ کہ وہ رقم جو قرض پر لی گئی، اور باقی ماندہ مال میں یہ حرمت سرایت نہیں ہوگی، بخلاف سود لینے کے، کیوں کہ سود لینا ہر حال میں حرام ہے، اور اس سے حاصل آمدنی بھی حرام ہوتی ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : وفي القنية من الكراهية : يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح . (۲۱۱/٦ ، كتاب البيع ، باب الربا)

(۲) ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر رضي الله عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲۷/۲ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، باب لعن آكل الربا وموكله ، رقم الحديث :۱۵۹۷)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " الربوا سبعون جزءً ا أيسرها أن ينكح الرجلُ أمه " . (ص/۲٤٦)

(امداد الفتاویٰ:۳/۱۷۰، فتاویٰ محمودیہ:۲۴/۴۰۴، ط: میرٹھ)

سودی قرض لینے والے پارٹنر کے ساتھ شرکت

مسئلہ (۱۵۵): اگر کسی مسلمان کا دوست غیر مسلم ہو اور وہ اس کے ساتھ شرکت میں یعنی پارٹنر بن کر کوئی جائز کاروبار کرنا چاہتا ہے، لیکن اس غیر مسلم کے پاس رقم نہ ہونے کی وجہ سے وہ بینک سے سودی قرض لاکر لگاتا ہے، تو اس طرح کی شرکت سے احتراز کرنا چاہیے، تاہم! اگر مسلمان اس کے ساتھ مل کر کاروبار کرتا ہے، تو اس کے لیے اپنے حصہ کا منافع درست ہے، کیوں کہ معصیت اصل کاروبار میں واقع نہیں ہوئی، بلکہ غیر مسلم دوست کے سودی قرض لینے میں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وإنما طاب للبائع ما ربح في الثمن لا على الرواية الصحيحة المقابلة للأصح ، بل على الأصح أيضًا ، لأن الثمن في العقد الثاني غير متعين .... وفي حظر الأشباه : الحرمة تتعدّ مع العلم بها .

(۷/ ۲۲۰ – ۲۲۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب في تعيين الدراهم في العقد الفاسد ، ط ؛ ديوبند ، البحر الرائق : ۶/ ۱۶۱ ، كتاب البيع ، باب البيع الفاسد ، فصل في بيان أحكام البيع الفاسد)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : والبيوع الفاسدة فكلها من الربا فيجب ردّ عين الربا لو قائمًا . (۷/ ۳۰۲، كتاب البيوع، الباب السادس، باب الربا، البحر الرائق: ۶/ ۲۰۸، باب البيع الفاسد، باب الربا) (محمود الفتاویٰ: ۲/ ۴۲۱)

ٹھیکیداروں کو رشوت دینا

مسئلہ (۱۵۶): بہت سے لوگ گورنمنٹ کے کام میں گُتّہ داری (ٹھیکیداری) کا کام کرتے ہیں، لیکن اُنہیں ان کاموں میں بڑی دشواریاں ہوتی ہیں، کہ ان کاموں کو لینے کے لیے آفیسروں کو رشوت دینی پڑتی ہے، ٹھیکہ داری کا کام تو اصلاً جائز ہے، لیکن اسے حاصل کرنے کے لیے افسروں کو رشوت دینا اور اُن کا اِس رشوت کو لینا، دونوں حرام ہے، کیوں کہ شریعت نے رشوت لینے دینے کو حرام قرار دیا ہے، تاہم رشوت لینے اور دینے میں یہ فرق ہے کہ رشوت لینے والا تو بہرصورت گنہگار رہے، البتہ رشوت دینے والا اُس وقت گنہگار ہوتا ہے جب ناحق کو حاصل کرنے، یا کسی حقدار کو محروم کرنے کی غرض سے رشوت دے، تو ضرورتاً اس کی گنجائش ہے، لہٰذا جو مسلمان ٹھیکیدار رشوت دینے پر مجبور ہوں، اُن کے لیے اِس طرح کے معاملہ کی گنجائش ہے، اور ان کی آمدنی حلال ہے، اور وہ اپنی اس آمدنی سے حج وعمرہ اور صدقہ وخیرات بھی کرسکتے ہیں، البتہ مسلم وغیر مسلم ہر ایک کا یہ فریضہ ہے کہ وہ کرپشن کے آگے سرِنگوں ہوجانے کی بجائے، اس کی مزاحمت کرے، اور سرکاری نظام میں ایمانداری وشفافیت لانے کی کوشش کرے، کیوں کہ کرپشن پورے ملک کو نقصان پہنچانے اور اجتماعی اَملاک کو لوٹنے کے مترادف ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن عمرو قال : " لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم =

....

....

....

= الراشي والمرتشي " . (ص/۵۰۴ ، كتاب القضاء ، باب في كراهية الرشوة ، رقم الحديث : ۳۵۸۰ ، جامع الترمذي : ۱/۲۴۸ ، أبواب الأحكام ، باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم ، رقم الحديث : ۱۳۳۶)

ما في " بذل المجهود " : فإذا أعطى ليتوصل به إلى حق أو يدفع عن نفسه ظلمًا فإنه غير داخل في هذا الوعيد . (۱۱/۳۰۶)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ولا خلاف في تحريم الرشا على الأحكام وأنها من السحت الذي حرمه الله في كتابه .... ووجه آخر من الرشوة وهو الذي يرشو السلطان لدفع ظلمه عنه ، فهذه الرشوة محرمة على آخذها غير محظورة على معطيها ، وروى عن جابر بن زيد والشعبي قالا : لا بأس بأن يصانع الرجل عن نفسه وماله إذا خاف الظلم ، وعن عطاء وإبراهيم مثله .

(۲/۵۴۱ ، سورة المائدة ، باب الرشوة)

ما في " الفتاوى الشامية " : وفي الفتح : ثم الرشوة أربعة أقسام : ...... الرابع : ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله ، حلال للدافع حرام على الآخذ ، لأن دفع الضرر عن المسلم واجب .

(۸/۳۳ ، كتاب القضاء ، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية ، ط : ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ويحرم طلب الرشوة وبذلها وقبولها كما يحرم عمل الوسيط بين الراشي والمرتشي ، غير أنه يجوز للإنسان عند الجمهور أن يدفع رشوة للحصول على حق ، أو لدفع ظلم أو ضرر ، ويكون الإثم على المرتشي دون الراشي .

(۲۲/۲۲۲ ، رشوة ، أحكام الرشوة)

مکان ودکان کی خرید وفروخت کی ایک صورت

مسئلہ (۱۵۷): آج کل مکان ودکان کی خرید وفروخت کی یہ صورت عام ہے کہ مالکِ مکان یا دکان کسی شخص کو اپنا مکان یا دکان اُدھار قیمت پر بیچتا ہے، اور یہ شرط لگاتا ہے کہ جب تک پوری رقم ادا نہیں ہوجاتی، مکان یا دکان اسی کے قبضہ میں رہیں گے، اور اس کو استعمال کی مکمل اجازت ہوگی، چاہے تو خود رہے گا یا چاہے تو کرایہ پر دیدے گا، معاملہ کی یہ صورت شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ اُدھار خرید وفروخت کی صورت میں بائع یعنی بیچنے والے کو شرعاً اس بات کا حق واختیار نہیں کہ جب تک خریدار پوری قیمت ادا نہیں کرتا، فروخت کردہ چیز اس کے حوالہ نہ کرے، بلکہ اپنے قبضہ ہی میں رکھے [۱]، ہاں! البتہ قیمت اُدھار ہونے کی وجہ سے وہ اس فروخت کردہ مکان یا دکان کو اپنے پاس بطورِ رہن یعنی گروی رکھ سکتا ہے [۲]، مگر اس صورت میں بھی اسے اس مکان یا دکان کے خود استعمال کرنے یا کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں، کیوں کہ رہن سے نفع اُٹھانا سود ہے، جو شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " النتف في الفتاوى " : واعلم أن البيع لا ينعقد إلا باجتماع خمسة أشياء .... والخامس : القبض . (ص/۲۷۵ ، عقد البيع ، انعقاد البيع)

ما في " الهداية " : وكل شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين أو للمعقود عليه ، وهو من أهل الاستحقاق يفسده كشرط أن لا يبيع المشتري العبد المبيع ، لأن فيه زيادة عارية عن العوض فيؤدي إلى الربوا ، أو لأنه يقع بسببه المنازعة فيعرى العقد عن مقصوده . (۴۳/۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)=

= ما في " الشامية " : قوله : (مثال لما فيه نفع للبائع) ومنه ما لو شرط البائع أن يهبه المشتري شيئًا أو يقرضه أو يسكن الدار شهرًا ، أو أن يدفع المشتري الثمن إلى غريم البائع ، لسقوط مؤنة القضاء عنه ، ولأن الناس يتفاوتون في الاستيفاء ، فمنهم من يسامح ومنهم من يماكس ، أو على أن يضمن المشتري عنه ألفا لغريمه .

(۲۰۸/۷ ، باب البيع الفاسد ، مطلب : في الشرط الفاسد إذا ذكر بعد العقد أو قبله)

ما في " الهداية " : وكذلك لو باع عبدًا على أن يستخدمه البائع شهرًا أو دارًا على أن يسكنها أو على أن يقرضه المشتري درهمًا ، أو على أن يهدي له هدية لأنه شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين ، ولأنه نهى عن بيع وسلف ، ولأنه لو كان الخدمة والسكنى يقابلها شيء من الثمن يكون إجارة في البيع ولو كان لا يقابلها يكون إعارة في بيع ، وقد نهى النبي ﷺ عن صفقتين في صفقة ، ومن باع عينًا على أن لا يسلمه إلى رأس الشهر فالبيع فاسدٌ ، لأن الأجل في المبيع العين باطل فيكون شرطًا فاسدًا . (۴۴/۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : فيصح البيع بشرط يقتضيه العقد كشرط الملك للمشتري وشرط حبس المبيع لاستيفاء الثمن . (۲۰۹/۷ ، باب البيع الفاسد ، مطلب في الشرط الفاسد إذا ذكر بعد العقد أو قبله)

(۳) ما في " بداية المجتهد " : والجمهور على أن ليس للمرتهن أن تنتفع بشيء من الرهن . (۷۰/۴، كتاب الرهون)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لا انتفاع به مطلقًا لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس ولا إجارة ولا إعارة ..... وقيل لا يحل للمرتهن لأنه ربا . التنوير مع الدر . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (وقيل لا يحل للمرتهن) قال في المنح : وعن عبد الله بن أسلم السمرقندي وكان من كبار علماء سمرقند أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن، لأنه أذن له في الربا، لأنه يستوفي دينه كاملا فتبقى له المنفعة فضلا فيكون ربا وهذا أمر عظيم .

(۸۲/۱۰ ، ۸۳ ، كتاب الرهن ، ط : بيروت) (فتاویٰ دار العلوم، رقم الفتویٰ: ۴۲۲۳۷)

ہاؤس ریکوزیشن (House Requisition)

مسئلہ (۱۵۸): بعض سرکاری ادارے اپنے ملازمین کو ہاؤس ریکوزیشن (House Requisition)، یعنی فراہمیٔ مکان کے نام سے ماہوار رقم دیتے ہیں، تاکہ وہ اپنے لیے اپنی پسند کا مکان لے کر اپنی فیملی کو ساتھ رکھ سکیں، یہ رقم کافی زیادہ ہوتی ہے، سرکاری ادارہ یہ رقم ملازم کونہیں دیتا، بلکہ مالکِ مکان کے بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کردیتا ہے، اور ملازم کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، ملازم مالکِ مکان سے ڈیل کرتا ہے کہ آپ کے مکان کا عام حالات میں جو کرایہ بنتا ہے، اتنا آپ رکھ لیں گے، اور بقیہ مجھے واپس کردیں گے، مثلاً سرکاری ادارہ کو مکان کا کرایہ 17,000 بتایا جاتا ہے، جب کہ اس کا کرایہ صرف 10,000 ہوتا ہے، سرکاری ادارہ پورے 17,000 مالکِ مکان کے بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کردیتا ہے، اب مالکِ مکان اس میں سے 10,000 رکھ لیتا ہے، اور بقیہ 7,000 روپئے ملازم کو دے دیتا ہے، ملازم کا مالکِ مکان کے ساتھ یہ ساز باز کرنا، خلافِ قانون طریقہ اختیار کرنا، اور سرکاری ادارہ سے چھپا کر اس طرح لین دین کرنا شریعتِ مطہرہ کی نظر میں جائز نہیں ہے۔ (۱)

ہاں! البتہ اگر سرکاری ادارہ فراہمیٔ مکان کے لیے اپنے ملازم کو ہی ایک متعین رقم دیدے، اور یہ کہے کہ آپ کو اختیار ہے، چاہو تو اتنی رقم کے بقدر کرایہ کا مکان لو، یا اس سے زیادہ، یا اس سے کم، یا لو ہی مت، ہمیں اس سے کوئی سروکار

نہیں،تو اس صورت میں یہ رقم ملازم کی ملک ہے،اب اس میں وہ جو تصرف چاہے کرسکتا ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال النبي ﷺ : " ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " . رواه البيهقي في شعب الإيمان والدار قطني في المجتبى . (ص/۲۵۵ ، كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة – رضي الله تعالى عنه – أن رسول الله ﷺ قال : "من حمل علينا السلاح فليس منا ، ومن غشّنا فليس منا " .

(ا /۷۰ ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ من غشنا فليس منا ، جامع الترمذي: ا /۲۴۵ ، باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع)

(۲) ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : كل يتصرف في ملكه كيف شاء .

(ص/۶۵۴ ، رقم المادة : ۱۱۹۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند،رقم الفتویٰ:۴۳۸۸۶)

کمی بیشی کے ساتھ چیک یا بِل کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۵۹): آج کل گنے کی کٹائی ہورہی ہے، جب کاشتکار مِل کو گنا دیتا ہے، تو مِل اس کا وزن کر کے کاشتکار کو ایک رسید دیتی ہے، جسے CPR کہا جاتا ہے، اس رسید پر گنے کی قیمت درج ہوتی ہے، یہ ایک قسم کا چیک یا بِل ہوتا ہے، جسے دکھا کر مِل یا بینک سے رقم وصول کی جاسکتی ہے، جب مِل یہ رقم وقت پر ادانہیں کرتی، اور کاشتکار کو فوری رقم کی ضرورت ہوتی ہے، تو اس CPR رسید کی خرید وفروخت کی جاتی ہے، رسید خریدنے والا کاشتکار کی مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، مِل کو دیئے گئے گنے کے فی مَن ریٹ میں 5 سے 12 روپئے کی کٹوتی کر کے خریدتا ہے، مثلاً کاشتکار نے مِل کو 100 مَن گنا 170 روپئے فی مَن کے حساب سے دیا، تو CPR پر 17,000 قیمت درج ہوتی ہے، جسے خریدار 16,500 میں خریدتا ہے، کمی بیشی کے ساتھ چیک یا بِل کی یہ خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں ہے، خریدنے والا اور بیچنے والا دونوں گناہگار ہیں، کیوں کہ خریدنے والا سود لینے اور بیچنے والا سود دینے کا مرتکب ہوا، البتہ اس کے جواز کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ کاشتکار CPR میں درج قیمت کے بقدر کسی سے قرض لے لے، اور پھر اُسے یہ CPR رسید دیکر اپنے قرض کی وصولی کا وکیل بنادے، اور اس بات کا بھی کہ وہ یہ قرض وصول کر کے اپنے قرض میں منہا کرلے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحلّ الله البيع وحرّم الربوٰا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)=

= ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " .

(۲/۲۷ ، كتاب المساقات والمزارعة ، باب لعن آكل الربا وموكله)

ما في " موسوعة فتح الملهم " : قوله : (وموكله) يعني : الذي يؤدي الربا إلى غيره ، فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي ، ثم أخذ الربا أشدّ من الإعطاء لما فيه من التمتع بالحرام . (۷/۵۷۴ ، تحت رقم الحديث :۴۰۶۸)

ما في " صحيح البخاري " : عن عون بن أبي جحيفة قال : رأيتُ أبي اشترى عبدًا حجامًا فأمر بمحاجمه فكُسرتْ فسألته ، فقال : " نهي النبي ﷺ عن ثمن الكلب وثمن الدم ونهى عن الواشمة والموشومة ، وآكل الربا وموكله ، ولعن المصور " .

(۱/۲۸۰ ، كتاب البيوع ، باب موكل الربا ، رقم الحديث :۲۰۸۶)

ما في " عمدة القاري " : والموكل المطعم والآكل الآخذ ، وإنما سوى في الإثم بينهما وإن كان أحدهما رابحًا والآخر خاسرًا ، لأنهما في فعل الحرام شريكان متعاونان . (۱۴/۲۱ ، كتاب العدة ، باب مهر البغي والنكاح الفاسد ، تحت رقم الحديث :۵۳۴۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والحوالة في الاصطلاح : نقل الدين من ذمة إلى ذمة ، فمتى تم الإيجاب والقبول تحميلا وتحملا لأداء الدين من المحتمل إلى الدائن بين اثنين من الثلاثة الأطراف المعينة ، الدائن والمدين والملتزم بالأداء مع الاستيفاء لسائر الشرائط التي ستأتي ، فقد تم هذا النقل من الوجهة الشرعية .

(۱۸/۱۶۹ ، حوالة)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (الحوالة) هي لغة النقل ، وشرعًا : نقل الدين من ذمة المحيل إلى ذمة المحتال عليه . (۸/۵ ، كتاب الحوالة)

(فتاویٰ دار العلوم، رقم الفتویٰ:۴۱۳۵۴۳)

بینک سے لون لے کر کار خریدنا

مسئلہ (۱۶۰): بعض لوگ بینک سے سودی قرض لے کر کار خریدتے ہیں، اُن کا یہ عمل جائز نہیں ہے، کیوں کہ سود لینا اور دینا دونوں بھی شرعاً حرام ہیں[1]، البتہ اگر بینک سے کار کی خریدی اس طور پر ہو کہ بینک اپنے نام پر کار خریدے، اُس پر اپنا قبضہ ثابت کرے، جتنا سود لینا ہو، اس کو اصل قیمت میں شامل کرلے، اور پھر کار کے طالب شخص کو قسطوں پر فروخت کردے[2]، اور کسی قسط کے مؤخر ہونے پر سود نہ لے، تو یہ صورت شرعاً درست ہوگی، کیوں کہ اب یہ بیعِ مرابحہ میں داخل ہوگی۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿أحلّ الله البیع وحرّم الربوا﴾ . (سورة البقرة :۲۷۵)

ما في " الصحیح لمسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷ ، کتاب المساقاة والمزارعة ، باب لعن آکل الربا وموکله، رقم الحدیث :۱۵۹۸)

ما في " صحیح البخاري " : عن عون بن أبي جحیفة قال : رأیت أبي اشتری عبدًا حجامًا فأمر بمحاجمه فکُسرت فسألته فقال : نهی النبي ﷺ عن ثمن الکلب وثمن الدم ونهی عن الواشمة والموشومة وآکل الربا وموکله " .

(۱/۲۸۰ ، کتاب البیوع ، باب موکل الربا ، رقم الحدیث :۲۰۸۶)

ما في " عمدة القاري " : والموکل المطعم والآکل الآخذ ، وإنما سوی في الإثم بینهما وإن کان أحدهما رابحًا والآخر خاسرًا ، لأنهما في فعل الحرام شریکان متعاونان .

(۲۱/۱۴ ، کتاب العدة ، باب مهر البغي والنکاح الفاسد ، تحت رقم الحدیث : ۵۳۴۷)

(۲) ما في " بیع التقسیط وأحکامه " : اتفق العلماء علی وجوب العلم بالأجل في کل عقد یوجد فیه کالسلم والبیع بثمن مؤجل ، ومنه بیع التقسیط ، فلا بدّ في بیع التقسیط من بیان عدد الأقساط ، ووقت أداء کل قسط ، ومدة التقسیط کاملة ، یحدد هذا تحدیدًا منضبطاً لا یحصل معه نزاع بین الطرفین ، کأن یتفقا علی أن یکون أداء الأقساط أول کل شهر ، أو أول کل سنة . (ص/۱۸۱ ، المبحث الثالث ، الشروط المتعلقة بالأجل ، المطلب الأول ، الشرط الأول)=

سودی اداروں کو اپنی جگہ کرایہ پر دینا

مسئلہ (۱۶۱): جس طرح خود سود لینا، یا شدید ضرورت کے بغیر سود دینا حرام ہے، اسی طرح سودی معاملات میں تعاون کرنا بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اُن تمام لوگوں پر لعنت فرمائی ہے، جو سودی کاروبار کو لکھنے اور اس پر گواہ بننے، یا اس میں واسطہ بننے کے اعتبار سے معاون ہوں [۱]، اس لیے سودی قرض فراہم کرنے والے اداروں یا افراد کو اپنی دکانوں یا کامپلیکس میں کرایہ پر جگہ فراہم کرنا، سودی معاملہ میں تعاون کرنا ہے، جو جائز نہیں ہے۔[۲]

= ما في " بدائع الصنائع " : أما تفسيره فقد ذكرنا وهو أن يكون الثمن الأول معلومًا للمشتري الثاني لأن المرابحة بيع الثمن الأول مع زيادة ربح ، والعلم بالثمن الأول شرط صحة البياعات كلها . (۷/۳۷۱ – ۳۷۴ ، رد المحتار مع الدر :۷/ ۳۴۹ ، ۳۵۰)

(فتاویٰ دار العلوم، رقم الفتویٰ: ۲۴۲۶۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/ ۲۷ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، باب لعن آكل الربا وموكله، رقم الحديث :۱۵۹۸ ، جامع الترمذي : ۱/ ۲۲۹ ، أبواب البيوع ، باب ما جاء في آكل الربوا ، رقم الحديث :۱۲۰۶)

ما في " المنهاج شرح مسلم بن الحجاج " : هذا تصريح بتحريم كتابة المبايعة بين المترابيين والشهادة عليهما ، وفيه تحريم الإعانة على الباطل . والله اعلم .

(۶/ ۱۰۷ ، رقم الحديث :۱۵۹۸)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (المائدة : ۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى .

(۲/ ۳۸۱ ، مطلب كل ما أباحه الله تعالى للمؤمنين الخ)

کتاب الاجارۃ

اجارہ کے مسائل

اسٹار کنیکشن (Star Conection) بزنس

مسئلہ (۱۶۲): آج کل اسٹار ٹی وی (STAR TV) کا چلن عام ہو چکا ہے، بعض لوگ اسٹار کنیکشن کا بزنس کر رہے ہیں اور پندرہ بیس ہزار روپئے ماہانہ کما رہے ہیں، اسی طرح بعض لوگ کلر ٹی وی، وی سی آر، اور فلمی کیسٹیں کرایہ پر دے کر اچھی خاصی کمائی کر رہے ہیں، جب کہ یہ دونوں کاروبار اور اُن کی آمدنی شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ لوگوں کو برائی کی طرف دعوت دینے اور بے شرمی کی تبلیغ واشاعت کرنے کے مترادف ہے، جو سخت گناہ ہے، شریعتِ اسلامیہ نے مسلمانوں کو حلال وغیر مشتبہ ذریعۂ آمدنی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے اس سے پرہیز ضروری ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يايها الرسل كلوا من الطيبٰت واعملوا صالحًا﴾ .
(سورة المؤمنون : ۵۱)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : سوى الله تعالى بين النبيين والمؤمنين في الخطاب بوجوب أكل الحلال وتجنب الحرام . (۱۲۸/۱۲)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الله رضي الله قال : قال رسول الله ﷺ : "طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة " . رواه البيهقي في شعب الإيمان .
(ص/۲۴۲ ، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب الحلال ، الفصل الثالث ، رقم الحديث : ۲۷۸۱)=

....

....

....

....

= ما في " المبسوط للسرخسي " : ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو لأنه معصية ، والاستئجار على المعاصي باطل .
(۱۶/۴۲ ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " البحر الرائق " : ولا يجوز الإجارة على شيء من الغناء واللهو والنوح والمزامير والطبل ولا على الحداء وقراءة الشعر ولا غيره ولا أجر في ذلك .
(۸/۳٦ ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : ولا يجوز الاستئجار على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل ولا شيء من اللهو ولا أجر في ذلك ، لأنها معصية ، والإجارة على المعصية باطلة . (۳/۳۳۳ ، الفصل الأول فيما تجوز الإجارة وفيما لا تجوز الخ ، كذا في الهندية : ۴/۴۴۹ ، الفصل الرابع في فساد الإجارة)

مکان خالی کرنے کے عوض مالک سے رقم کا مطالبہ

مسئلہ (۱۶۳): بسا اوقات کوئی شخص کسی سے اس کا مکان یا دکان کرایہ پر لیتا ہے، جس میں مدتِ کرایہ داری بھی باہمی رضامندی سے طے ہوتی ہے، مثلاً معاملہ کرتے وقت یہ طے پاتا ہے کہ کرایہ داری کا یہ معاملہ صرف پانچ سال تک کے لیے ہے، اور اس کے بعد مالک کو اپنے مکان یا دکان کے خالی کرانے کا اختیار حاصل ہوگا، تو کرایہ دار پر اس معاہدہ کا پاس ولحاظ رکھنا واجب ہے، کیوں کہ معاہدہ شکنی گناہِ کبیرہ ہے، مگر عامۃً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کرایہ دار اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے وقت پر مکان یا دکان خالی نہیں کرتا، شرعاً اس کا یہ عمل گناہِ کبیرہ کا ارتکاب ہے [1]، یا خالی کرنے پر راضی تو ہوتا ہے مگر خالی کرنے کے عوض مالک سے کسی رقم کا مطالبہ کرتا ہے اور مالک مجبوری میں اسے یہ رقم دے بھی دیتا ہے، کرایہ دار کے لیے اس رقم کا وصول کرنا حلال نہیں ہے [2]، بلکہ مردار اور خنزیر کی طرح قطعی حرام ہے، جو شخص خدا، رسول اور آخرت کی جزا وسزا پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسی حرام خوری کا ارتکاب نہیں کرسکتا، لہٰذا اس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے [3]، ہاں! اگر کرایہ دار نے کرایہ داری کا معاملہ کرتے وقت مالکِ مکان یا دکان کو پگڑی کی رقم دی تھی، تو جتنی رقم دی تھی اتنی رقم کا لینا جائز ہے [4]، اس سے زائد لینا درست نہیں۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد کان مسئولا﴾ .

(سورة الإسراء : ۳۴)=

= ما في " تفسير المظهري " : أي مطلوبًا يطلب من العاهد أن لا يضيعه ويفيء به أو مسئولا عنه فيسئل عن الناكث ويعاتب عليه . (۲۸۶/۵)

ما في " روح المعاني " : وقد جاء عن علي كرم الله وجهه أنه عدّ من الكبائر نكث الصفقة ، أي الغدر بالمعاهد ، بل صرح شيخ الإسلام العلائي بأنه جاء في الحديث عن النبي ﷺ أنه سماه كبيرة ، وقال بعض المحققين : إن في إطلاق كون الإخلال المذكور كبيرة نظرًا بناء على أن العهد هو التكليفات الشرعية . (۱۰۲/۹)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ .

(سورة البقرة : ۱۸۸)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : من أخذ مال غيره لا على وجه اذن الشرع فقد أكله بالباطل . (۳۳۸/۲)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " .

(ص/۲۵۵ ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۲۹۴۶)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يدخل الجنة لحم نبت من السحت وكل لحم نبت من السحت كانت النار أولى به " . رواه أحمد والدارمي والبيهقي في شعب الإيمان . (ص/۲۴۲ ، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب الحلال ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۲۷۷۲)

(۴) ما في " رد المحتار " : وممن أفتى بلزوم الخلو الذي يكون بمقالة دراهم يدفعها للمتولي أو المالک العلامة المحقق عبد الرحمن آفندي العمادي صاحب هدية ابن العمادة ، وقال : فلا يملک صاحب الحانوت إخراجه ولا إجارتها لغيره ما لم يدفع له المبلغ المرقوم ، فيفتي بجواز ذلک للضرورة قياسًا على بيع الوفاء الذي تعارفه المتأخرون احتيالا على الربا الخ . (۳۰/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب في الكَدَک)

(فتاویٰ رحیمیہ:۲۷۴/۹-۲۸۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱۶۸/۷، جدید)

شوروم میں مجسمے کھڑے کرنا

مسئلہ (۱۶۴): بعض مسلم کپڑا فروش حضرات اپنے گاہکوں کو لُبھانے کے لیے شوروم میں مجسموں کو سنوار کر رکھتے ہیں، گاہکوں کو راغب کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ شرعِ اسلامی میں مجسمہ سازی، اس کی خرید وفروخت اور اُسے اپنے مکان اور دکان میں رکھنے کی ممانعت ہے [1]، گاہکوں کو راغب کرنے کے لیے شریعت نے صداقت ودیانت کے ساتھ تجارت کرنے کا حکم فرمایا ہے [2]، اگر اسے اپنایا جائے تو گاہک خود بخود چل کر آئیں گے، اور اِس غیر شرعی طریقے کو اختیار کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی، تاہم! تاجر نے اس غیر شرعی طریقہ پر تشہیر وآرائش کو اپنا کر جو مال فروخت کیا اور اس پر نفع کمایا، وہ حلال ہے، کیوں کہ اس تجارت میں دیگر کوئی خلافِ شرع بات نہیں ہوئی، بلکہ معصیت طریقۂ تشہیر میں واقع ہوئی۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن مسلم قال : كنا مع مسروق في دار يسار بن نُمير فرآى في صُفَّتِه تماثيلَ ، فقال : سمعتُ عبد الله قال : سمعتُ النبي ﷺ يقول : " إنّ أشدّ الناس عذابًا عند الله يوم القيامة المصوّرون " .

(۸۸۰/۲ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، رقم الحديث : ۵۹۵۰)

وفيه أيضًا : عن أبي طلحة رضي الله عنهم قال : قال النبي ﷺ : " لا تدخل الملائكة بيتًا فيه كلبٌ ولا تصاويرُ " . (۸۸۰/۲ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، رقم الحديث : ۵۹۴۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرامٌ شديد التحريم ، وهو من الكبائر ، لأنه متوعدًا عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، سواءٌ صنعه في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو غير ذلك .

(۳۲۳/۸ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، الفصل الأول)=

کتاب الھبة

ہبہ کے مسائل

حادثہ کی صورت میں حکومت کی طرف سے عطیہ

مسئلہ (۱۶۵): بسا اوقات، بس، ٹرین وغیرہ، کسی حادثہ کا شکار ہو جاتی ہے، تو حکومتِ وقت ہلاک ہونے والے افراد کے لواحقین کو کچھ رقم دیتی ہے، یہ رقم چوں کہ حکومت کی طرف سے عطیہ ہوتی ہے، ہلاک شدہ کی ملکیت نہیں ہوتی، اس لیے اس میں وراثت کی تقسیم جاری نہیں ہوگی [۱]، بلکہ حکومت، متأثرہ خاندان کے جس فرد کو بھی یہ رقم دے گی، وہی اُس کا مالک ہوگا۔ [۲]

= ما في " الفتاوى الشامية " : وظاهر كلام النووي في شرح مسلم : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان وقال : سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى .

(۲/۳٦۰ ، كتاب الصلاة ، باب مكروهات الصلاة ، الموسوعة الفقهية : ۱۲/۱۰۳)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي سعيد قال : قال رسول الله ﷺ : " التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء " . رواه الترمذي والدار قطني .

(۲/۸۵۱ ، كتاب البيوع ، باب المساهلة في المعاملات ، رقم الحديث : ۲۷۹٦ ، جامع الترمذي : ۲/۲۵۸ ، كتاب البيوع ، باب ما جاء في التجار وتسمية النبي ﷺ إياهم ، رقم الحديث : ۱۲۰۹) (کتاب الفتاویٰ:۵/۲٦٦)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية السراجي في الميراث " : التركة واصطلاحه : ما بقي بعد الميت من ماله صافيًا عن تعلق حق الغير بعينه .

(ص/۳ ، مقدمه ، رد المحتار : ۱۰/۴۹۳ ، كتاب الفرائض ، بيروت)

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وتتم الهبة بالقبض الكامل . (۸/۴۹۳ ، كتاب الهبة ، البحر الرائق : ۷/۲۸۴ ، كتاب الهبة ، تبيين الحقائق : ۷/۴۷۱)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند علی شبکۃ ویب، رقم الفتوی: ۴۷۳۴۴)

کتاب اللقطة

لقطہ کے مسائل

سیلاب میں بہہ کرآنے والی چیزیں

مسئلہ(۱۶۶): بسا اوقات ندی، نہر اور سیلاب کے پانی میں تعمیراتی لکڑیاں، گھریلو سامان، کرسی اور برتن وغیرہ بہہ آتے ہیں، اس طرح کی چیزوں کی دو قسمیں ہیں: ۱ر معمولی بے قیمت چیزیں، جن کی مالک کو تلاش نہیں ہوا کرتی۔ ۲ر قیمتی چیزیں، جن کی مالک کو تلاش ہوا کرتی ہے۔ پہلی قسم کی چیزیں ملیں تو اُن کی تشہیر اور اعلان کی ضرورت نہیں، اُٹھانے والا اُسے اپنے کام میں لاسکتا ہے، لیکن مالک آکر طلب کرے تو دینا ضروری ہوگا، البتہ دوسری قسم کی چیزوں کی تشہیر اور اعلان ضروری ہے، اور اتنی مدت تک رکھنا بھی ضروری ہے جب تک کہ مالک کے آنے کی امید ہو، اور اگر اس چیز کے بگڑنے کا اندیشہ ہو تو کسی غریب مستحق کو صدقہ کردے، یا اٹھانے والا خود غریب ہو تو وہ بھی اسے استعمال کرسکتا ہے، لیکن اگر مالک آکر، اُٹھانے والے، یا جس غریب کو صدقہ کردیا گیا، اُس سے طلب کرے، تو دینا ضروری ہوگا، اور اگر وہ چیز موجود نہ ہو تو مالک قیمت بھی لے سکتا ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (حطب وجد في الماء ، إن له قيمة فلقطة ، وإلا فحلال لآخذه) كسائر المباحات الأصلية . درر . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (إن له قيمة فلقطة) وقيل : إنه كالتفاح الذي يجده =

....

....

....

....

= في الماء ، وذكر في شرح الوهبانية ضابطًا ، وهو أن ما لا يسرع إليه الفساد ولايعتاد رميه كحطب وخشب فهو لقطة إن كانت له قيمة ولو جمعه في أماكن متفرقة في الصحيح ، كما لو وجد جوزة ثم أخرى ، وهكذا حتى بلغ ماله قيمة ، وبخلاف تفاح أو كمثرى في نهر جار فإنه يجوز أخذه وإن كثر لأنه مما يفسد لو ترك .
(۲/۶۳۳ ، كتاب اللقطة ، مطلب فيمن وجد حطبا في نهر أو وجد جوزًا أو كمثرى)
ما في " الفتاوى الهندية " : ثم ما يجده الرجل نوعان ؛ نوع يعلم أن صاحبه لا يطلبه كالنوى في مواضع متفرقة وقشور الرمان في مواضع متفرقة ، وفي هذا الوجه له أن يأخذها وينتفع بها إلا أن صاحبها إذا وجدها في يده بعدما جمعها فله أن يأخذها ولا تصير ملكا للآخر ، هكذا ذكر شيخ الإسلام خواهر زاده شمس الأئمة السرخسي رحمهما الله تعالى في شرح كتاب اللقطة ، وهكذا ذكر القدوري في شرحه ، ونوع آخر يعلم أن صاحبه يطلبه كالذهب والفضة وسائر العروض وأشباهها ، وفي هذا الوجه له أن يأخذها ويحفظها ويعرفها حتى يوصلها إلى صاحبها ...... إن كان الملتقط محتاجًا فله أن يصرف اللقطة إلى نفسه بعد التعريف . كذا في المحيط . وإن الملتقط غنيًا لا يصرفها إلى نفسه بل يتصدق على أجنبي أو أبويه أو ولده أو زوجته إذا كانوا فقراء . كذا في الكافي . (۲/۲۹۰ ، ۲۹۱ ، كتاب اللقطة ، البحر الرائق : ۲۵۶/۵ ، كتاب اللقطة ، المبسوط للسرخسي : ۱۱/۳ ، ۴ ، ۸ ، كتاب اللقطة)
(فتاویٰ رحیمیہ: ۱۹۳/۹، ۱۹۴)

کتاب الحظر والاباحة

ممنوع ومباح چیزوں کے مسائل

کمپیوٹر پر دینی تعلیم

مسئلہ (۱۶۷): دین اسلام کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ یہ دین ہم تک اساتذہ کے ذریعہ پہنچا ہے، اور یہی چیز دینِ اسلام کی حفاظت کی ذمہ دار ہے[۱]، عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''اگر دین میں سند نہ ہوتی تو کوئی بھی شخص اسلام کے متعلق جو چاہتا کہہ دیتا''[۲]، اور علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ''اگر کوئی شخص فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے، اس نے کسی استاذ سے علم فقہ حاصل نہیں کیا، اور اپنے مطالعہ کے زور پر فتویٰ دیتا ہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ وہ عامی جاہل ہے، اسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔''[۳]

موجودہ دور میں جہاں معاشرہ کی مذہبی اَقدار کو کم کیا جارہا ہے، وہیں والدین اور اسلامی علوم کے اساتذہ کی عزت واحترام کو بھی گھٹایا جارہا ہے، اسکولوں میں بچوں کو اساتذہ کی بجائے کمپیوٹر سے پڑھانے کا رجحان بڑھ رہا ہے، اور اب یہ رجحان اسلامی علوم میں مُنعکِس ہونا شروع ہوچکا ہے، کہ قرآن کریم حفظ کرنے والوں کے لیے کمپیوٹر پروگرام نکل آئے ہیں، لیکن یہ سب اسی سازش کا حصہ ہے، جسے ابھی ابھی آپ کے گوش گزار کردیا گیا، لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ اس سازش کا حصہ نہ بنیں، کیوں کہ بچے استاذ کے بغیر محض کمپیوٹر کے ذریعہ کبھی بھی ٹھوس،

معتبر اور مستند علم حاصل نہیں کر سکتے، اسلامی تعلیم اساتذہ سے ہی دلوائیں (۴)، ہاں! البتہ کمپیوٹر پر مطالعہ وتحقیق کا کام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بمجلسين في مسجده فقال : " كلاهما على خير وأحدهما أفضل من صاحبه، أما هؤلاء فيدعون الله ويرغبون إليه ، فإن شاء أعطاهم وإن شاء منعهم ، وأما هؤلاء فيتعلمون الفقه أو العلم ويعلمون الجاهل فهم أفضل ، وإنما بعثت معلمًا ، ثم جلس فيهم " . (ص/۳٦ ، كتاب العلم ، الفصل الثالث ، رقم الحديث : ۲۵۷ ، سنن ابن ماجه : ص/ ۲۱ ، مقدمة ، قبيل باب من بلغ علمًا ، رقم الحديث : ۲۲۹)

ما في " الإسناد من الدين " : ومن أهم هذه الخصائص للأمة المحمدية خصيصةُ (الإسناد) في تبليغ الشريعة المطهرة وعلومها من السلف إلى الخلف .

(ص/ ۱۱ ، مصنفه للشيخ عبد الفتاح أبوغده ، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب)

(۲) ما في " الصحيح لمسلم " : عن عبدان بن عثمان يقول : سمعت عبد الله بن مبارک يقول : "الإسناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء " .

(۱/ ۱۲ ، باب بيان أن الإسناد من الدين الخ)

(۳) ما في " شرح عقود رسم المفتي " : وقد رأيت في فتاوى العلامة ابن حجر : سئل في شخص يقرأ ويطالع في الكتب الفقهية بنفسه ولم يكن له شيخ ويفتي ويعتمد على مطالعته في الكتب فهل يجوز له ذلک ، أم لا ؟ فأجاب بقوله : لا يجوز له الإفتاء بوجه من الوجوه ، لأنه عامي جاهل ، لا يدري ما يقول ؟

(ص/۷۵ ، من يفتي بمطالعة الكتب بغير التمرّن على شيخ)

(۴) ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرمًا ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبًا .

(ص/۴٦ ، المطلب الثامن صلة المقاصد بالذرائع سدًا وفتحًا)

ما في " بدائع الصنائع " : الوسيلة إلى الحرام حرام . (۱/ ۲٦۸)

(۵) ما في " القواعد الفقهية " : الأصل أن تزول الأحكام بزوال عللها . (۱۷٦)

ما في " قواعد الفقه " : الأصل في الأشياء الإباحة . (ص/ ۵۹)

کمپیوٹر پر بیک گراؤنڈ میں حمد ونعت سننا

مسئلہ (۱۶۸): کمپیوٹر پر کام کرنے کے دوران، جب کہ آدمی خاموشی سے کام کررہا ہوتا ہے، بیک گراؤنڈ میں حمد باری تعالیٰ اور نعت پاک ﷺ لگانا جائز اور درست ہے، مگر یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ ملازم ہونے کی صورت میں اس سے مفوضہ کام میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہوتی ہو، ورنہ یہ درست نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ویل للمطففین ، الذین إذا اکتالوا علی الناس یستوفون ، وإذا کالوهم أو وزنوهم یخسرون﴾ . (سورة التطفیف : ۱ — ۳)

ما في " أحکام القرآن لإبن العربی " : قال علماء الدین : التطفیف فی کل شيء فی الصلوة والوضوء والکیل والمیزان . (۱۹۰۸/۴)

ما في " المؤطا للإمام مالک " : عن یحي بن سعید أن عمر بن الخطاب انصرف من صلاة العصر فلقی رجلاً لم یشهد العصر، فقال عمر : " ما حبسک عن صلاة العصر ؟ " فذکر له الرجل عذرًا ، فقال عمر : " طفَّفتَ " ، قال یحي : قال مالک : ویقال لکل شيء وفاء وتطفیف " . (ص/۴ ، کتاب وقوف الصلاة ، باب جامع الوقوف)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو جس نے نماز میں رکوع وسجود کو جلدی جلدی ادا کیا فرمایا: " لقد طففت " تو نے اللہ کے حق میں تطفیف کردی۔ فاروقِ اعظم کے اس قول کو نقل کرکے حضرت امام مالک نے فرمایا: " لکل شيء وفاء وتطفیف " یعنی پوراحق دینا یا کم کرنا ہر چیز میں ہے۔ امام مالک کے اس قول کو بنیاد بنا کر حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں: "اسی طرح حقوق العباد میں جو شخص مقررہ حق سے کم کرتا ہے وہ بھی تطفیف کے حکم میں ہے، مزدور، ملازم نے جتنے وقت کی خدمت کا معاہدہ کیا ہے اس میں سے وقت چرانا، کم کرنا بھی اس میں داخل ہے، وقت کے اندر جس طرح محنت سے کام کرنے کا عرف میں معمول ہے اس میں سستی کرنا بھی تطفیف ہے، اس میں عام لوگوں میں یہاں تک کہ اہلِ علم میں بھی غفلت پائی جاتی ہے، اپنی ملازمت کے فرائض میں کمی کرنے کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتا، اعاذنا اللہ منہ"۔

(معارف القرآن: ۶۹۴/۸)

الٹے ہاتھ سے لکھنا

مسئلہ (۱۶۹): اچھا یہ ہے کہ آدمی سیدھے ہاتھ سے لکھے، مگر کچھ لوگ کوشش کے باوجود اس میں کامیاب نہیں ہوتے، ان کا سیدھا ہاتھ لکھنے میں کام نہیں کرتا، اس پر دوسرے لوگ اسے یہ کہتے ہیں کہ آپ اُلٹے ہاتھ سے اللہ، رسول، حضرات صحابہ اور بزرگ ہستیوں کے نام لکھتے ہو، یہ گناہ ہے، ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے، کیوں کہ سیدھے ہاتھ سے لکھنے میں معذوری ہو تو اُلٹے ہاتھ سے لکھنا مجبوری ہے، اور مجبوری کی صورت میں اُلٹے ہاتھ سے لکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (۱)

بھیک مانگنے کو پیشہ بنالینا

مسئلہ (۱۷۰): بعض لوگوں نے مسجدوں اور ہوٹلوں کے باہر، اسی طرح ٹریفک سگنلوں اور دیگر گزرگاہوں پر، بھیک مانگنے کو اپنا پیشہ بنالیا ہے، جب کہ شریعت کا فرمان یہ ہے کہ جس شخص کے پاس ایک دن کی غذا موجود ہے، یا وہ صحیح اور تندرست ہے، کما کر اپنی گزر بسر کرسکتا ہے، اس کے لیے بھیک مانگنا اور سوال کرنا حلال نہیں ہے، اور جس شخص کو مانگنے والے کی یہ حالت معلوم ہو، اس کے

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " قواعد الفقه " : قال السید : العذر ما یتعذر علیه المعنی علی موجب الشرع إلا یتحمل ضرر زائد. (ص/۳۷۵، التعریفات الفقهیة، العذر، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهیة : ۲/۴۸۵، العُذر)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۸/ ۱۳۷، تخریج مفتی سعید صاحب جلالپوری)

باوجود وہ اسے کچھ دیدے، تو وہ مستحق ثواب ہونے کے بجائے گناہگار ہوگا، کیوں کہ اس نے حرام کام پر اعانت کی، اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ: ''جیسے حرام کام کرنا گناہ ہے، ایسے ہی اس پر اعانت بھی گناہ ہے۔''[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : لا يحل أن يسأل شيئًا من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب ، ويأثم معطيه إن علم بحاله ، لإعانته على المحرم . (۳/۴۲ ، باب الجمعة ، مطلب في الصدقة على سُوّال المسجد ، بيروت ، التنوير وشرحه مع الشامية : ۳/۳۰۵ – ۳۰۶ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ما في " الشامية " : قوله : (كالصحيح المكتسب) لأنه قادر بصحته واكتسابه على قوت اليوم . بحر . اهـ . (۳/۳۰۶ ، باب المصرف ، بيروت)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (ولا يسأل من له قوت يومه) أي لا يحل سؤال قوت يومه لمن له قوت يومه لحديث الطحاوي : " من سأل الناس عن ظهر غنى فإنه يستكثر من جمر جهنم ، قلت : يا رسول الله ! وما ظهر غنى ؟ قال : أن يعلم أن عند أهله ما يغدّيهم وما يعشيهم " .... فإنه لا يحلّ سؤال القوت له إذا لم يكن له قوت يومه ، لأنه قادر بصحته واكتسابه على قوت اليوم فكأنه مالك له . (۲/۴۳۶ – ۴۳۷ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرمة ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴۶)

فحش ویب سائٹس (Web Site) کی ویزٹ

مسئلہ (۱۷۱): ایسی تمام ویب سائٹس (Web Site) جن میں غیر محرم مرد وعورتیں اپنی تصویریں اور ویڈیو دیکھتے ہیں، بے حیائی وبے شرمی پر مبنی اپنے افکار وخیالات کا تبادلہ کرتے ہیں، یا جو ویب سائٹس فحاشی وبے حیائی کی طرف مائل کرتی ہوں، شعائر اسلام کی توہین پر مشتمل ہوں، اُن کا دیکھنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي سعيد الخدري عن رسول الله ﷺ قال : " من رأى منكم منكرا فليغيّره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه ، وذلك أضعف الإيمان". (۱/۱ ۵ ، كتاب الإيمان ، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان وأن الإيمان يزيد وينقص الخ)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وقيل : المعنى إنكار العصية بالقلب أضعف مراتب الإيمان لأنه إذا رأى منكرا معلوما من الدين بالضرورة فلم ينكره ولم يكره ورضي به واستحسنه كان كافرا .

(۹/۳۲۴ ، كتاب الآداب ، باب الأمر بالمعروف ، الفصل الأول ، تحت الرقم : ۵۱۳۷)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز .

(۹/۵۱۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

(فتاوی بنوریہ، رقم الفتوی: ۸۴۳۳)

حمد ونعت کے اشعار قوالی کے نام پر

مسئلہ (٦٣): حمد ونعت کے اشعار قوالی کے نام پر ڈھول تاشے اور سارنگی کی آوازوں پر گانا اور انہیں عبادت سمجھنا قبیح ترین بدعات ومنکرات میں داخل ہے، کیوں کہ احادیثِ شریفہ میں گانے بجانے کی سخت مذمت وارد ہے(١)، زمانۂ قدیم میں یہ بدعت اکثر مزارات پر عرس کے موقع پر انجام دی جاتی تھی، مگر جب سے نئے الکٹرانک آلات : موبائل، ٹیپ ریکارڈ اور گراموفون ایجاد ہوئے، یہ چیز بہت عام ہوگئی، اور اُسے قطعاً برا نہیں سمجھا جاتا، حالانکہ عام گانوں کے مقابلہ میں مذہبی اشعار کی قوالیاں اور زیادہ خطرناک ہیں، اس لیے کہ ان میں اللہ اور رسول کا نام میوزک کے ساتھ لیا جاتا ہے، جو اللہ اور رسول کے احکام کے ساتھ بھونڈے مزاق کا مظاہرہ کرنے کے مرادف ہے، جسے کوئی غیرتمند مسلمان ہرگز برداشت نہیں کرسکتا، فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب (جو اہلِ بدعت کے نزدیک انتہائی قابلِ احترام ہیں) فرماتے ہیں: ”قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں، اور ان سب کا گناہ عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے، مگر اس سے حاضرین کے گناہ میں کوئی تخفیف نہیں ہوگی، بلکہ ہر ایک پر اپنا پورا گناہ ہوگا“(٢)، لہٰذا قوالی کا انتظام، اس میں حاضری یا موبائل وغیرہ میں اسے ڈاؤن لوڈ کرکے سننا شرعاً ناجائز ومنع ہے(٣)، اس لیے ایسے ناجائز کام سے خود بھی بچیں، اور دوسروں کو بچانے کا فرض بھی انجام دیں۔

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الترغيب والترهيب " : عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " صوتان ملعونان في الدنيا والآخرة ؛ مزمار عند نعمة ورَنَّةٌ عند =

= مصيبة ". رواه البزّار ، ورواته ثقات . (۴/ ۳۵۰ ، الترهيب من النياحة على الميت والنعي ولطم الخد وخمش الوجه وشق الجيب)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : عن أنس بن مالک قال : قال رسول الله ﷺ : " من جلس إلى قينة يسمع منها صُبّ في أذنه الآنک يوم القيامة ".

(۱۴/ ۵۳ ، سورة لقمان : ٦)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ : " الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزّرع ". رواه البيهقي في شعب الإيمان .

(ص/ ۴۱۱ ، كتاب الأدب ، باب البيان والشعر ، الفصل الثالث)

(۲) ما في " احكام شريعت " : مسئلہ:۲۹ ربیع الآخر شریف۱۳۲۰ھ۔

"بعالی خدمت امام اہلِ سنت، مجدد دین وملت معروض کہ آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا، اور واسطے نمازِ مغرب کے مسجد میں گیا، بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے، میں چلا گیا، وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں بہت سے لوگ جمع ہیں، اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہیں، اور چند قوال پیرانِ پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں، اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گا رہے ہیں، اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں، یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں، کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے؟ اور یہ حاضرینِ جلسہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

الجواب :

"ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گناہگار ہیں، اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے، اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں؛ بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ، اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ، اور سب حاضرین کے برابر جدا، اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ، اور قوالوں کے برابر جدا، اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ، وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا، ان کے لیے اس

گناہ کا سامان پھیلایا، اورقوالوں نے انہیں سنایا، اگروہ سامان نہ کرتا، یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے، اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا، پھرقوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا، وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکرآتے بجانے، لہٰذا قوالوں کا گناہ بھی اس بلانے والے پر ہوا"۔ (۱/۶۱، مصنفہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی، مکتبہ فرید بکڈ پو دہلی)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام : " استماع الملاهي معصيةٌ ، والجلوس عليها فسقٌ ، والتلذّذ بها كفرٌ " أي بالنعمة ، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر ، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع ، لما روي أنه عليه الصلاة والسلام أدخل أصبعه في أذنه عند سماعه . الدر المختار . قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : فما ظنك به عند الغناء الذي يسمونه وجدًا ومحبة ، فإنه مكروه لا أصل له في الدين .... وما يفعله متصوفة زماننا حرام لا يجوز القصد والجلوس إليه .

(ص/۴۲۵ ، ۴۲۶ ، كتاب الحظر والإباحة ، فبيل فصل في اللبس)

فوٹوگرافی اور ویڈیوگرافی

مسئلہ(۱۷۳): فوٹوگرافی اور ویڈیوگرافی، ان سے ذی روح (جاندار) کی تصویر بھی لی جاتی ہے اور غیر ذی روح (غیر جاندار) کی بھی، ذی روح کی تصویر لینا حرام ہے [۱]، اور غیر ذی روح جیسے درخت، پہاڑ اور دریا وغیرہ کی تصویر کشی جائز ہے [۲]، معلوم ہوا- اِن آلات کا استعمال جائز وناجائز دونوں کاموں کے لیے ہوتا ہے، اوراس کا مدار استعمال کرنے والوں پر ہوتا ہے کہ وہ جائز کاموں کے لیے استعمال کرتے ہیں یا ناجائز کاموں کے لیے، اس لیے اِن آلات کی خرید وفروخت، اُن کی مرمت کا کام اوراس کی اجرت جائز ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشد الناس عذابًا عند الله يوم القيامة المصوّرون " . (۲/۸۸۰ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، رقم الحديث : ۵۹۵۰ ، الصحيح لمسلم : ۲/۲۰۱ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : قال أصحابنا وغيره هم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديدٌ ، وهو من أكبر الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها .

(۲/۱۹۹ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)=

= ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا تمثال إنسان أو طير . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح .

(٥١٩/٩ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

(٢) ما في " مشكوة المصابيح " : عن سعيد بن أبي الحسن قال : كنت عند ابن عباس إذ جاء رجل فقال : يا ابن عباس ! إني رجل إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإني أصنع هذه التصاوير ، فقال ابن عباس : ألا أحدثك إلا ما سمعت من رسول الله ﷺ ، سمعته يقول : " من صوّر صورة فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح ، وليس بنافخ فيها أبدًا " . فربا الرجل ربوة شديدة ، واصفر وجهه ، فقال : " ويحك إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر ، وكل شيء ليس فيه روح " .

(ص/٣٨٦ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، الفصل الثالث ، رقم الحديث : ٤٥٠٧)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : وأما تصوير صورة الشجر ورحال الإبل وغير ذلك مما ليس فيه صورة حيوان فليس بحرام هذا حكم نفس التصوير . (٢١٠/٧ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا بأس بتصوير الأشياء التي يصنعها البشر كصورة المنزل والسيارة والسفينة وغير ذلك اتفاقًا . (٩١/١٢)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : والتمثال خاص بمثال ذي الروح ، لكن المراد هنا ذو الروح ، فإن غير ذي الروح لا يكره كالشجر .

(٤٢٧/١ ، باب ما يفسد الصلاة ، فصل ويكره للمصلي الخ ، بيروت)

(٣) ما في " المبسوط للسرخسي " : ولا بأس بأن يؤاجر المسلم دارًا من الذمي ليسكنها ، فإن شرب فيها الخمر أو عبد فيها الصليب أو دخل فيها الخنازير لم يلحق المسلم إثم في شيء من ذلك ، لأنه لم يؤاجرها لذلك والمعصية في فعل المستأجر وفعله دون قصد رب الدار فلا إثم على رب الدار في ذلك .

(٤٣/١٦ ، باب الإجارة الفاسدة)

نیک کاموں میں حلال مال خرچ کریں

مسئلہ(۱۷۴): اگر کسی آدمی کا حلال مال، غالب واکثر، اور حرام مال قلیل ومغلوب ہو، تو اس کا مال نیک کاموں میں خرچ کرنے کی گنجائش ہے، کیوں کہ حرامِ قلیل سے بچنے میں حرج ہے، اور دین میں حرج نہیں ہے، تاہم بہتر اور اَولیٰ یہ ہے کہ نیک کاموں میں خالص مال خرچ کیا جائے، اور اگر غالب واکثر مال حرام ہے، تو اُسے مصارفِ خیر یعنی نیک کاموں میں خرچ کرنا حرام ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الله طيب لا يقبل إلا طيبًا " . الحديث . (ص/۲۴۱ ، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب الحلال ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۲۷۶۰)

وفيه أيضًا : عن عبد الله بن مسعود ، عن رسول الله ﷺ قال : " لا يكسب عبد مال حرام ، فيتصدق منه فيقبل منه ، ولا ينفق منه ، فيبارك له فيه ، ولا يتركه خلف ظهره إلا كان زاده إلى النار ، إن الله لا يمحو السّيّءَ بالسّيّءِ ، ولكن يمحو السّيّءَ بالحسن، إن الخبيث لا يمحو الخبيث " . رواه أحمد ، وكذا في شرح السنة . (ص/۲۴۱ ، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب الحلال ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۲۷۷۱)

ما في " مرقاة المفاتيح " : والمعنى أن التصدق بالمال الحرام سيئة ولا يمحو الله الأعمال السيئات بالسيئات بل قال بعض علمائنا : من تصدق بمال حرام ورجا الثواب كفر ، وعرف الفقير ودعا له كفر . (۱۸/۶) (امداد الفتاویٰ:۳/۱۶۶)

SMS کے ذریعہ حدیث یا دینی معلومات Forward کرنا

مسئلہ (۱۷۵): آج کل بذریعۂ SMS یا E-Mail، موبائل وانٹرنیٹ پر کبھی تو کوئی حدیث پاک، تو کبھی کوئی دینی معلومات، تو کبھی کوئی خبر موصول ہوتی رہتی ہے، اور بسا اوقات اس کے متعلق یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ اِسے دوسروں تک پہنچا کر عام کیجئے - اس پر یہ فائدہ ہوتا ہے، ورنہ فلاں نقصان بھی ہوسکتا ہے، وغیرہ- جب کہ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ نہ SMS کرنے والا معلوم ہوتا ہے، اور نہ اس حدیث پاک یا دینی معلومات وخبر کی صحت وصداقت کا کوئی علم، تو ایسی صورت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب تک اس حدیث پاک یا دینی معلومات وخبر کی صحت وصداقت کا علم نہ ہو، اُسے دوسروں تک پہنچانا درست نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إن جآء كم فاسقٌ بنبأٍ فتبيّنوا أن تُصيبوا قومًا بجهالةٍ فتصبحوا على ما فعلتم نٰدمين﴾ . (سورة الحجرات : ٦)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر : مقتضى الآية إيجاب التثبت في خبر الفاسق والنهي عن الإقدام على قبوله والعمل به إلا بعد التبيُّن والعلم بصحة مخبره .

(۵۳۰/۳)

ما في " الصحيح لمسلم ' : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " كفى بالمرء كَذبًا أن يحدث بكل ما سمع " .

(۹/۱ ، مقدمة ، باب [۳] باب النهي عن الحديث بكل ما سمع ، رقم الحديث : ۵)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : وأما معنى الحديث والآثار التي في الباب ففيها الزجر عن التحديث بكل ما سمع الإنسان ، فإنه يسمع في العادة الصدق والكذب ، فإذا حدث بكل ما سمع فقد كذب لإخباره بما لم يكن .

(۲۳۴/۱ ، تحت الرقم : ۹)=

شادی بیاہ کے موقع پر پھولوں کا گلدستہ

مسئلہ(۱۷۶): آج کل مختلف پروگراموں، شادی بیاہ کے موقع پر آنے والے مہمانوں یا دلہے کو، پھولوں کا گلدستہ پیش کیا جاتا ہے، اور خود دلہے کے دوست واحباب، اعزا واقارب، اس گاڑی کو جس میں دلہا آتا ہے، اور دلہن رخصت ہوکر جاتی ہے، پھولوں سے سجانے کا اہتمام کرتے ہیں، شرعِ اسلامی میں اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ یہ غیر اسلامی تہذیب (یورپ) کی ایک رسم ہے، جس کی بلا سوچے سمجھے اندھی تقلید کی جاتی ہے، جو پیسہ ان کی خرید میں صرف ہوتا ہے وہ اِسراف ہے، اور شرعِ اسلامی میں اِسراف کی کوئی گنجائش نہیں، کیوں کہ مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اسے اِس طرح ضائع کرنا شرعاً ناجائز ہے، بہتر یہ ہے کہ آنے والے مہمانوں یا دلہے کو کوئی ایسا تحفہ یا ہدیہ دیں، جو دیرپا اور پائیدار ہو، بوقتِ ضرورت ان کے کام آئے، اور فضول خرچی سے خالی ہو۔(۱)

= ما في " مرقاة المفاتيح " : يعني لو لم يكن للمرء كذب إلا تحديثه بكل ما سمع من غير تيقن أنه صدق أم كذب لَكفاه من الكذب أن لا يكون بريئًا منه ، وهذا زجر عن التحديث بشيء لم يعلم صدقه بل على الرجل أن يبحث في كل ما سمع خصوصاً في أحاديث النبي ﷺ . (۱/۳۵۸ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، تحت الرقم : ۱۵۶ ، صحيح البخاري : ۱/۲۱ ، كتاب العلم ، باب إثم من كذب على النبي ﷺ ، رقم الحديث :۱۰۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تبذّر تبذيرًا﴾ . (سورة الإسراء :۲۷)

ما في " التفسير الكبير للرازي " : والتبذير في اللغة إفساد المال وإنفاقه في السرف .

(۷/۳۲۸)=

جھک کرسلام کرنا

مسئلہ (۱۷۷): بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی کوسلام کرتے ہیں،تو جھک کرسلام کرتے ہیں، جب کہ بوقتِ سلام جھکنے کوحضراتِ فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے،اس لیے اس سے احتراز کیا جائے۔[1]

= ما في " صحيح البخاري " : عن المغيرة بن شعبة قال : قال النبي ﷺ : " إن الله حرّم عليكم عقوقَ الأمهات ، ووأد البنات ، ومنعًا وهات ، وكره لكم قيل وقال ، وكثرة السؤال ، وإضاعة المال " .

(۱/۳۲۴ ، كتاب في الاستقراض وأداء الديون الخ ، باب ما ينهى عن إضاعة المال)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " أبغض الناس إلى الله ثلاثة ؛ ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطّلب دم امرئ مسلم بغير حقّ ليقريق دمه " . رواه البخاري .

(ص/۲۷ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول) (فتاویٰ رحیمیہ:۱/۱۶۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أنس قال : قال رجل : يا رسولَ الله ! الرجل منا يلقى أخاه أوصديقه ، أينحني له ؟ قال : لا ؛ قال : أفيلتزمه ويُقبّله ؟ قال : لا ، قال : أفيأخذ بيده ويصافحه ؟ قال : نعم . رواه الترمذي . (ص/۴۰۱ ، كتاب الآداب ، باب المصافحة والمعانقة ، الفصل الأول، رقم الحديث : ۴۶۸۰)

ما في " الفتاوى الهندية " : الانحناء للسلطان أو لغيره مكروه لأنه يشبه فعل المجوس . كذا في جواهر الأخلاطي . ويكره الانحناء عند التحية ، وبه ورد النهي . كذا في التمرتاشي . (۵/۳۶۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك والتواضع لهم الخ)=

سلام کے جواب میں صرف والسلام کہنا

مسئلہ (۱۷۸): بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خود تو سلام میں پہل نہیں کرتے، اور اگر کوئی اُنہیں سلام کرے، تو جواب میں صرف ''والسلام'' کہتے ہیں، صرف والسلام- سلام کا پورا جواب نہیں ہے، قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جواب سلام سے بہتر دینا چاہیے، یا اس کے مثل لوٹا دینا چاہیے، یعنی اگر کوئی ''السلام علیکم'' کہے تو جواب دینے والا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ'' کہے، اور اگر سلام کرنے والا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہے تو جواب دینے والا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہہ دے، ہم مسلمان ہیں، ہمیں قرآن وحدیث کی اِن تعلیمات پر دھیان دینا چاہیے، امید کہ اس کا خیال رکھا جائے گا۔[1]

= ما في '' الفتاوى الشامية '' : وفي الزاهدي : الإيماء في السلام إلى قريب الركوع كالسجود ، وفي المحيط أنه يكره الانحناء للسلطان وغيره . (۹/۴٦۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، ط ؛ ديوبند)

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۸/۱۵٦، تخریج شدہ ایڈیشن)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : وقد نصّ الفقهاء على أن الانحناء عند الالتقاء بالعظماء ككبار القوم والسلاطين تعظيمًا لهم حرام باتفاق العلماء ، لأن الانحناء لا يكون إلا لله تعالى تعظيمًا له ، ولقوله ﷺ لرجل قال له : يا رسولَ الله ! الرجل منا يلقى أخاه أو صديقه أينحني له ؟ قال : لا ، أما إن كان ذلك الانحناء مجرد تقليد للمشركين ، دون قصد التعظيم للمنحني له فإنه مكروه ، لأنه يشبه فعل المجوس .

(٦/٣٢٣ ، انحناء ، الحكم التكليفي)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿وإذا حُيّيتُم بتحيّة فحيّوا بأحسن منها أو رُدّوها﴾ .

(النساء : ۸٦)=

جمعہ کے دن ''جمعہ مبارک'' کہنا

مسئلہ (۱۷۹): آج کل لوگ موبائل اور ای میل وغیرہ کے ذریعہ جمعہ کے دن، ''جمعہ مبارک'' کہتے ہیں، شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں، اور نہ ہی حضراتِ صحابہ، تابعین، تبعِ تابعین اور بزرگانِ دین کے عمل سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے، لیکن اگر کسی شخص نے ایسا کہہ دیا تو ناجائز و بدعت بھی نہیں۔ (۱)

= ما في '' أحكام القرآن للجصاص '' : الثالثة : ردّ الأحسن أن يزيد فيقول : عليك السلام ورحمة الله ، لمن قال : سلام عليك ، فإن قال : سلام عليك ورحمة الله ، زدت في ردّك وبركاته ، وهذا هو النهاية فلا مزيد . (۵/۲۹۹)

ما في '' حاشية مسلم '' : وأما صفة الردّ فالأفضل والأكمل أن يقول وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته فيأتي بالواو فلو حذفها جاز وكان تاركا للأفضل ولو اقتصر على وعليكم السلام أو على عليكم السلام أجزاه ، ولو اقتصر على عليكم لم يجزئه بلا خلاف ، ولو قال وعليكم بالواو ففي أجزائه وجهان لأصحابنا .

(۲/۲۱۲ ، ۲۱۳ ، كتاب السلام ، باب يسلم الراكب على الماشي والقليل على الكثير)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۹۸۰۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : '' من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ '' . (ص/..... ، رقم الحديث :۲۶۹۷)

ما في '' مرقاة المفاتيح '' : (من أحدث) أي جدد وابتدع ، أو أظهر واخترع (في أمرنا هذا) أي في دين الإسلام .... وعبر عنه بالأمر تنبيهًا على أن هذا الدين هو أمرنا الذي تهتم له وتشتغل به بحيث لا يخلو عنه شيء من أقوالنا وأفعالنا (فهو ردّ) قال القاضي : المعنى : من أحدث في الإسلام رأيا لم يكن من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي ملفوظ أو مستنبط فهو مردود عليه .(۱/۳۳۵)

ما في '' كتاب التعريفات للجرجاني '' : البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ، ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۶۴۵۵)

فصل فی اللبس

عِمامہ باندھنا مستحب ہے

مسئلہ(۱۸۰): عِمامہ باندھنا ہر مسلمان کے لیے مستحب ہے، اس سے مسلمانوں کا وقار بڑھتا ہے، غیروں پر ہیبت طاری ہوتی ہے، لیکن جب کوئی غیرِ عالم وحافظ عِمامہ باندھتا ہے، تو بعض لوگ اس پر یوں طعن کرتے ہیں کہ- بڑا عالم وحافظ بن گیا، جو عِمامہ باندھ رکھا ہے- اُن کا یہ طعن کرنا، نادانی پر مبنی ہے، کہ عِمامہ کو عالم، حافظ کے ساتھ خاص کررہے ہیں، جب کہ عِمامہ عالم، حافظ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر مسلمان کے لیے اس کا باندھنا مستحب ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن محمد بن علي بن ركانة عن أبيه أن ركانة صارع النبي ﷺ فصرعه النبي ﷺ ، قال ركانة : وسمعت النبي ﷺ يقول : فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس .

(ص/۵٦۳ ، ۵٦۴ ، كتاب اللباس ، الفصل الثالث ، رقم الحديث : ۴۰۷۸)

ما في " عمدة القاري " : عن عثمان بن عمر عن الزبير بن جوان عن رجل من الأنصار قال : جاء رجل إلى ابن عمر فقال : يا أبا عبد الرحمن ! العِمامة سنة ؟ فقا ل : نعم .... عن عبد الرحمن بن عدي البهراني عن أخيه عبد الأعلى بن عدي : أن رسول الله ﷺ دعا علي بن أبي طالب – رضي الله عنه – يوم غديرخم فعممه وأرخى عذبة العمامة من خلفه ، ثم قال : هكذا فاعتموا ، فإن العمائم سيماء الإسلام ، وهي الحاجز بين المسلمين والمشركين . (۲۱/۴۵۵ ، ۴۵٦ ، كتاب اللباس ، باب العمائم)

انگوٹھی پہننا سنت ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۱۸۱): حضرات فقہاء کرام ۴رگرام ۴۷۳ر ملی گرام چاندی کی انگوٹھی پہننے کو جائز اور نہ پہننے کو افضل کہتے ہیں، اور دلیل میں دُرِّ مختار کی عبارت ” ترك التختم لغير السلطان و القاضي أفضل “ لکھتے ہیں، تو اس پر بعض لوگوں کی طرف سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے انگوٹھی پہنی ہے، تو پھر وہ سنت کیسے نہیں ہوگی، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے لیے حجت آپ ﷺ کا عمل ہے، نہ کہ دُرِ مختار کی عبارت، اس طرح کے لوگوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جس علت کی بنا پر حضور ﷺ نے انگوٹھی پہنی تھی، وہ آج کل مفقود ہے، اس لیے اُسے سنت نہیں کہا جاسکتا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کو خطوط لکھے، تو آپ سے کہا گیا کہ یہ لوگ بغیر مُہر کے کوئی خط قبول نہیں کرتے، تو آپ ﷺ نے انگوٹھی بنوائی، جس کا حلقہ یعنی رِنگ چاندی کا تھا، اور اس میں ” مُحمدٌ رَسُولُ اللّٰہِ “ نقش تھا، اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ انگوٹھی پہننے کی نہیں تھی، جب آپ کو عجمی حکمرانوں کو خطوط لکھنے کی ضرورت پیش آئی، اور آپ کو یہ بتایا گیا کہ وہ بغیر مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے، تو مہر لگانے کی غرض سے آپ نے انگوٹھی بنوائی، آج بھی اگر کوئی حاکم یا قاضی اس غرض سے انگوٹھی پہنے، تو اس کے لیے یہ سنت ہوگا، اسی بات کو صاحبِ دُرِ مختار نے ان الفاظ میں لکھا ہے: ” ترك التختم لغير السلطان و القاضي أفضل ، أشار إلى أن التختم سنة لمن

یحتاج إلیہ ، کما في الاختیار"- **نیز اُن لوگوں کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ دُرِمختار میں قرآن وحدیث سے الگ کوئی فقہ پیش نہیں کی گئی، اُس کے مسائل قرآن وحدیث ہی سے مستنبط ہیں، اور وہ اُسی کی توضیح وتشریح ہیں، جیسا کہ صاحب دُرِمختار فرماتے ہیں:** " ومَحَطُّهَا أنَّ الفِقهَ هُو ثَمرةُ الحَدیث ، ولَیسَ ثواب الفقیه أقلَّ من ثواب المُحدِّث "- **یعنی "مقصودِ کلام یہ ہے کہ فقہ، حدیث کا ثمرہ ہے، اور فقیہ کا ثواب، محدِّث کے ثواب سے کم نہیں ہے"- اس لیے اس طرح کے اشکالات سے بچنا چاہیے۔** (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوی سراجیه علی هامش فتاوی قاضي خان " : وقال حسام الدین : لا التختم إنما یکون سنة إذا کانت له حاجة إلی التختم بأن کان سلطاناً أو قاضیًا ، أما إذا لم یکن محتاجًا إلی التختم فالترک أولی .

(۳/ ۲۹ ، کتاب الکراهیة ، باب اللبس ، الدر المختار مع الشامیة : ۱/ ۱۳۸ – ۹/ ۵۲۰ ، الموسوعة الفقهیة : ۱۱/ ۲۴ ، الفتاوی الهندیة : ۵/ ۳۳۵)

سونے کے پرزے والی گھڑی کا استعمال

مسئلہ (۱۸۲): ''راڈو'' گھڑی جس میں سونے کے پرزے لگے ہوتے ہیں، اسی طرح اور کوئی گھڑی جس میں ''پلاٹینم گولڈ'' - جو کہ سونے سے بھی دُگنی قیمت کا دھات ہے- کا استعمال درست ہے، کیوں کہ یہ براہِ راست سونے کا استعمال نہیں ہے، بلکہ گھڑی کے تابع ہے، اس لیے جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يكره لبس ثياب كتب عليها بالفضة والذهب ، وكذلك استعمال كل مموّه لأنه إذا ذوّب لم يخلص منه شيء ... الخ . (۳۳۴/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة ، ط : رشيديه وزكريا)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي التاترخانية عن السير الكبير : لا بأس بأزرار الديباج والذهب وفيها عن مختصر الطحاوي : لا يكره عَلم الثوب من الفضة ، ويكره من الذهب ، قالوا : وهذا مشكل ، فقد رخص الشُريح في الكفاف ، والكفاف قد يكون من الذهب . اهـ . الدر المختار . وفي الشامية : أقول : الظاهر أن وجه الاستشكال أن كلا من العَلم والكفاف في الثوب إنما حل لكونه قليلا وتابعًا غير مقصود كما صرحوا به ، وقد استوى كل من الذهب والفضة والحرير في الحرمة ، فترخيص العلم والكفاف من الحرير ترخيص لهما من غيره أيضًا بدلالة المساواة ، ويؤيد عدم الفرق ما مرّ من إباحة الثوب المنسوج من ذهب أربعة أصابع .

(۵۱۱/۹ ، الحظر والإباحة ، فصل في اللبس ، بيروت)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۷۸/۸، تخریج شدہ)

صفائی ستھرائی اور سلیقہ مندی

مسئلہ (۱۸۳): گھروں اور صحنوں کو صاف ستھرا، اور اسباب وسامان کو ترتیب وسلیقہ مندی سے رکھنا شرعاً مطلوب ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ” إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطِّيبَ ، نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ ، كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ ، جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُودَ ، فَنَظِّفُوا“ - یعنی اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہیں، پاکیزگی کو پسند فرماتے ہیں، صاف ونظیف ہیں، صفائی ونظافت کو پسند فرماتے ہیں، درگزر کرنے والے ہیں، درگزر کرنے کو پسند فرماتے ہیں، سخی ہیں، سخاوت کو پسند فرماتے ہیں، لہٰذا تم بھی صفائی ستھرائی کو اختیار کرو“۔

علوم شرعیہ کے پڑھنے پڑھانے والوں کو اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ ہم جن جگہوں میں رہتے ہیں، پڑھتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، وہ صاف ستھری ہوں، اور ہمارے پڑھنے لکھنے اور استعمال کی تمام چیزیں بھی اپنی جگہوں پر ترتیب وسلیقہ مندی کے ساتھ رکھی ہوں، عدم نظافت وترتیب کو عدم فرصت اور طبیعت کی سادگی پر محمول کرنا، اپنی غیر نظافت پسند اور غیر سلیقہ مند طبیعت کو حسین الفاظ کا جامہ پہنا کر اُسے چھپانے کے مترادف ہے، جو اچھی چیز نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” جامع الترمذي “ : عن صالح بن أبي حسّان قال : سمعت سعيد بن المسيّب يقول : ”إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة ، كريم يحب الكرم ، جواد يحب الجود ، فنظّفوا“ . أُراه قال : أفنيتكم ولا تشبّهوا باليهود ، قال :=

داڑھی کا حکم اور اس کی حد

مسئلہ (۱۸۴): احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں باجماع امت داڑھی رکھنا واجب اور داڑھی منڈانا حرام ہے، اسی طرح ایک قُبضہ (مٹھی) سے کم ہونے کی صورت میں کتروانا بھی حرام ہے، ائمہ اربعہ (حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ) کا اس پر اتفاق ہے، داڑھی کی حدود یہ ہیں: کنپٹی کے قریب اُبھری ہوئی ہڈی سے نیچے اور نیچے والے جبڑے کے اوپر نیچے، ٹھوڑی کے اوپر نیچے اور نیچے والے ہونٹ کے ساتھ متصل اُگنے والے تمام بال داڑھی کے حکم میں داخل ہیں۔ (۱)

= فذكرتُ ذلك لمهاجر ابم مسما فقال : حدثنيه عامر بن سعد بن أبي وقاص ، عن أبيه عن النبي ﷺ مثله إلا أنه قال : " نظِّفوا أفنيتكم " . قال أبو عيسى : هذا حديث غريب ، وخالد بن إلياس يضعف ويقال : ابن إياس .

(۵۳۷/۳ ، كتاب الأدب ، باب ما جاء في النظافة ، بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تزيين البيوت والأفنية بتنظيفها وترتيبها مطلوب شرعًا لما روي عن النبي ﷺ قال : " إن الله طيب يحب الطيب ، نظيف يحب النظافة " .

(۲۷۴/۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " خالفوا المشركين ، احفوا الشوارب وأوفوا اللحى " .

(۱۲۹/۱ ، كتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عمر ، عن النبي ﷺ قال : " خالفوا المشركين وفروا اللحى واحفوا الشوارب " . وكان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه . (۸۷۵/۲ ، كتاب اللباس ، قبيل باب اعفاء اللحى)=

....

....

....

....

= ما في " كتاب الآثار " : قال محمد : أخبرنا أبو حنيفة ، عن الهيثم ، عن ابن عمر أنه كان يقبض على لحيته ثم يقبض ما تحت القبضة ، قال محمد : وبه نأخذ ، وهو قول أبي حنيفة . (۲/۸۵۷ ، كتاب الأدب ، باب حف الشعر من الوجه)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا بأس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية والسنة فيها القُبضة .... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته . الدر المختار . قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (والسنة فيها القُبضة) وهو أن يقبض الرجل لحيته فما زاد منها على قُبضة قطعه . (۹/۴۹۷ ، ۴۹۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " البحر الرائق " : وظاهر كلامهم أن المراد باللحية الشعر النابت على الخدين من عذار وعارض والذقن . (۱/۳۴ ، كتاب الطهارة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا يكره تطويل اللحية إذا كانت بقدر المسنون وهو القُبضة ، وصرح في النهاية بوجوب قطع ما زاد على القُبضة بالضم ، ومقتضاه الإثم بتركه إلا أن يحمل الوجوب على الثبوت ، وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد ، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم . (۳/۳۵۳ – ۳۵۵ ، كتاب الصوم ، مطلب في الأخذ من اللحية)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء : الحنفية والمالكية والحنابلة وهو قول عند الشافعية إلى أنه يحرم حلق اللحية لأنه مناقض للأمر النبوي باعفائها وتوفيرها . (۳۵/۲۲۵ ، لحية ، حلق اللحية)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۴۱۴۳۲، فتاویٰ رحیمیہ:۱۰/ ۱۰۵-۱۱۳)

داڑھی کے متعلق مختلف باتیں

مسئلہ (۱۸۵): داڑھی کے متعلق لوگ مختلف باتیں کرتے ہیں، کوئی کہتا ہے ٹھوڑی کے نیچے سے اِس کو شروع کرو، کوئی کہتا ہے ہونٹ کے نیچے سے ایک مشت رکھو، کوئی کہتا ہے اِتنی رکھو کہ دور سے نظر آنی چاہیے، کوئی کہتا ہے کہ جتنی نیچی جائے جانے دو، کاٹنا حرام ہے، اِس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں داڑھی رکھنا واجب ہے، اور کم از کم ایک مشت داڑھی ہونا ضروری ہے، اور اس ایک مشت کا شمار ٹھوڑی ک نیچے سے ہوگا۔

داڑھی کی حدود کنپٹی سے قریب اُبھری ہوئی ہڈی سے نیچے، اور نیچے والے جبڑے کے اوپر نیچے، ٹھوڑی کے اوپر نیچے، اور نیچے والے ہونٹ کے ساتھ متصل اُگنے والے تمام بال، داڑھی کے حکم میں داخل ہیں۔[1]

---

(۱)......حوالہ سابقہ

ناخن کاٹنے کا طریقہ

مسئلہ(۱۸۶): ناخن جس طرح چاہیں کاٹ سکتے ہیں، کوئی مخصوص طریقہ لازم ومتعین نہیں، اچھا یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے ابتدا کریں، اور چھوٹی انگلی پر ختم کریں، پھر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کاٹتے ہوئے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کریں، اور پیر کے ناخن میں دائیں پیر کی چھوٹی انگلی سے ابتدا کریں، اور بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کریں، درمختار اور اس کے حاشیہ میں ایسا ہی تحریر کیا گیا ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية صحيح البخاري " : ولم يثبت في ترتيب الأصابع عند القصر شيء من الأحاديث لكن ذكر النووي في شرح مسلم أنه يستحب البدأة بمسبحة اليمنى ثم الوسطى ثم البنصر ثم الخنصر ثم الإبهام ، وفي اليسرى البدأة بخنصرها ثم بالبنصر إلى الإبهام ويبدأ في الرجلين بخنصر اليمنى إلى الإبهام وفي اليسرى بإبهامها إلى الخنصر ولم يذكر الاستحباب مستندًا . كذا في الفتح والعيني . وذكر الغزالي في الإحياء بدأ بمسبحة يده اليمنى إلى الخنصر ثم بخنصر اليسرى إلى الإبهام وختمه بإبهام اليمنى ، وذكر له وجهًا وجيها وقال في الدر وروي عنه ﷺ " من قلم أظفاره مخالفًا لم ترمد عينه أبدًا " يعني كقول علي رضي الله تعالى عنه " قلموا أظفاركم بالسنة والأدب يمينها خوابس يسارها أو خسب (المراد بالخاء الخنصر وبالواو الوسطى فقس هذا) . (۸۷۵/۲ ، كتاب اللباس ، باب تقليم الأظفار ، رقم الحاشية :۳)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم للنووي " : وأما تقليم الأظفار : فسنة ليس بواجب ، وهو تفعيل من القلم وهو القطع ، ويستحب أن يبدأ باليدين قبل الرجلين ، فيبدأ بمسبحة يده اليمنى ثم الوسطى ثم البنصر ثم الخنصر ثم الإبهام ثم يعود إلى اليسرى فيبدأ بخنصرها ثم ببنصرها إلى آخرها ثم يعود إلى الرجل اليمنى فيبدأ بخنصرها ويختم بخنصر اليسرى ، والله اعلم .

(۴۷/۳ ، كتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة ، تحت رقم الحديث : ۲۵۸)=

= ما في " احياء العلوم " : واليد أشرف من الرِجل فيبدأ بها ثم اليمنى أشرف من اليسرى فيبدأ بها ثم على اليمنى خمسة أصابع والمسبحة أشرفها إذ هي المشيرة في كلمتي الشهادة من جملة الأصابع ثم بعدها ينبغي أن يبتدئ بما على يمينها إذ الشرع يستحب إدارة الطهور وغيره على اليمين .... فيقتضى ترتيب الدور الذهاب عن يمين المسبحة إلى أن يعود إلى المسبحة ، فتقع البداءة بخنصر اليسرى والختم بإبهامها ويبقى إبهام اليمنى فيختم به التقليم .... وأما أصابع الرِجل فالأولى عندي إن لم يثبت فيها نقل أن يبدأ بخنصر اليمنى ويختم بخنصر اليسرى كما في التخليل .
(١٤١/١ ، كتاب أسرار الطهارة ، القسم الثاني في النظافة والتنظيف الخ ، النوع الثاني فيما يحدث في البدن الخ)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : وعنه عليه الصلاة والسلام : " من قلم أظفاره مخالفًا لم ترمد عينه أبدًا " يعني كقول علي رضي الله عنه : قلموا أظفاركم بسنة وأدب – يمينها خوابسُ يسارها أو خسب . وبيانه وتمامه في مفتاح السعادة وفي شرح الغزنوية روي أنه ﷺ بدأ بمسبحته اليمنى إلى الخنصر ، ثم بخنصر اليسرى إلى الإبهام ، وختم بإبهام اليمنى ، وذكر له الغزالي في الإحياء وجهًا وجيهًا ولم يثبت في أصابع الرجل نقل ، والأولى تقليمها كتخليلها . قلت : وفي المواهب اللدنية قال الحافظ ابن حجر : إنه يستحب كيفما احتاج إليه ، ولم يثبت في كيفيته شيء ولا في تعيين يوم له عن النبي ﷺ وما يعزى من النظم في ذلك للإمام على ثم لإبن حجر قال شيخنا : إنه باطل . الدر المختار . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (والأولى تقليمها كتخليلها) يعني يبدأ بخنصر رجله اليمنى ويختم بخنصر اليسرى قال في الهداية عن الغرائب : وينبغي الابتداء باليد اليمنى والانتهاء بها ، فيبدأ بسبابتها ويختم بإبهامها ، وفي الرجل بخنصر اليمنى ويختم بخنصر اليسرى اهـ . ونقله القهستاني عن المسعودية قوله : (قلت الخ) وكذا قال السيوطي : قد أنكر الإمام ابن دقيق العيد جميع هذه الأبيات وقال : لا تعتبر هيئة مخصوصة ، وهذا لا أصل له في الشريعة ولا يجوز اعتقاد استحبابه ، لأن الاستحباب حكم شرعي لا بد له من دليل وليس استسهال ذلك بصواب . (٤٩٦/٩ ، ٤٩٧ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، ط : ديوبند ، الموسوعة الفقهية :١٦٩/٥)
(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ١٣٠٧، فتاویٰ دار العلوم، رقم الفتویٰ: ٤٠٦٥، کتاب الفتاویٰ: ١٤٥/٦)

مسلم خاتون اور پیشۂ طبابت

مسئلہ (۱۸۷): بسا اوقات کوئی مسلم خاتون اچھی طبیبہ ہوتی ہے، وہ حلال آمدنی کے علاوہ اچھا وقت گزارنے اور مسلم خواتین کو علاج کی سہولت پہنچانے کے لیے دواخانہ قائم کرنا چاہتی ہے، تو اس کا شوہر اُسے اس سے منع کرتا ہے، اگرچہ شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عورت کو کوئی ذریعۂ معاش اختیار کرنے سے منع کرے، بالخصوص اس صورت میں جب کہ اس کی وجہ سے خود اس کے اور بچوں کے حقوق متاثر ہو رہے ہوں، لیکن اگر صورتِ حال ایسی نہ ہو تو شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو اس کی اجازت دیدے، اور عورت شرعی پردہ کی مکمل رعایت کے ساتھ اس پیشہ کو اختیار کرے، کیوں کہ شریعت میں یہ بات مطلوب ہے کہ عورتوں کا علاج عورتیں ہی کریں، تاکہ مریض خواتین کو مردوں کے سامنے بے پردہ نہ ہونا پڑے، اور ایسا اسی وقت ممکن ہے جب کہ خواتین طبیبات موجود ہوں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والذي ينبغي تحريره أن يكون له منعها عن كل عمل يؤدي إلى تنقيص حقه أو ضرره أو إلى خروجها من بيتها ، أما العمل الذي لا ضرر له فيه فلا وجه لمنعها عنه خصوصًا في حال غيبته من بيت ، فإن ترك المرأة بلا عمل فی بيتها يؤدي إلى وساوس النفس والشيطان أو الاشتغال بما لا يعني من الأجانب والجيران .
(۳۲۵/۵ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، بيروت)=

= ما في " البحر الرائق " : وينبغي عدم تخصيص الغزل بل له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب ، لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه ، .... وحيث أبحنا لها الخروج فإنما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة إلى ما لا يكون داعية لنظر الرجال والاستمالة . (۳۳۲/۴ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة)=

کالج میں لڑکی کا اجنبی ساتھی سے بات چیت

مسئلہ (۱۸۸): کسی بھی مرد اور عورت کے لیے اجنبی غیر محرم عورت اور مرد سے بلا ضرورت، بغیر حجاب بات چیت کرنا شرعاً ناجائز ہے، خواہ آپس میں وہ کلاس ساتھی ہی کیوں نہ ہو، البتہ بات کرنے کی ضرورت پڑ جائے، تو ضرورت کے بقدر پردہ کے ساتھ بات کرنے کی گنجائش ہے، اور عورت کو چاہیے کہ نرم لہجہ میں بات نہ کرے، بلکہ سخت لہجہ میں بات کرے۔ (۱)

= ما في " القرآن الكريم " : ﴿يايها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآ المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سوة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ . (۳/۴۷۶)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : ينظر الطبيب إلى موضع مرضها بقدر الضرورة ، إذ الضرورات تتقدر بقدرها ، وكذا نظر قابلة وختان ، وينبغي أن يعلم امرأة تداويها ، لأن نظر الجنس إلى الجنس أخف . (۹/۵۳۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس ، بيروت) (قرارداد اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، اٹھارہواں سمینار، ۲۰۰۹ء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿فلا تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرض﴾ قيل فيه ان لا تلين القول للرجال على وجه يوجب الطمع فيهن من أهل الريبة ، وفيه الدلالة على أن ذلک حكم سائر النساء في نهيهن عن إلانَةِ القول للرجال على وجه يوجب الطمع فيهن ، ويستدل به على ذلک رغبتهن فيهم ، والدلالة على أن الأحسن بالمرأة أن لا ترفع صوتها بحيث يسمعها الرجال .

(۳/۴۷۰ ، تحت سورة الأحزاب)=

منہ بولے بھائی بہن سے پردہ

مسئلہ (۱۸۹): بعض علاقوں میں یہ رواج ہوتا ہے کہ جس عورت کا کوئی بھائی نہیں ہوتا، وہ کسی اجنبی شخص کو اپنا منہ بولا بھائی بنالیتی ہے، اسی طرح جس آدمی کی کوئی بہن نہیں ہوتی، وہ کسی اجنبیہ عورت کو اپنی منہ بولی بہن بنالیتا ہے، اور اس منہ بولے بھائی یا بہن کو حقیقی بھائی بہن کا درجہ دے کر اس سے پردہ بھی نہیں کیا جاتا ہے، جب کہ شرعاً منہ بولے بھائی یا بہن کی کوئی حیثیت نہیں، وہ اجنبی ہیں، اور اُن سے پردہ ضروری ہے۔ (۱)

= ما في " الدر المختار مع الشامية " : الخلوة بالأجنبية حرام .... ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزًا عطست أو سلمت فيشمتها لا يرد السلام عليها ، وإلا لا . الدر المختار .

وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : ويجوز الكلام المباح مع امرأة أجنبية ...... وتقدم في شروط الصلاة أن صوت المرأة عورة على الراجح ، ومر الكلام فيه ، فراجعه . (۹/ ۵۲۹ – ۵۳۱ ، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب الفقهاء إلى أنه لا يجوز التكلم مع الشابة الأجنبية بلا حاجة ، لأنه مظنة الفتنة . (۳۵/ ۱۲۲ ، كلام ، الكلام مع المرأة الأجنبية)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وأما المعاشر قبل الزواج والذهاب معًا إلى الأماكن العامة وغيرها ، فهو كله ممنوع شرعًا . (۹/ ۶۵۰۸ ، القسم السادس ، الأحوال الشخصية ، الفصل الأول ، ثاني عشر : تحريم الخلوة بالمخطوبة)

(فتاوی بنوریہ، رقم الفتوی: ۹۴۳۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا جُناح عليهنّ في اٰبآئهنّ ولا أبنآئهنّ ولآ إخوانهنّ ولا أبنآء إخوانهنّ ولا أبنآء أخواتهنّ ولا نسآء هنّ ولا ما ملكتْ أيمانهنّ واتّقينَ الله﴾ . (الأحزاب : ۵۵)=

....

....

....

....

= ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال قتادة : رخص لهؤلاء أن لا يجتنبن منهم ، قال أبوبكر : ذكر ذوي المحارم منهنّ وذكر نساء هنّ . (۳/۳۷۰ ، ط : دار الكتب العربي بيروت ، ۳/۴۸۴ ، باب في حجاب النساء ، ط : شيخ الهند)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وعن عقبة بن عامر قال : قال رسول الله ﷺ : " إياكم والدخول على النساء ، أي غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف .

(۳/۴۱۰ ، كتاب النكاح ، باب النظر إلى المخطوبة ، ط : بمبئی هند)

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل : ۸/۷۷، تخریج شدہ)

ما في " جامع الأحكام الفقهية " : وهذا كله في معنى ما حرّم من المناكح ، فإن ذلک على المعانی في الولادات وهؤلاء محارم .

(۳/۲۹۵ ، مسألة : ۱۹۵۲ ، جواز إبداء المرأة زينتها لأبناء زوجها ، بيروت)

ما في " تبيين الحقائق " : لا يجوز النظر إلى المرأة لما فيه من خوف الفتنة ، ولهذا قال عليه الصلاة والسلام : " المرأة عورة مستورة " .

(۷/۳۹ ، كتاب الكراهية ، فصل في النظر والمس)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما النوع السادس : وهنّ الأجنبيات الحرائر ، فلا يحلّ النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة .... لقوله تعالى : ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم﴾ [النور : ۳۰] . (۶/۴۹۲ ، كتاب الاستحسان ، النوع السادس ، بيروت)

الکحل ملا ہوا ٹوتھ پیسٹ اور صابون

مسئلہ (۱۹۰): جو چیزیں ہم روزہ مرّہ استعمال کرتے ہیں، مثلاً ٹوتھ پیسٹ، صابون وغیرہ، ان میں بہت سارے کیمیکل ہوتے ہیں، ان میں صنعتی الکحل بھی ہوتا ہے، جو پٹرولیم سے بنایا جاتا ہے، اور کھجور وانگور سے بھی بنایا جاتا ہے، جب تک شرعی تحقیق سے یہ ثابت نہ ہو کہ ان میں حرام الکحل کی آمیزش کی گئی، اور اس کی ماہیت کو کسی طریقہ سے تبدیل نہیں کیا گیا، تب تک ان کے استعمال پر حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، اور ان کا استعمال درست ہے(۱)، البتہ اگر کسی کو یہ شک ہو کہ ان میں حرام چیزوں کی آمیزش کی جاتی ہے، تو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ ان کے استعمال سے اپنے آپ کو بچائے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) مـا فـي " الأشباه مع شرحه للحموي " : هل الأصل في الأشياء الإباحة – قال الحموي : ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا في بعض تعليقه أن المختار أن – الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا –. (۱/۲۵۲ ، تحت القاعدة الثالثة ، هل الأصل في الأشياء الإباحة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : القاعدة الأولى : اليقين لا يزول بالشكّ – معنى هذه القاعدة أن ما ثبت بيقين لا يرتفع بالشك ، وما ثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين .

(۵/۲۸۹ ، يقين ، قواعد الفقه : ص/۱۱)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن النعمان بن بشير رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ : " الحلال بيّن والحرام بيّن ، وبينهما أمور مشتبهةٌ ، فمن ترك ما شبّه عليه من=

....

....

....

....

= الإثم كان لما استبان اترک ، ومن اجترأ على ما يشک فيه من الإثم أوشک أن يواقعما استبان ، والمعاصي حمى الله، من يرتع حول الحمى يوشک أن يواقعه " .

(۱/۲۷۵ ، كتاب البيوع ، باب الحلال بين والحرام بين وبينهما أمور مشتبهات ، رقم الحديث : ۲۰۵۱ ، صحيح مسلم : ۲/۲۸ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، باب أخذ الحلال وترک الشبهات)

ما في " جامع الترمذي " : عن النعمان بن بشير رضي الله عنه قال : سمعتُ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول : " الحلال بيّنٌ والحرام بيّن ، وبين ذلک أمورٌ مشتبهات ، لا يدري كثيرٌ من الناس أمِن الحلال هي أم من الحرام ، فمن تركها استبرأ لدينه وعرضه فقد سلم ، ومن واقع شيئًا منها يوشک أن يواقع الحرام كما أنه من يرعى حول الحمى يوشک أن يواقعه ، ألا وإن لكل ملک حمى ؛ ألا وإن حمى الله محارمه " .

(۱/۲۲۹ ، كتاب البيوع ، باب ما جاء في ترک الشبهات ، رقم الحديث : ۱۲۰۵)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۵۲۲۶)

فصل فی الأکل والشرب

حلال کھانے اور حلال پہننے کا اہتمام

مسئلہ(۱۹۱): عبادتوں کی قبولیت کے لیے اکلِ حلال (حلال کھانے) کا اہتمام ضروری ہے، اگر کوئی آدمی حرام مال کا ایک لقمہ بھی کھاتا ہے، تو چالیس دن تک اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی، تاہم قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس عبادت پر جو اجر وثواب ہونا چاہیے تھا وہ نہ ہوگا، اگرچہ فرض ذمہ سے ساقط ہوجائیگا، مگر یہ کتنا عظیم خسارہ ہے کہ آدمی عبادت کرے اور ثواب سے محروم رہے، اس لیے حلال کمانے، حلال کھانے اور حلال پہننے اوڑھنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یا أیها الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صٰلحًا﴾ .
(سورة المؤمنون : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : عن أبي هریرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " یا أیها الناس ! إن اللهَ طیبٌ لا یقبل إلا طیبًا ، وإن الله تعالی أمر المؤمنین بما أمر به المرسلین ، فقال : ﴿یا أیها الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صٰلحًا﴾ وقال : ﴿یا أیها الذین آمنوا کلوا من طیبٰت ما رزقناکم﴾ ثم ذکر الرجل یطیل السفر أشعث أغبر ، ومطعمه حرام ، ومشربه حرام ، وملبسه حرام، وغُذي بالحرام ، یمد یدیه إلی السماء یا رب یا رب ، فأنی یستجاب لذلک ، وتقدیم الأمر بأکل الحلال ، لأن أکل الحلال معین علی العمل الصالح . (۱۰/ ۶۰ ، سورة المؤمنون : ۵۱)

ما في " کنز العمال " : " من أکل لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعین لیلة ، ولم تستجب له دعوة أربعین صباحًا ، وکل لحم نبت من الحرام فالنار أولی به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لَتُنبِتُ اللحم " . (الدیلمي عن ابن مسعود)
(۴/ ۸ ، کتاب البیوع ، قسم الأقوال ، رقم الحدیث : ۹۲۶۲)=

بیوی بچوں کو حرام آمدنی کھلانا

مسئلہ (۱۹۲): بہت سے مسلمان خاندان ایسے ہیں، جن کے مرد حرام چیزوں کا کاروبار کرتے ہیں، اُن کے بیوی بچے اگرچہ اُن کے اِس کاروبار کو ناپسند کرتے ہیں، لیکن اُن کی پرورش بھی اسی آمدنی سے ہورہی ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں بیویوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے شوہروں سے حرام کاروبار چھڑانے کی پوری کوشش کریں، لیکن اِس کوشش کے باوجود اگر وہ اس کاروبار کو نہ چھوڑیں، تو پھر اگر ان بیویوں کے لیے جائز طریقے سے اپنے اخراجات برداشت کرنا ممکن ہو، تو اس صورت میں ان کے لیے اپنے شوہروں کے حرام مال میں سے کھانا جائز نہیں، لیکن اگر ان کے لیے اپنے اخراجات برداشت کرنا ممکن نہ ہو، تو اس صورت میں ان کے لیے اپنے شوہروں کے مال میں سے کھانا جائز ہے، اور حرام کھلانے کا گناہ ان کے شوہروں پر ہوگا[1]، نابالغ اور چھوٹے بچوں کے لیے بھی یہی حکم ہے، اور حرام کھلانے کا گناہ باپ پر ہوگا، البتہ بالغ اور بڑی اولاد خود کما کر کھائیں، باپ کے حرام مال سے نہ کھائیں۔[2]

= ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي بكر أن رسول الله ﷺ قال : " لا يدخل الجنة جسدٌ غذِي بالحرام " . رواه البيهقي في شعب الإيمان . (ص/۲۴۳ ، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب الحلال ، الفصل الثالث ، رقم الحديث :۲۷۸۷)

(فتاوی بنوریہ، رقم الفتویٰ:۳۷۸۶۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي جامع الجوامع " : اشترى الزوج طعامًا أو كسوة من مال خبيث جاز للمرأة أكله ولبسها والإثم على الزوج .

(۹/۲۳۰ ، كتاب الغصب ، مطلب شرى دارا وسكنها فظهرت لوقف أو يتيم الخ)=

= وفيه أيضًا : وفي الخانية : امرأة زوجها في أرض الجور إذا أكلت من طعامه ولم يكن عينه غصبًا أو اشترى طعامًا أو كسوة من مال أصله ليس بطيب فهي في سعة من ذلك والإثم على الزوج . (۹/ ۳۷۱ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، ط : ديوبند)
ما في " الفتاوى الخانية على هامش الهندية " : امرأة زوجها في أرض الجور أو له مال يأخذه من قبل السلطان وهي تقول : لا أقعد معك في أرض الجور ، قال الفقيه أبو بكر البلخي رحمه الله تعالى : إن أكلت من طعامه ولم يكن عين ذلك الطعام غصبًا فهي في سعة من أكله ، وكذا لو اشترى لها طعامًا أو كسوة من مال ليس أصله بطيب فهي في سعة من تناول ذلك الطعام والثياب ويكون الإثم على الزوج .
(۳/ ۴۰۲ ، كتاب الحظر والإباحة)

(۲) ما في " أحكام المال الحرام " : فإذا كان المال الحرام في يد الوالد ينفق منه على نفسه وأبنائه لغير حاجة أو فقر ، فإن الأب يكون آثمًا بهذا الإنفاق إذا وجد المال الحلال أو كان قادرًا على تحصيله .... أما الأبناء ففي حكم انفاقهم من المال الحرام الذي عند الأب ينبغي التفريق بين حالتين : الأولى ؛ أن يكون الإبن غير قادر على تحصيل المال الحلال ، إما لعجزه أو لصغر سنه وكانت نفقته واجبة على أبيه ... فإن حكمه في الأخذ من هذا المال حكم المضطر إلى دفع الأذى عن نفسه بالميتة ، فيجوز له أن يأخذ ما ينفقه عليه والده وأن ينتفع به مع إنكاره في قلبه لهذا الأمر إلى أن يصبح قادرًا على الاعتماد على نفسه في تحصيل الكسب الحلال أو أن يأتيه مال من مصدر حلال ... والثانية : أن يكون الإبن قادرًا على الاعتماد على نفسه ، والاستغناء عن والده وله قدرة على تحصيل المال من مصدر حلال ، فإنه يحرم عليه أن يقبل نفقة والده من المال الحرام لاستغنائه بنفسه عن هذا المال .
(ص/ ۲۸۹ ، ۲۹۰ ، الفصل الرابع ، المبحث الثاني ، المطلب الأول ، انفاق الأبناء من المال الحرام في يد الوالدين) (فتاویٰ عثمانی:۳/ ۱۲۶،اسلام اور جدید معاشی مسائل:۴/ ۵۲)

ہاتھ دھوکر تولیہ سے پونچھنا

مسئلہ(۱۹۳): بعض لوگ جب کھانے کے لیے ہاتھ دھوتے ہیں، تو اُنہیں تولیہ اور رومال وغیرہ میں پونچھتے ہیں، اور بعض پونچھتے نہیں، مگر چھڑکتے ہیں، یہ دونوں باتیں اخلاق وآداب کے خلاف ہیں، ادب یہ ہے کہ کھانے کے لیے جب ہاتھ دھوئیں، تو اُنہیں تولیہ رومال میں نہ پونچھیں، اور نہ چھڑکیں[1]، کیوں کہ یہ بدتہذیبی ہے، ہاں! کھانے کے بعد اور وضو یا غسل کے بعد پونچھ سکتے ہیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وسنة الأكل البسملة أوله والحمدلة آخره ، وغسل اليدين قبله وبعده . در مختار . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (وغسل اليدين قبله) لنفي الفقر ولا يمسح يده بالمنديل ليبقى أثر الغسل ، وبعده لنفي اللمم ويمسحها ليزول أثر الطعام . (۹/۴۱۳ ، كتاب الحظر والإباحة)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يمسح يده قبل الطعام بالمنديل ليكون أثر الغسل باقيًا وقت الأكل ويمسحها بعده ليزول أثر الطعام بالكلية . كذا في خزانة المفتين . (۵/۳۳۷ ، كتاب الكراهية ، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل وما يتصل به ، كذا في ملتقى الأبحر شرح مجمع الأنهر :۴/۱۸۱ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن عائشة قالت : " كانت لرسول الله ﷺ خرقة ينشف بها بعد الوضوء " . (۱/۱۸ ، كتاب الطهارة ، باب المنديل بعد الوضوء)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وفي شرح الكنز للزيلعي : لا بأس بالتمسّح بالمنديل بعد الوضوء . (۲/۱۱۸ ، كتاب الطهارة ، باب سنن الوضوء ، تحت رقم الحديث : ۴۲۰)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۶۲۱۱)

دوسرے کے دسترخوان پر فراخدلی کا مظاہرہ

مسئلہ (۱۹۴): اگر کسی شخص کی کہیں دعوت ہو اور وہ اُس دعوت میں حاضر ہوکر کھانا کھارہا ہو، اِس درمیان اُس کا بچہ یا اُس سے متعلق کوئی شخص کسی ضرورت سے اُس کے پاس آئے، تو وہ اپنے اس بچے یا متعلق شخص کو میزبان کی اجازت کے بغیر کھانے میں شریک نہیں کرسکتا، اور نہ دسترخوان کی کوئی چیز اُنہیں دے سکتا ہے، بعض مہمان ایسے موقع پر بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں، جو بڑی اچھی صفت ہے، مگر اس کا موقع اپنا دسترخوان ہوتا ہے، نہ کہ دوسروں کا، اسی طرح بعض مہمان آپس میں ایک دوسرے کو کھانے کی ترغیب دیتے ہیں، حالانکہ وہ اِس کے مجاز نہیں ہوتے ہیں، لہٰذا ایسی باتوں سے بچنا چاہیے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يجوز لمن كان على المائدة أن يعطي انسانًا دخل هناک لطلب انسان أو لحاجة . كذا في فتاوى قاضيخان . والصحيح في هذا أنه ينتظر إلى العرف والعادة دون التردّد . كذا في الينابيع . وكذا لا يدفع إلى ولد صاحب المائدة وعبده وكلبه وسنوره . كذا في فتاوى قاضيخان . الضيف إذا ناول من المائدة هرّة لصاحب الدار أو لغيره شيئًا من الخبز أو قليلا من اللحم يجوز استحسانًا لأنه إذن عادة ، ولو كان عندهم كلب لصاحب الدار أو لغيره لا يسعه أن يناوله شيئًا من اللحم أو الخبز إلا بإذن صاحب البيت لأنه لا إذن فيه عادة .

(۵/۳۴۴ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في " المحيط البرهاني " : ولا يجوز للضيف أن يعطي من ذلک انساناً دخل عليهم لطلب انسان أو حاجة أخرى لأنه لا تعامل فيه ، وكذا لا ينبغي له أن يعطي سائلا شيئًا من الخبز ، أو قليلا من اللحم فلا بأس به ، لأن فيه تعامل ، فكان الإذن به ثابتًا عادةً .

(۶/۱۱۰ ، ۱۱۱ ، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفصل السابع عشر في الهدايا والضيافات ، بيروت)=

جان نہ پہچان، بن بلائے مہمان

مسئلہ (۱۹۵): شادیوں کے موسم میں بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جہاں کہیں منڈپ لگا ہوا ہے، کھانا جاری ہے، تو بیٹھ گئے، کھانا کھالیا اور چل دیئے، جب کہ انہیں نہ تو کھانے کی دعوت ہوتی ہے، اور نہ اجازت، اس طرح بغیر دعوت اور بغیر اجازت (صراحۃً یا دلالۃً) کے کسی کے یہاں کھانا - کھانا جائز نہیں ہے، اور غیرت وحمیت کے بھی خلاف ہے، حدیث پاک میں ہے: ''جو شخص بغیر دعوت کے کھانے کے لیے گیا، وہ چور بن کر داخل ہوا، اور لٹیرا بن کر واپس ہوا۔''(۱)

= ما في " فتاوى قاضي خان " : ولا يجوز لمن كان على المائدة أن يعطي انسانًا دخل هناک لطلب انسان أو حاجة أخرى ، وكذلک لا يدفع إلى ولد صاحب المائدة وعبده وكلبه وسنوره ، رجل دعى قومًا إلى طعام فرقهم على اخونة ليس لأهل هذا الخوان أن يتناول من طعام خوان آخر ، لأن صاحب الطعام إنما أباح لأهل كل خوان أن يأكل ما كان على خوانه لا غير . (۳۶۶/۴ ، كتاب الحظر والإباحة)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۲۸/۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من دعي فلم يجب فقد عصى الله ورسوله ، ومن دخل على غير دعوة دخل سارقًا وخرج مُغيرًا " رواه أبو داود . (ص/۲۷۸، كتاب النكاح ، باب الوليمة ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۳۲۲۲ ، سنن أبي داود : ص/۵۲۵، كتاب الأطعمة ، باب ما جاء في إجابة الدعوة ، رقم الحديث : ۳۷۴۱)=

جھینگے کا شرعی حکم

مسئلہ (۱۹۶): جھینگے کو عربی زبان میں ''رُوبِیان'' یا ''اِربِیَان'' کہا جاتا ہے، اور انگریزی میں ''Shrimp'' یا ''Prawn'' کہتے ہیں، ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک جھینگے کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ اُن کے ہاں کچھ استثنائی جانوروں کے علاوہ تمام سمندری جانور حلال ہیں، فقہاء احناف کے نزدیک سمندری جانوروں میں سے جو مچھلی یعنی سمک کی تعریف میں داخل ہے وہ حلال ہے، البتہ جھینگے کی حلت میں اختلاف ہے، جن حضرات نے ماہرین لغت کی تحقیق کے مطابق اُسے مچھلی میں شمار کیا ہے اُن کے ہاں اس کا کھانا حلال ہے، اور جن حضرات نے ماہرین حیوانات کی رائے کو مانتے ہوئے اسے مچھلی کی تعریف سے خارج کر دیا ہے، انہوں نے اس کے کھانے کو ممنوع قرار دیا ہے، البتہ جواز کا قول راجح معلوم

= ما في " مرقاة المفاتيح " : (دخل سارقًا) لأنه دخل بغير إذنه فيأثم كما يأثم السارق في دخول بيت غيره . (وخرج مغيرًا) أي ناهبًا غاصبًا ، يعني وأن اكل من تلك الضيافة فهو كالذي يغير أي يأخذ مال أحد غصبًا ، والحاصل أنه ﷺ أمته مكارم الأخلاق البهية ونهاهم عن الشمائل الدنية ، فإن عدم إجابة الدعوة من غير حصول المعذرة يدل على تكبير النفس والرعونة وعدم الألفة والمودة ، والدخول من غير دعوة يشير إلى حرص النفس ودناءة الهمة وحصول المذلة والمهانة ، فالخلق الحسن هو الاعتدال بين الخلقين المذمومين .

(۶/۳۴۴ ، عون المعبود :ص/۱۶۰۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۵۷۱۷)

ہوتا ہے، کہ اس قسم کے مسائل میں شریعت کا مزاج یہ ہے کہ وہ لوگوں کے عرفِ عام کا اعتبار کرتا ہے، فنی باریکیوں کو نہیں دیکھتا، اس لیے جھینگے کے مسئلے میں سختی کرنا مناسب نہیں، بالخصوص جب کہ بنیادی طور پر یہ مسئلہ اجتہادی ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جھینگے کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں، نیز کسی مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف تخفیف کا باعث ہوتا ہے، تاہم اس کے کھانے سے اجتناب کرنا زیادہ مناسب، زیادہ احوط اور زیادہ اَولیٰ ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حياة الحيوان للدميري " : الروبيان هو سمك صغير جدًا أحمر .

(۱/۳۵۳)

ما في " تكملة فتح الملهم " : وأما الروبيان أو الإربيان الذي يسمى في اللغة المصرية " جمبري " وفي اللغة الأردية " جهينگا " وفي الإنكليزية " Shrimp " أو " Prawn " فلا شك في حلته عند الأئمة الثلاثة ، لأن جميع حيوانات البحر حلال عندهم ، وأما عند الحنفية فيتوقف جوازه على أنه سمك أو لا ، فذكر غير واحد من أهل اللغة أنه نوع من السمك ، .... ولكن خبراء علم الحيوان اليوم لا يعتبرونه سمكًا ، ويذكرونه كنوع مستقل ، ويقولون : إنه من أسرة السرطان دون السمك ، ..... فمن أخذ بحقيقة الإربيان حسب علم الحيوان قال بمنع أكله عند الحنفية ، ومن أخذ بعرف أهل الرب قال بجوازه وربما يرجح هذا القول بأن المعهود من الشريعة في أمثال هذه المسائل الرجوع إلى العرف المتفاهم بين الناس ، دون التدقيق في الأبحاث النظرية ، فلا ينبغي التشديد في مسألة الإربيان عند الإفتاء ، ولا سيما في حالة كون المسألة مجتهدا فيها من أصلها ، ولا شك أنه حلال عند الأئمة الثلاثة ، وإن اختلاف الفقهاء يورث التخفيف كما تقرر في محله ، غير أن الاجتناب عن أكله =

....

....

....

....

= أحوط وأولى وأحرى ، والله سبحانه وتعالى أعلم .

(۳/۵۱۳ – ۵۱۴ ، كتاب الصيد والذبائح ، مسألة الروبيان)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا) يحل (حيوان مائي إلا السمک) ... (وحل الجراد) وإن مات حتف أنفه ، بخلاف السمک (وأنواع السمک بلا ذكاة) لحديث : " أحلت لنا ميتتان ؛ السمک والجراد " .

(۹/۴۴۴ – ۴۴۶ ، كتاب الذبائح)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " أحلت لنا ميتتان ودمان : الحوت والجراد ، والدمان : الكبد والطحال " . رواه أحمد وابن ماجة والدار قطني . (ص/۳۶۱ ، كتاب الصيد والذبائح ، باب ما يحل أكله وما يحرم ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۴۱۳۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي الحوراء السعدي قال : قلتُ للحسن بن علي : ما حفظتَ من رسول الله ﷺ ؟ قال : حفظتُ من رسول الله ﷺ : " دع ما يُريبک إلى ما لا يريبک " . الحديث .

(۳/۹۰ ، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع ، رقم الحديث : ۲۵۱۸)

(فقہی مقالات:۳/ ۲۱۵،امداد الفتاویٰ:۴/۱۰۳،۱۰۴،فتاویٰ محمودیہ:۲۷/۱۹۴)

(فتاویٰ رحیمیہ:۱۰/ ۷۷،فتاویٰ بنوریہ،رقم الفتویٰ:۱۰۰۳۲)

غیر مسلموں کا کھانا

مسئلہ (۱۹۷): غیر مسلموں کا کھانا اگر حلال اور پاک وصاف ہونے کا یقین ہو، اور کسی موقع پر اُسے کھانا پڑ جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس کی مستقل عادت بنا لینا جو دوستانہ تعلقات کو جنم دیتا ہے جائز نہیں، اس سے بچنا چاہیے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿اليوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم﴾ . (سورة المائدة : ۵)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم﴾ .

الخامسة : وأما المجوس فالعلماء مجمعون إلا من شذ منهم على أن ذبائحهم لا تؤكل ولا يتزوج منهم ، لأنهم ليسوا أهل الكتاب على المشهور عند العلماء ، ولا بأس بأكل طعام من لا كتاب له كالمشركين وعبدة الأوثان ما لم يكن من ذبائحهم ولم يحتج إلى ذكاة . (۶/۷۷ ، ۷۸)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة فإن ذبيحتهم حرام ولم يذكر محمد رحمه الله تعالى الأكل مع المجوس ومع غيره من أهل الشرك أنه هل يحل أم لا ، وحكى عن الحاكم الإمام عبد الرحمن الكاتب أنه إن ابتلى به المسلم مرة أو مرتين فلا بأس به ، وأما الدوام عليه فيكره . كذا في المحيط . (۵/۳۴۷ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم ، المحيط البرهاني : ۶/۱۰۳ ، كتاب الاستحسان والكراهية ، الفصل السادس عشر في معاملة أهل الذمة ، خلاصة الفتاوى : ۴/۳۴۶ ، كتاب الكراهية ، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي) (فتاوی محمودیہ: ۲۷/۵۷)

دسہرہ کے موقع پر غیر مسلم کا مسلمان سے بکرا ذبح کرانا

مسئلہ (۱۹۸): غیر مسلم اپنے تہوار ''دسہرہ'' کے موقع پر بُت کے نام بکرا ذبح کرتے ہیں، وہ یہ بکرا کسی مسلمان کے ہاتھوں ذبح کراتے ہیں، مسلمان ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہہ کر اُسے ذبح کرتا ہے، مگر غیر مسلم کی نیت بُت کے نام ذبح کرنے کی ہوتی ہے، تو محض مسلمان کے ''بسم اللہ اللہ اکبر'' پڑھ کر اُس کو ذبح کرنے سے جانور حلال نہیں ہوگا، اور نہ اس جانور کا گوشت کھانا مسلمان کے لیے حلال ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرِّمتْ عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير ومآ أهِلَّ لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردِّية والنطيحة ومآ أكَل السبُع إلا ما ذكّيتُم وما ذُبح على النُصُب﴾ . (سورة المائدة : ۳)

ما في " روح المعاني " : واختلف فيها فقيل في حجارة كانت حول الكعبة وكانت ثلاثمائة وستين حجرًا ، وكان أهل الجاهلية يذبحون عليها – فعلى – على أصلها ، ولعل ذبحهم عليها كان علامة لكونه لغير الله تعالى ، وقيل : هي الأصنام لأنها تنصب فتعبد من دون الله ، و" على " إما بمعنى اللام ، أو على أصلها بتقدير وما ذبح مسمى على الأصنام . (۴/۸۷ ، تفسير المظهری :۳/۵۲)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۷۰۹۱، فتاویٰ محمودیہ: ۲۷/۸۱، ط: میرٹھ، فتاویٰ عزیزی: ص/۵۳۵)

پایہ کے اوپر کی جلد کھانا

مسئلہ (۱۹۹): اگر پایہ کے اوپر کی جلد نہ ہٹائی جائے بلکہ صرف بالوں کو جلا دیا جائے، اور اُن کی جڑیں اس جلد میں باقی رہ جائیں، تب بھی پایہ کھانا مکروہ یا حرام نہیں ہے، کیوں کہ فقہاء کرام نے چمڑے کو گوشت کے مثل جائز قرار دیا ہے، جب کہ چمڑے میں بالوں کی جڑیں بھی رہتی ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الشامية " : لكن إذا كان جلد ميت مأكول اللحم لا يجوز أكله .... والحاصل أن ذكاة الحيوان مطهرة لجلده ولحمه إن كان الحيوان مأكولا .

(۱/۳۱۷ – ۳۱۹ ، كتاب الطهارة ، باب المياه ، مطلب في أحكام الدباغة)

ما في " البزازية على هامش الهندية " : وذكر بكر رحمه الله تعالى أن الجلد كاللحم ليس له بيعه والتصدق بثمنه ، وإن باعه بشيء ينتفع به بعينه يجوز ، وذكر هشام أنه يباع ما يؤكل بما يؤكل وما لا يؤكل بما لا يؤكل .

(۶/۲۹۴ ، كتاب الأضحية ، السادس في الانتفاع)

ما في " ا لتنوير وشرحه مع الشامية " : (كره تحريمًا) وقيل تنزيها ، والأول أوجه (من الشاة سبع : الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر للأثر الوارد في كراهة ذلك. (۱۰/۳۹۵ ، ۳۹۶ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى ، كذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر :۴/۴۸۹ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۲۹۱، ط: کراچی)

حلال جانور کے خصیے (فوطے)

مسئلہ (۲۰۰): بعض لوگ حلال جانور کے خصیے (فوطے) کھاتے ہیں، جب کہ یہ حرام ہیں، کیوں کہ حضراتِ فقہاء کرام نے حلال جانور میں سات چیزوں کو حرام قرار دیا ہے: (۱) دم سائل، (۲) ذَکر، (۳) خصیے، (۴) قبل، (۵) غُدّہ، (۶) مثانہ (۷) پِتّہ، لہٰذا ان چیزوں کے استعمال سے بچنا لازم ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : كره تحريمًا وقيل تنزيهًا ، والأول أوجه من الشاة سبع : الحياء والخصية والغدة والمثانة والدم المسفوح والذكر ، للأثر الوارد في كراهة ذلك ، وجمعها بعضهم في بيت واحد فقال :

فقل ذكر والأنثيان مثانة كذاك دم ثم المرارة والغُدَدْ

(۱۰/ ۳۹۵، ۳۹۶ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى)

ما في " بدائع الصنائع " : فالذي يحرم أكله منه سبعة : الدم المسفوح ، والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة ، لقوله عزّ شأنه : ﴿ويحلّ لهم الطيبٰت ويحرّ عليهم الخبآئث﴾ . وهذه الأشياء السبعة مما تستخبثه الطباع السليمة فكانت محرمة .

(۲۷۲/۶ ، كتاب الذبائح والصيود ، فصل فيما يحرم أكله من أجزاء الحيوان)

ما في " البحر الرائق " : قال رحمه الله : (كره من الشاة الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر) لما روى الأوزاعي عن واصل بن مجاهد قال : كره رسول الله ﷺ من الشاة الذكر والأنثيين والقبل والغداة والمرارة والمثانة ، قال أبو حنيفة : الدم حرام وكره الستة وذلك لقوله تعالى : ﴿حرمت عليكم الميتة﴾ [المائدة :۳] وكره ما سواه لأنه مما تستخبثه النفس وتكرهه ، وهذا المعنى سبب الكراهة لقوله تعالى : ﴿ويحرّم عليهم الخبآئث﴾ . [الأعراف :۱۵۷] .

(۳۵۸/۹ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى ، النتف في الفتاوى :ص/ ۱۵۱ ، كتاب الذبائح والصيد ، ما يكره من الشاة المذبوحة)

(فتاویٰ محمودیہ:۲۶/ ۲۱۶-۲۲۱، فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰/ ۷۹، ۸۰، فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۸۱۱۴)

علماء کو دعوت میں مرغی کا گوشت کھلانا

مسئلہ (۲۰۱): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضراتِ علماء کرام کو دعوتوں میں اکثر مرغی کا گوشت کھلایا جاتا ہے، کیا آپ ﷺ نے مرغی کھائی، اور کیا آپ ﷺ کے زمانے میں مرغیاں دستیاب تھیں؟...... جواباً عرض ہے کہ- حضراتِ علماء کرام انبیاء علیہم السلام کے وارثین ہیں، اُن کا اکرام واعزاز لازم ہے، اور مہمان جس قدر عظیم ہوتا ہے، میزبان اسی قدر اس کی مہمانی ومیزبانی کا اہتمام کرتا ہے، علماء کو دعوتوں میں مرغی کا گوشت پیش کرنا یہ بھی اسی اکرام کا جزء ہے [1]، رہی یہ بات! کہ کیا آپ ﷺ نے مرغی کھائی؟......تو ترمذی شریف کی یہ روایت کہ- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود آپ ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا- سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مرغی کا گوشت تناول فرمایا ہے۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إني جاعلك للناس إمامًا﴾ . (سورة البقرة : ۱۲۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكرناه ، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة ، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك ، ثم العلماء والقضاة العدول ، ومن ألزم الله تعالى الاقتداء بهم ، ثم الإمامة في الصلاة ونحوها . (۱/۸۳ ، مطلب في الحثّ على نظافة البدن والثياب)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي موسى قال : " رأيتُ رسول الله ﷺ يأكل لحم دجاج " – وفي الحديث كلام أكثر من هذا ، هذا حديث حسن صحيح .

(۲/۴، أبواب الأطعمة ، باب ما جاء في أكل الدجاج) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۱۴۰۲۴)

مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ میں ''اُلبیک ریسٹورنٹ'' کا چکن

مسئلہ (۲۰۲): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مکہ مدینہ میں چکن کا سالن، اور ''اُلبیک ریسٹورنٹ'' کا چکن کھانا، جائز نہیں ہے، اُن کی یہ بات علی الاطلاق (بلا قید) درست نہیں ہے، بلکہ اس میں قدرے تفصیل ہے، اور وہ یہ کہ- اگر یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ مرغ کو شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہے، نیز ذبح کے بعد اس کو گرم پانی میں اتنی دیر نہ رکھا گیا ہو کہ نجاست کے اثرات گوشت میں جذب ہو جائیں، تو اس کا کھانا شرعاً حلال وجائز ہے، اور اگر یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ مرغ کو شرعی طریقہ پر ذبح نہیں کیا گیا، یا ذبح کے بعد گرم پانی میں اتنی دیر تک رکھا گیا کہ نجاست کے اثرات گوشت میں سرایت کر گئے، تو اس کا گوشت حلال وجائز نہیں ہے، اور اگر ان دونوں باتوں میں شک ہے، تو اُس گوشت کا کھانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ گوشت میں اصل حرمت ہے، اور جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اسے کسی مسلمان نے ذبح کیا ہے، یا ایسے کتابی نے ذبح کیا ہے، جو شرائطِ شرعیہ کی پابندی کرتا ہے، اس وقت تک اس کو کھانا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' رد المحتار '' : قوله : (وكذا دجاجة الخ) قال في الفتح : إنها لا تطهر أبدًا، لكن على قول أبي يوسف تطهر ، والعلة والله اعلم تشربها النجاسة بواسطة الغليان ، وعليه اشتهر أن اللحم السميط بمصر نجس ، لكن العلة المذكورة لا تثبت ما لم يمكث اللحم بعد الغليان زمانًا يقع في مثله التشرّب والدخول في باطن اللحم ، وكل =

....

....

....

منهما غير متحقق في السميط حيث لا يصل إلى حدّ الغليان ، ولا يترك فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلى ظاهر الجلد لتنحل مسام الصوف ، بل لو ترك يمنع انقلاع الشعر . (۱/ ۴۷۱ ، ۴۷۲ ، باب الأنجاس ، مطلب في تطهير الدهن والعسل)

ما في " البحر الرائق " : ولو ألقيت دجاجة حال الغليان في الماء قبل أن يشق بطنها النتف أو كرش قبل الغسل لا يطهر أبدًا ، لكن على قول أبي يوسف يجب أن يطهر على قانون ما تقدم في اللحم ، قلت : وهو سبحانه أعلم هو معلل بتشربها النجاسة المتخللة بواسطة الغليان ، وعلى هذا اشتهر أن اللحم السميط بمصر نجس لا يطهر ، لكن العلة المذكورة لا تثبت حتى يصل الماء إلى حد الغليان ، ويمكث فيه اللحم بعد ذلک زمانًا يقع في مثله التشرب والدخول في باطن اللحم ، وكل من الأمرين غير متحقق في السميط الواقع حيث لا يصل الماء إلى حدّ الغليان ولا يترک فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلى سطح الجلد ، فتنحل مسام السطح من الصوف بل ذلک الترک يمنع من وجوده انقلاع الشعر . (۱/۵ ۱ ۴ ، ۴۱۶ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : قوله : (وعلى هذا الدجاج الخ) يعني لو ألقيت دجاجة حال غليان الماء قبل أن يشقّ بطنها لتنتف ، أو كرش ، قيل أن يغسل إن وصل الماء إلى حدّ الغليان ومكثت فيه بعد ذلک زمانًا يقع في مثله التشرّب والدخول في باطن اللحم لا تطهر أبدًا إلا عند أبي يوسف كما مر في اللحم وإن لم يصل الماء إلى حد الغليان ، أو لم تترک فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلى سطح الجلد لانحلال مسام السطح عن الريش والصوف تطهر بالغسل ثلاثًا كما حققه الكمال . (ص/ ۱۶۱ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس والطهارة منها ، فتح القدير : ۱/ ۲۱۱ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس وتطهيرها) (انعام الباری:۶/ ۹۹،فتاویٰ دارالعلوم،رقم الفتویٰ:۴۰۰۹۴)

پولٹری فارم (Poultry Farm) کی مرغیوں کی غذا

مسئلہ (۲۰۳): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ پولٹری فارم (Poultry Farm) کی مرغیوں کی جس دانہ سے پرورش ہوتی ہے، وہ دانہ خنزیر کی چربی سے تیار ہوتا ہے، اسی لیے وہ چالیس دنوں میں اتنی صحت مند ہوجاتی ہیں، اور یہ دانہ بیرونی ممالک سے درآمد کیا جاتا ہے، اس لیے ان کا کھانا حلال نہیں ہے، اُن کی یہ بات درست نہیں ہے، کیوں کہ اس دانہ کی وجہ سے گوشت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس دانہ کا کوئی اثر باقی رہتا ہے، بلکہ وہ نیست ونابود ہوجاتا ہے، اس لیے ان کا کھانا حلال ہے، ہاں! اگر اِس دانہ کی وجہ سے گوشت متغیر ہوجائے، اس کی اصلی وفطری بُو بدل جائے، تو پھر اُسے اس وقت تک کھانا درست نہ ہوگا، جب تک کہ ذبح سے پہلے کم ازکم تین روز اسے حلال وپاک غذا نہ دی جائے، ورنہ درست نہ ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها ، وقدر بثلاثة أيام لدجاجة ، وأربعة لشاة ، وعشرة لإبل وبقر على الأظهر ، ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدي غذي بلبن خنزير ، لأن لحمه لا يتغير ، وما غذي به يصير مستهلكًا لا يبقى له أثر . در مختار . وفي الشامية : قوله : (لأن لحمه لا يتغير الخ) كذا في الذخيرة . وهو موافق لما مرّ أن المعتبر النتن .... وفي شرح الوهبانية عن القنية راقمًا أنه يحلّ إذا ذبح أيام ، وإلا لا . (۹/۴۱۴ ، ۴۱۵ ، كتاب الحظر والإباحة ، ط : ديوبند ، كذا في البحر الرائق: ۸/۳۳۵ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب ، ط : بيروت)=

سانڈے کا گوشت اور تیل

مسئلہ (۲۰۴): سانڈا[۱] جس کی چربی کا تیل نکالا جاتا ہے، خبیث جانوروں میں سے ہے، لہٰذا اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے[۲]، البتہ اگر اس کا تیل بطورِ دوا-خارجِ بدن یعنی بیرونی جسم میں استعمال کیا جائے، تو اس کی گنجائش ہے[۳]، بشرطیکہ نماز سے پہلے اس کو دھولیا جائے۔[۴]

= ما في " الفتاوى الهندية " : الجدي إذا كان يربى بلبن الأتان والخنزير إن اعتلف أيامًا فلا بأس ، لأنه بمنزلة الجلالة ، والجلالة إذا حبست أيامًا فعلقت لا بأس بها ، فكذا هذا . كذا في الفتاوى الكبرى . (۵/ ۲۹۰ ، كتاب الذبائح ، الباب الثاني في بيان ما يؤكل من الحيوان وما لا يؤكل) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۹۶۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فيروز اللغات " : گوہ کی قسم کا ایک جانور جس کا تیل نکال کر گٹھیا کے درد کے لیے یا طِلا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ (ص/ ۷۶۹)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ويحرّم عليهم الخبآئث﴾ . (سورة الأعراف : ۱۵۷)

ما في " المبسوط للسرخسي " : والمستوحش نوعان : منها صيد البحر لا يحلّ تناول شيء منها سوى السمك ، ومنها صيد البرّ ، ويحلّ تناولها إلا ما له ناب أو مخلب لنهي النبي ﷺ عن أكل كلّ ذي ناب من السباع ، وكل ذي مخلب من الطّير ، ولمعنى الخبث فيهما ، فإن من طبعهما الاختطاب والانتهاب فلا بدّ من ظهور أثر ذلك في خلق المتناول للغذاء من الأثر في ذلك .... والمستخبث حرام بالنص لقوله تعالى : ﴿ويحرّم عليهم الخبآئث﴾ ولهذا حرام تناول الحشرات فإنها مستخبثة طبعًا . (۱۱/ ۲۴۰ ، كتاب الصيد)=

....

....

....

....

= ما في " الدر المختار مع الشامية " : والخبيث ما تستخبثه الطباع السليمة . در مختار . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (والخبيث الخ) قال في معراج الدراية : أجمع العلماء على أن المستخبثات حرام بالنص وهو قوله تعالى : ﴿ويحرّم عليهم الخبآئث﴾ . (۳۷۰/۹ ، كتاب الذبائح ، الفتاوى الهندية :۲۸۹/۵، كتاب الذبائح ، الباب الثاني في بيان ما يؤكل من الحيوان وما لا يؤكل)

(۳) ما في " تبيين الحقائق " : وكما يطهر لحمه يطهر شحمه أيضًا ، حتى لو وقع في الماء القليل لا يفسده ، وهل يجوز الانتفاع به لغير الأكل ، قيل : لا يجوز اعتبارا بالأكل ، وقيل : يجوز كالزيت إذا خالطه شحم الميتة والزيت غالب .

(۴۶۹/۲ ، كتاب الذبائح)

(۴) ما في " الهداية " : يجب على المصلي أن يقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس على ما قدمناه قال الله تعالى : ﴿وثيابک فطهّر﴾ . وقال الله تعالى : ﴿وإن كنتم جُنُبًا فاطّهّرُوا﴾ . (۹۲/۱ ، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة التي تتقدمها)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۲۷۲۹۷)

کھانے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اُٹھانا

مسئلہ (۲۰۵): بعض لوگ کھانے سے فراغت کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں بھی ہاتھ اُٹھاتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ یہ دعا ہے، اور دعا میں ہاتھ اُٹھانا مسنون ہے، اُن کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ طواف کرتے وقت دعا مسنون ہے، مگر اس میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے، نماز کے اندر بھی دعا ہوتی ہے، سوتے وقت بھی دعا ہوتی ہے، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، بیت الخلاء میں جاتے وقت اور نکلتے وقت بھی دعا ثابت ہے، مگر اِن تمام دعاؤں میں ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں، ایسے ہی کھانا کھانے کے بعد بھی دعا ثابت ہے [1]، مگر اس میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے، اسی طرح کھانے کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی ثابت نہیں۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " سنن ابن ماجه " : عن أبي سعيد قال : كان النبي ﷺ إذا أكل طعامًا قال : " الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين " .

(ص/۲۳٦ ، باب مسح اليد بعد الطعام)

ما في " عون المعبود " : عن ثابت عن أنس – أن النبي ﷺ جاء إلى سعد بن عبادة فجاء بخبز وزيتٍ فأكل ثم قال النبي ﷺ : " أفطر عندكم الصائمون ، وأكل طعامكم الأبرار ، وصلت عليكم الملائكة " . [ابو داود] (عون المعبود : ص/۳/۴۳۳ ، ط : الهند ، ۱۰/۲۳۸ ، ط : بيروت ، كذا في السنن الكبرى للبيهقي : ۷/۲۸۷ ، ط : دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد الهند)=

ٹوٹے پھوٹے برتنوں میں کھانا پینا

مسئلہ (۲۰۶): جو برتن گھروں میں ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں، اُن میں کھانا پینا مکروہ ہے، کیوں کہ ان سے ہاتھ وغیرہ کے زخمی ہونے، شئ ماکول ومشروب کے ضائع ہونے، اوراُن کے منہ میں چُبھنے کا خطرہ واندیشہ ہوتا ہے، اور اس مقام پر چوں کہ مَیل وغیرہ بھی جَما ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اُن کا استعمال طبعِ سلیم کے خلاف ہے۔ (۲)

= ما في " عون المعبود " : عن جابر بن عبد الله قال : صنع أبو الهيثم بن التَيهان للنبي ﷺ طعامًا فدعا النبي ﷺ وأصحابه ، فلما فرغوا قال : " أثيبوا أخاكم " قالوا : يا رسول الله ! وما إثابته ؟ قال : " إن الرجل إذا دخل بيته فأُكِل طعامُه وشُرب شرابُه فدعَوا له ، فذلک إثابته " . قال الشارح : (فدعوا له) أي دعا له الآكلون (فذلک) أي الدعاء له (إثابته) أي ثوابه وجزاؤه . والحديث يدل على أنه يستحب للمودّعين أن يدعوا للداعي بعد الفراغ من الطعام .

(۱۰/۲۳۷ ، ط : بيروت ، ۳/۴۳۳ ، ط : الهند ، الموسوعة الفقهية : ۶/۱۲۲)

(۲) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : لأنه ﷺ كان يدعو كثيرًا ، كما هو في الصلاة والطواف وغيرهما من الدعوات المأثورة دبر الصلاة وعند النوم وبعد الأكل أمثال ذلک ولم يرفع يديه ولم يمسح بهما وجهه ، أفاده في شرح المشكوة . وشرح الحصن والحصين وغيرهما . (ص/۳۱۹ ، ط : مكتبة شيخ الهند بديوبند) (فتاویٰ رحیمیہ: ۲/ ۲۴۷، آپ کے مسائل اوراُن کا حل: ۳۹۲/۸، تخریج شدہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي سعيدٍ الخدري رضي الله تعالى عنه أنه قال : "نهى رسول الله ﷺ عن الشرب من ثلمة القدح وأن ينفخ في الشراب " .

(ص/۵۲۳ ، كتاب الأشربة ، باب في الشرب من ثلمة القدح ، قديمي ، مشكوة المصابيح : ص/۳۷۱ ، قديمي)=

....

....

....

....

= ما في " المصنف لعبد الرزاق الصنعاني " : أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن جعفر الجزري عن يزيد بن الأصم عن أبي هريرة " أنه كره أن يشرب الرجل من كسر القدح أو يتوضأ منه " .

(۱۰/۴۲۷ ، ۴۲۸ ، رقم الحديث : ۱۹۵۹۲ ، باب ثلمة القدح وعروته ، كذا في رقم الحديث : ۱۹۵۹۳ و ۱۹۵۹۵ ، ط : من منشورات المجلس العلمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : .... قال الخطابي : إنما نهى عن الشرب من ثلمة القدح لأنها لا تتماسک عليها شفة الشارب ، فإنه إذا شرب منها يصيب الماء ويسيل على وجهه وثوبه ، زاد ابن الملک أو لأن موضعها لا يناله التنظيف التام عند غسل الإناء .

(۸/۱۷۴ ، ط : مکتبه اشرفيه ديوبند ، شرح الطيبي : ۸/۲۰۲ ، ط : زکريا بکڈپو ديوبند ، التعليق الصبيح : ۴/۴۹۴ ، ط : مکتبه رشيديه کوئٹه)

ما في " بذل المجهود " : قال في المجمع : لأنه لا يتماسک عليها فم الشارب ، وربما انصبّ الماء على ثوبه وبدنه ، وقيل : لا يناله التنظيف التام إذا غسل الإناء ، وورد أنه مقعد الشيطان ولعله أراد به عدم النظافة . (۱۱/۴۵۳ ، تحت رقم الحديث : ۳۷۲۲ ، ط : دار البشائر الإسلامية ، معالم السنن للخطابي : ۴/۲۵۳ ، رقم الحديث : ۱۶۰۲ ، ط : بيروت ، كذا في عون المعبود : ۱۰/۱۰۹ ، رقم الحديث : ۳۷۱۸ ، ط : احياء التراث ، الموسوعة الفقهية : ۲۵/۳۶۷ ، الشرب من ثلمة الإناء ، شرب ، الآداب الشرعية : ۳/۱۸۳ ، ط : مکتبة الرياض الحديثة ، مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى : ۵/۲۴۸ ، ط : بيروت)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ:۴۰۳۸۲، احسن الفتاویٰ:۸/۱۲۷، الحظر والاباحۃ)

گوشت کھا کر ہڈیاں چبانا

مسئلہ (٢٠٧): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ گوشت کھا کر ہڈیاں نہیں چبانا چاہیے- کہ ان پر اللہ تعالیٰ جنات کی غذا پیدا فرماتے ہیں، اُن کی یہ بات اِس حدتک تو درست ہے کہ- اللہ پاک ان پر جنات کی غذا پیدا فرماتے ہیں[1]، مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ہڈیوں کونہیں چبانا چاہیے، صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ان ہڈیوں پر اللہ رب العزت کا غذا کو پیدا کرنا، اس میں ہڈیوں کو چبانے اور نہ چبانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیوں کہ وہ قادرِ مطلق ہے[2]، بغیر ہڈیوں کے بھی جنات کے لیے غذا پیدا کرسکتا ہے، اُن کو چبانے کی صورت میں بھی غذا پیدا کرسکتا ہے، اورنہ چبانے کی صورت میں بھی۔

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " شرح معاني الآثار " : عن أبي هريرة قال : اتبعتُ رسول الله ﷺ وخرج في حاجة له وكان لا يلتفت فدنوتُ منه فاستأنستُ وتنحنتُ فقال : من هذا ؟ فقلت : أبو هريرة ، فقال : يا أبا هريرة ! أبغني أحجارًا استطيب بهنّ ولا تأتني بعظم ولا بروث قال : فأتيته بأحجار أحملها في مُلاء ة فوضعتها إلى جنبه ثم أعرضتُ عنه ، فلما قضى حاجته اتبعته فسألته عن الأحجار والعظم والروثة فقال : إنه جاء ني وفد نصيبين من الجنّ – ونعم الجنُّ – هم فسألوني الزادَ ، فدعوتُ الله لهم أن لا يمروا بعظمٍ ولا بروثةٍ إلا وجدوا عليه طعامًا " .

(١/٩٤، باب الاستجمار بالعظام ، ط : مكتبه دار السلام سهارنپور ، فتح الباري : ١/٢٥٥ ، صحيح مسلم : ١/٢/٣٣٢ ، بخارى : ص/٥٥، رقم الحديث :١٥٥ ، كتاب الوضوء ، باب النهي عن الاستنجاء باليمين ، ط : احياء التراث)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الله على كل شيء قدير﴾ . (سورة البقرة : ٢٠)=

مچھلی کھانے کے بعد دودھ پینا

مسئلہ(۲۰۸): مچھلی کھانے کے بعد دودھ پینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ اطباء اِس سے منع کرتے ہیں، کہ اس سے سفید داغ ہونے کا اندیشہ ہے، اس لیے اِس سے بچنا بہتر ہے۔[1]

= ما في " الموسوعة الفقهية " : قال الراغب الأصفهاني : .... وإذا وصف الله تعالى بها فهي نفيُ العَجز عنه ، ومحال أن يوصف غير الله تعالى بالقدرة المطلقة معنى ، وإن أطلق عليه لفظا . (۳۲/۳۴۷ ، القدرة)

ما في " تفسير المظهري " : والقدرة : التمكن من إيجاد الشيء ، والقادر هو الذي إن شاء فعل ، وإن شاء لم يفعل . (۱/۳۸)

ما في " روح المعاني " : وهو شامل للمعدوم والموجود الواجب والممكن وتختلف إطلاقاته . (۱/۲۸۷) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۸/۳۹۲،تخریج شدہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المطاعم والمشارب " : نقل ابن القيم عن ابن ماسويه فصلا في كتاب المحاذير قال : ومن جمع في معدته اللبن والسمک فأصابه جذام أو برص أو نقرس فلا يلومنّ إلا نفسه . (ص/۹۸ ، ۹۹ ، أسعد محمد سعيد الصاغرجی)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۵۰۳۳)

رات کے وقت پیاز کھانا

مسئلہ (۲۰۹): بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ رات میں پیاز کھانا جائز نہیں، اُن کی یہ بات درست نہیں، کیوں کہ جس طرح دن میں پیاز کھانا جائز ہے، اسی طرح رات میں کھانا بھی جائز ہے، ہاں! البتہ حضراتِ فقہاء کرام نے یہ لکھا ہے کہ پیاز یا اور کوئی بد بودار چیز کھا کر بلا مسواک کیے مسجد میں نہیں آنا چاہیے، خواہ دن میں ہو یا رات میں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن شهاب ، زعم عطاء أن جابر بن عبد الله زعم ، أن النبي ﷺ قال : " من أكل ثومًا أو بصلا فليعتزِلْنا ، أو قال : فليعتزل مسجدنا وليقعد في بيته " — الحديث . (۱/۱۱۸ ، كتاب الأذان ، باب ما جاء في الثوم النيء والبصل والكراث ، رقم الحديث :۸۵۵ ، صحيح مسلم : ۱/۲۰۹ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب نهي من أكل ثوما أو بصلا أو كراثاً أو نحوها ، رقم الحديث :۱۲۵۳)

ما في " المنهاج بشرح صحيح مسلم بن الحجاج " : هذا تصريح بنهي من أكل الثوم ونحوه عن دخول كل مسجد ، وهذا مذهب العلماء كافة إلا ما حكاه القاضي عياض عن بعض العلماء أن النهي خاص في مسجد النبي ﷺ لقوله ﷺ في بعض روايات مسلم : (فلا يقربنّ مسجدنا) وحجة الجمهور فلا يقربنّ المساجد ، ثم ان النهي إنما هو عن حضور المسجد لا عن أكل الثوم والبصل ونحوهما ، فهذه البقول حلال بإجماع من يعتد به . (۳/۳۶۶ ، تحت رقم الحديث :۱۲۲۸)

ما في " الشامية " : قوله : (وأكل نحو ثوم) أي كبصل ونحوه مما له رائحة كريهة ، للحديث الصحيح في النهي عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد ، قال الإمام العيني في شرحه على صحيح البخاري قلت : علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين ، ولا يختص بمسجده عليه الصلاة والسلام ، بل الكل سواء لرواية " مساجدنا " بالجمع . (۲/۳۷۷ ، ۳۷۸ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في الغرس في المسجد ، حلبي كبير :ص/۶۱۰ ، فصل في أحكام المسجد) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ:۴۰۳۶۴)

مخصوص COD والی اشیاء کا استعمال

مسئلہ (۲۱۰): اسکول وکالج کے بعض طلباء کی طرف سے یہ بات دریافت کی جاتی ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کھانے کی وہ چیزیں جن کا ای کوڈ (-100، 110، 120، 140، 141، 153، 210، 213، 214، 216، 234، 252، 270، 280، 325، 326، 327، 334، 335، 336، 337، 422، 430، 431، 432، 433، 435، 436، 440، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 481، 482، 483، 491، 492، 493، 494، 495، 542، 570، 572، 631، 904) - ہوتا ہے، اُن میں خنزیر کی چربی شامل ہوتی ہے، تو ان کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اُن کے اِس سوال کے جواب میں یہ عرض ہے کہ- اگر کوئی کمپنی حرام کھانا بنانے میں معروف نہ ہو تو محض کسی مخصوص کوڈ یا کسی کمپنی کی اشیاء ہونے کی وجہ سے کسی چیز کو شرعاً حرام یا حلال قرار نہیں دیا جاسکتا، مگر یہ کہ یقین کے ساتھ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس کے اجزاء ترکیبیہ (بشمول تمام ای کوڈ) میں سے کوئی چیز حرام ہے، اور کسی کیمیاوی طریقہ سے اس کی حقیقت و ماہیت کو تبدیل نہیں کیا گیا، تب تو اس سی بچنا لازم ہوگا، جب کہ تقویٰ کا تقاضہ یہ ہے کہ جس چیز کی حلت وحرمت میں شک ہو، اسے استعمال میں لانے سے احتراز کیا جائے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن النعمان بن بشير رضي الله عنه قال : سمعتُ =

ریڈ بُل (Red Bull) مشروب کا حکم

مسئلہ (۲۱۱): ریڈ بُل (Red Bull) ایک مشروب ہے، جس سے اِنرجی اورقوت حاصل کی جاتی ہے، بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس میں الکحل ملایا جاتا ہے، اس لیے اس کا استعمال حلال نہیں ہے، لیکن اس سلسلے میں تھوڑی تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر اس میں ملایا جانے والا الکحل انگور اور کھجور سے بنایا جاتا ہے، تو اس کا استعمال درست نہیں ہے، اور اگر انگور و کھجور کے علاوہ کسی دوسری چیز سے بنایا جاتا ہے، اور اتنی کم مقدار میں ملایا جاتا ہے جس سے نشہ نہیں آتا تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔[1]

= رسول الله ﷺ يقول : " الحلال بيّنٌ والحرام بيّن ، وبين ذلك أمورٌ مشتبهات ، لا يدري كثيرٌ من الناس أمِن الحلال هي أم من الحرام ، فمن تركها استبرأ لدينه وعرضه فقد سلم ، ومن واقع شيئًا منها يوشك أن يواقع الحرام كما أنه من يرعى حول الحمى يوشك أن يواقعه ، ألا وإن لكل ملك حمى ؛ ألا وإن حمى الله محارمه " .

(۱/ ۲۲۹ ، كتاب البيوع ، باب ما جاء في ترك الشبهات ، رقم الحديث : ۱۲۰۵)

ما في " الأشباه والنظائر مع شرحه للحموي " : هل الأصل في الأشياء الإباحة – قال الحموي : ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا في بعض تعليقه أن المختار أن الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا. (۱/ ۲۵۲ ، تحت القاعدة الثالثة – هل الأصل في الأشياء الإباحة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : القاعدة الأولى : اليقين لا يزول بالشكّ – معنى هذه القاعدة ان ما ثبت بيقين لا يرتفع بالشک ، وما ثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين .

(۵/ ۲۸۹ ، يقين ، قواعد الفقه : ص/ ۱۱) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۱۶۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : وهو أنه إذا اعتاد أكل شيء من الجامدات التي لا يحرم قليلها ويسكر كثيرها حتى صار يأكل منها القدر المسكر ولا يسكره سواء أسكره في ابتداء=

....

....

....

....

= الأمر أو لا ، فهل يحرم عليه استعماله نظرًا إلى أنه يسكر غيره أو إلى أنه قد أسكره قبل اعتياده ، أم لا يحرم نظرًا إلى أنه طاهر مباح ؟ .... صرّح الشافعية بأن العبرة لما يغيب العقل بالنظر لغالب الناس بلا عادة . (۱۰/۴۰ ، ۴۱ ، كتاب الأشربة)

وفيه أيضًا : والحاصل : أنه لا يلزم من حرمة الكثير المسكر حرمة قليله ولا نجاسة مطلقًا إلا في المائعات لمعنى خاص بها ، أما الجامدات فلا يحرم منها إلا الكثير المسكر . (۱۰/۳۷ ، كتاب الأشربة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : وبهذا تبين حكم الكحول المسكرة (AL COHALS) التي عمت بها البلوى اليوم ، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى ، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها ، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى ، ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الإسكار ، لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرى ، ولا يحكم بنجاستها أخذًا بقول أبي حنيفة رحمه الله .

وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما يتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره ، كما ذكر في باب بيع الخمر من كتاب البيوع ، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى ، والله سبحانه أعلم . (۳/۶۰۸ ، كتاب الأشربة ، حكم الكحول المسكرة ، تحت رقم الحديث : ۵۰۹۴ ، المكتبة الأشرفية بديوبند) (فتاوی بنوریہ، رقم الفتوی:۱۲۹۹۴)

سوائن فلو کی ویکسین کا استعمال

مسئلہ (۲۱۲): بیماری یا وائرس کوئی بھی ہو اس کی روک تھام کے لیے انسدادی تدابیر اختیار کرنا مقاصدِ شرعیہ میں داخل ہیں، اس لیے سوائن فلو کی ویکسین (Swinflu Vaccine) استعمال کرنا شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ اس کے اجزاءِ ترکیبی میں کسی حرام چیز کی آمیزش نہ کی گئی ہو۔ (۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لأبي داود " : عن أسامة بن شريك قال : أتيتُ النبي ﷺ وأصحابه كأنما على رؤسهم الطير فسلمت ثم قعدت فجاء الأعراب من ههنا وههنا فقالوا : يا رسول الله ! أ نتداوي ؟ فقال : " تداووا ، فإن الله تعالى لم يضع داء إلا وضع له دواء غير داء واحد ؛ الهرم " . (ص/ ۵۳۹ ، كتاب الطب ، باب الرجل يتداوي ، رقم الحديث : ۳۸۵۵ ، مشكوة المصابيح :ص/۳۸۸ ، كتاب الطب والرقى ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۴۵۳۲)

ما في " السنن لأبي داود " : عن أبي الدرداء قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الله أنزل الداء والدواء وجعل لكل داء دواء ، فتداووا ولا تتداووا بحرام " . (ص/ ۵۴۱ ، كتاب الطب ، باب في الأدوية المكروهة ، رقم الحديث : ۳۸۷۴ ، مشكوة المصابيح :ص/۳۸۸ ، كتاب الطب والرقى ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۴۵۳۸)

ما في " حاشية السنن لأبي داود " : وقال النووي : في هذا الحديث إشارة إلى استحباب الدواء وهو مذهب أصحابنا وجمهور السلف وعامة الخلف ، قال القاضي عياض في هذا الحديث جمل من علوم الدين والدنيا وصحة علم الطب وجواز التطبب في الجملة وقال : وفيه رد على من أنكر التداوي من غلاة الصوفية .

(ص/ ۵۳۹ ، كتاب الطب)

کیپسول (Capsule) کا استعمال

مسئلہ (۲۱۳): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم دوائی کے طور پر جتنے بھی کیپسول (Capsule) لیتے ہیں، وہ جیلاٹین (Gelatine) سے بنتے ہیں، اور یہ عموماً جانور کی چربی سے حاصل کی جاتی ہے، پودوں سے بہت کم کیپسول بنتے ہیں، اس لیے ان کا استعمال درست نہیں ہے، اُن کی یہ بات اس وقت تک قابلِ تسلیم نہیں، جب تک ان کیپسولوں میں حرام اجزاء کے شامل ہونے کا قطعی طور پر یقین نہ ہوجائے[۱]، بالخصوص اس صورت میں جب کہ ان کیپسولوں کا استعمال عام ہے، اور ہر طرح کے لوگ ان کو استعمال کررہے ہیں، تو محض شک وشبہ کی وجہ سے ان کے استعمال سے بچنے کا حکم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ان کا استعمال کرنا جائز ہوگا[۲]، ہاں! جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ ان میں حرام اجزاء شامل ہوتے ہیں، تو اس وقت ان کا حکم مختلف ہوگا۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأشباه لإبن نجيم " : اليقين لا يزول بالشک . (۱/ ۲۲۰)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ان ما ثبت بيقين لا يرتفع بالشک ، وما ثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين . (۴۵/ ۲۷۹ ، يقين)

ما في " الشامية " : من شکّ في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا ، فهو طاهر ما لم يستيقن ..... وكذا ما يتخذه أهل الشرک أو الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والأطعمة والثياب . (۱/ ۲۵۴ ، كتاب الطهارة ، قبيل مطلب في أبحاث الغسل ، كذا الفتاوى التاتارخانية : ۱/ ۲۷۹ ، كتاب الطهارة ، نوع آخر في مسائل الشک)

(۲) ما في " موقع المسلم " : يجوز استعمال الجلاتين المستخرج من المواد المباحة ومن الحيوانات المباحة المذكاة تذكية شرعية . (على شبكة نيت/.almoslim.net)

(۳) ما في " قواعد الفقه " : الأصل في الأشياء الإباحة. (ص/ ۵۹، الأشباه لإبن نجيم: ۱/ ۲۵۲، الموسوعة الفقهية : ۱/ ۱۳۰) (فتاوی دارالعلوم دیوبند، رقم الفتوی:۲۹۰۸۴)

استقرار کے بعد شیرخوار کو دودھ پلانا

مسئلہ (۲۱۴): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر بچے کے دودھ پینے کے زمانے (مفتیٰ بہ قول کے مطابق دوسال) میں عورت کو حمل ٹھہر جائے، تو شیرخوار بچے کو دودھ پلانا درست نہیں ہے، اُن کا یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ صحیح بات یہ ہے کہ دودھ پلانے کی مدت کے دوران اگر ماں کا دودھ ہو تو وہ بلاشبہ بچے کو پلاسکتی ہے، شرعاً اس میں کوئی ممانعت وقباحت نہیں ہے، البتہ اگر حمل ٹھہر جانے کے بعد بچے کو دودھ پلانا اگر بچے یا حاملہ کی صحت کے لیے نقصان دہ ہو اور کوئی مسلمان ماہر معالج دودھ پلانے کو منع کردے، تو پھر دودھ پلانے سے بچنا بہتر ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : هو (حولان ونصف عنده وحولان) فقط (عندهما وهو الأصح) . فتح . وبه يفتى . كما في تصحيح القدوري عن العون ، لكن في الجوهرة أنه في الحولين ونصف ولو بعد الفطام محرم . وعليه الفتوى . الدر المختار . وفي الشامية : قوله : (لكن الخ) استدراك على قوله : " وبه يفتى " وحاصله انهما قولان أفتى بكل منهما . (۳۹۳/۴ – ۳۹۵ ، كتاب النكاح ، باب الرضاع ، بيروت)

ما في " مشكوة المصابيح " : وعن جذامة بنت وهب قالت : حضرت رسول الله ﷺ في أناس وهو يقول : " لقد هممتُ أن أنهى عن الغيلة ، فنظرت في الروم وفارس ، فإذاهم يغيلون أولادهم ، فلا يضرّ أولادهم ذلك شيئًا " .

(ص/۲۷۶ ، كتاب النكاح ، باب المباشرة ، الفصل الأول ، رقم الحديث : ۳۱۸۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال العلماء : وسبب همه عليه الصلاة والسلام بالنهي أنه خاف معه ضرر الولد الرضيع لأن الأطباء يقولون أن ذلك اللبن داء والعرب تكرهه وتنقيه ، ذكره السيوطي ، قال القاضي : كان العرب يحترزون عن الغيلة ويزعمون أنها تضرّ الولد ، وكان ذلك من المشهورات الذائعة عندهم فأراد النبي ﷺ أن ينهى عنها لذلك ، فرأى أن فارس والروم يفعلون ذلك ولا يبالون به ثم أنه لا يعود على أولادهم بضرر فلم ينه . (۳۱۷/۶ ، ۳۱۸ ، باب المباشرة) (فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۴۲۷۴۰)

فصل فی الختان

بالغ مسلم اور نو مسلم کی ختنہ

مسئلہ (۲۱۵): ختنہ شعائر اسلام اور اس کے خصائص میں سے ہے، مسلم کے لیے اس کی اتنی اہمیت نہیں جتنی نو مسلم کے لیے ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمان بچہ ہو تو اس کی ختنہ کا حکم ہے، لیکن جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی ختنہ کا حکم نہیں ہے، کیوں کہ ختنہ سنت ہے، اور سترِ عورت فرض ہے، اور قاعدہ ہے کہ سنت کی خاطر فرض کو ترک نہیں کیا جاسکتا[1]، بخلاف کافر کے، اگر بالغ کافر مسلمان ہو جائے تو بالاتفاق اس کی ختنہ کا حکم ہے، اس لیے کہ سترِ عورت کے مقابلے میں اس کی ختنہ زیادہ اہمیت رکھتی ہے، چوں کہ کافر بالغ ہونے کے باوجود دینِ اسلام کی مخالفت کرتا رہا، اور اب مسلمان ہو کر اس کی مخالفت کو ترک کرنا چاہتا ہے، تو پوری طرح ترکِ مخالفت اُسی وقت ہوگی جب خلافِ اسلام کوئی ظاہری علامت بھی اس میں باقی نہ رہے[2]، نیز ختنہ اس کی صداقت اور استقامت کی دلیل اور اسلام پر ثابت قدم رہنے میں مفید و معین ہے، اس لیے اس کی ختنہ کرانی ضروری ہے، البتہ اس صورت میں ضروری ہے کہ ختنہ کا مخصوص مقام ہی کھولا جائے، اس کے علاوہ نہیں[3]، اور ختنہ کرنے والا جہاں تک ممکن ہو نظر و ہاتھ بچا کر کام کرے، ہاں! اگر نو مسلم بے حد ضعیف و کمزور ہو اور ختنہ کی تاب نہ لا سکے تو پھر ختنہ لازم نہیں۔[4]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الأشباه والنظائر للسيوطي “ : الواجب لا يترك إلا لواجب، وعبر عنها=

....

....

....

....

= قوم بقولهم : " الواجب لا يترك لسنة " وقوم بقولهم : " ما لا بد منه لا يترك إلا لما لا بدّ منه " . (۱/۲۱۶ ، القاعدة الثالثة والعشرون ، الكتاب الثاني)

(۲) ما في " مجموعة الفتاوى " : وكافريكه مسلمان شده ختنه اش بايد كرد ، در خزانة الروايات مي أرد في الذخيرة أن المسلم يختن ما لم يبلغ ، فإذا بلغ لم يختن ، لأن ستر عورة البالغ فرض ، والختان سنة، فلا يترك الفرض للسنة ، والكافر إذا أسلم يختن بالاتفاق لمخالفته دين الإسلام وهو بالغ . (۳/۹۶،بحوالہ فتاوی رحیمیہ:۱۰/۱۳۴)

(۳) ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها .

(۱/۳۰۸ ، القاعدة الخامسة ؛ الضرر يزال)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تقدر بقدرها . (ص/۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۱)

(۴) ما في " فتاوى قاضيخان " : وكذا المجوسي إذا أسلم وهو شيخ ضعيف أخبر أهل البصر أنه لا يطيق الختان يترك . (۴/۳۶۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في الختان)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويختتن الكافر إذا أسلم وجوبًا بشرط كونه مكلفًا ، وألا يخاف على نفسه منه .

(۱/۵۳۲ ، الفصل الخامس ، الغسل ، المطلب الرابع ؛ سنن الغسل)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : صبي حشفته ظاهرة بحيث لو رآه إنسان ظنه مختونا ولا تقطع جلدة ذكره إلا بتشديد ألمه ترك على حاله كشيخ أسلم ، وقال أهل النظر : لا يطيق الختان ترك أيضًا . (۱۰/۳۹۸ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتى)

(فتاوی رحیمیہ:۱۰/۱۳۴،۱۳۵)

مسائل شتی

مختلف مسائل

سفارش کے سلسلے میں شریعت کا ضابطہ

مسئلہ (۲۱۶): آج کل سفارشوں اور اپنے اثر ورسوخ کے استعمال کا دور دورہ ہے، یہ بھی نہیں دیکھا جاتا کہ سفارش جائز حق کے لیے ہے یا ناجائز؟ اور جس کے لیے کسی چیز کی سفارش کی جارہی ہے وہ اُس کا اہل وحقدار ہے بھی یا نہیں؟ حالانکہ شریعتِ اسلامیہ میں کسی کی سفارش کے لیے یہ ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ:

۱- سفارش جائز حق کے لیے ہو، ناجائز حق کے لیے نہیں۔

۲- طالبِ سفارش اپنے مطالبہ کو بوجہ کمزوری خود بڑے لوگوں تک نہ پہنچا سکتا ہو۔

۳- سفارش کرنے والا اپنی سفارش کے قبول کرنے پر اُس بڑے شخص کو مجبور نہ کرے، جس سے وہ سفارش کر رہا ہے۔

اگر اس ضابطہ کے تحت کسی کی سفارش کی جاتی ہے، تو یہ شفاعتِ حسنہ ہے، ایسی سفارش پر ثواب ملے گا، ورنہ یہ سفارش، شفاعتِ سیئہ میں داخل ہوگی، اور سفارش کرنے والا گنہگار ہوکر مستحقِ عذاب ہوگا، اس لیے کسی بھی شخص کی سفارش کرتے وقت اس ضابطۂ شرعیہ کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيبٌ منها ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفلٌ منها﴾ . (النساء : ۸۵)=

= ما في " فتح الباري " : حدثنا أبو بردة بن أبي موسى عن أبيه رضي الله عنه قال : كان رسول الله ﷺ إذا جاءه السائل أو طُلِبت إليه حاجةٌ قال : " اشفعوا تؤجروا ، ويقضي الله على لسان نبيه ﷺ ما شاء " . (فتح الباري : ۳/ ۲۹۹ ، ط : السلفية)
ما في " فتح الباري " : قال عياض : ولا يُستثنى من الوجوه التي تستحب الشفاعة فيها إلا الحدود وإلا فما لأحد فيه تجوز الشفاعة فيه ، ولا سيّما ممن وقعت منه الهفوة أو كان من أهل السِّتر والعفاف ، قال : وأما المصرّون على فسادهم المشتهرون في باطلهم فلا يُشفّع فيهم ليُزجرُوا عن ذلك . (۱۰/ ۴۵۱ ، ط : مكتبة الرياض الحديثة)
ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي صالح عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " من نفّس عن مؤمن كُربةً من كُرَبِ الدنيا نفّس الله عنه كُربةً من كُرَبِ يوم القيامة .... والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه " . الحديث . (۴/۲۰۷۴ ، ط : الحلبي)
ما في " الموسوعة الفقهية " : التطوع بأنواع البرّ والمعروف ينشُرُ التعاونَ بين الناس ، ولذلك دعا الله إليه في قوله : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى﴾ ويقول النبي ﷺ : " والله في عون العبد ما دام العبد في عون أخيه " . وفي فتح الباري عند قول النبي ﷺ : " اشفعوا تؤجروا " . يقول ابن حجر : في الحديث الحضُّ على الخير بالفعل ، وبالتسبُّب إليه بكل وجهٍ ، والشفاعة إلى الكبير في كشف كربة ومَعُونة ضعيفٍ ، إذ ليس كل أحد يقدر على الوصول إلى الرئيس .
(۱۲/ ۱۵۱ ، التعاون بين الناس وتوثيق الروابط بينهم واستجلاب محبّتهم ، تطوع)
ما في " الموسوعة الفقهية " : الشفاعة قسمان : شفاعة حسنة وشفاعة سيئة . الشفاعة الحسنة : وهي : أن يشفع الشفيع لإزالة ضررٍ أو رفع مظلمة عن مظلوم أو جرّ منفعة إلى مستحق ليس في جرّها ضررٌ ولا ضِرارٌ ، فهذه مرغوبٌ فيها مأمور بها ، قال الله تعالى : ﴿من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيبٌ منها . ويندرج فيها دعاء المسلم لأخيه المسلم عن ظهر الغيب . الشفاعة السيئة : هي : أن يشفع في إسقاط حدٍّ بعد بلوغه السلطانَ أو هضمِ حقٍّ أو إعطائه لغير مستحقه ، وهو منهي عنه لأنه تعاون على الإثم والعدوان ، قال تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . [المائدة : ۲] وللشفيع في هذا كِفلٌ من الإثم قال تعالى : ﴿ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها﴾ . الآية . والضابط العام : أن الشفاعة الحسنة هي : ما كانت فيما استحسنه الشرعُ ، والسيئة فيما كرِهه وحرَّمه . (۲۶/ ۱۳۲ ، شفاعة ، الأحكام المتعلقة بالشفاعة) (معارف القرآن شفیعی:۲/ ۴۹۷)

اپنے نام کے آگے ’’غفرلہ‘‘ یا ’’عفی عنہ‘‘ لکھنا

مسئلہ (۲۱۷): بعض طلباء کی طرف سے یہ سوال ہوتا ہے کہ- استاذ اپنے نام کے آگے ’’غُفِر لہٗ‘‘ یا ’’عُفِي عنہ‘‘ لکھتا ہے، تو کیا ہم بھی اپنے نام کے آگے اس طرح لکھ سکتے ہیں؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟ تو جواباً عرض ہے کہ- آپ بھی اپنے نام کے آگے ’’غفرلہ‘‘ یا ’’عفی عنہ‘‘ لکھ سکتے ہیں، کیوں کہ یہ دعائیہ کلمہ ہے، جس کے معنی ہیں ’’اس کی مغفرت کی جائے‘‘ یا ’’اللہ اس کی بخشش کرے، اُسے معاف کیا جائے‘‘۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ’’ القرآن الكريم ‘‘ : ﴿والذين إذا فعلوا فاحشةً أو ظلموا أنفسَهم ذكروا اللهَ فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوبَ إلا الله ولم يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون﴾ . (آل عمران : ۱۳۲)

ما في ’’ الموسوعة الفقهية ‘‘ : الاستغفار في اللغة : طلبُ المغفرة بالقول والفعل ، وفي اصطلاح الفقهاء أيضًا يُستعمل في ذلک المعنى . والمغفرة في الأصل الستر ، والمراد بالاستغفار طلبُ التجاوز عن الذنب ، فالمستغفر يطلُب من الله تعالى المغفرة ، أي عدمَ المؤاخذةِ بالذنب والتجاوز عنه ، قال تعالى : ﴿والذين إذا فعلوا فاحشةً أو ظلموا أنفسَهم ذكروا اللهَ فاستغفروا لذنوبهم﴾ . (۲۰/۲۵۷ ، ۴/۳۵ ، استغفار)

ما في ’’ الموسوعة الفقهية ‘‘ : وقد قال الخطابي : حقيقة الدعاء – استدعاء العبد من ربه العناية واستمدادُه إياه المَعونة – وحقيقته إظهار الإفتقار إليه ، والبراءةُ من الحولِ والقوة التي له ، وهو سِمَةُ العبودية وإظهار الذلة البشرية ، وفيه معنى الثناء على الله وإضافةُ الجود والكرمِ إليه . (۲۰/۲۵۷ ، دعاء ، الإستغفار ، اتحاف السادة للمتقين بشرح إحياء علوم الدين : ۵/۲۷ ، ۲۸ ، الباب الثاني – فضيلة الدعاء ، ط: دار الفكر)=

طلباء مدارس احتیاط کو اپنائیں

مسئلہ (۲۱۸): آپ ﷺ نے وضو کرتے وقت پانی کو احتیاط کے ساتھ خرچ کرنے کی اس قدر تاکید فرمائی کہ ایک حدیث میں آپ نے یہاں تک فرمایا: ''پانی کو فضول خرچ کرنے سے بچو، خواہ تم کسی بہتے ہوئے دریا کے پاس کھڑے ہو''۔(۱)

ظاہر ہے جو شخص کسی بہتے ہوئے دریا سے وضو کر رہا ہو، اُسے پانی کی کمی کا کوئی اندیشہ نہیں ہوسکتا، لیکن آپ ﷺ نے اُسے بھی پانی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنے کی تاکید فرمائی، آپ ﷺ کا یہ ارشاد بابِ وضو میں گرچہ خاص ہے، مگر ہر چیز کے استعمال میں احتیاط برتی جائے، اس بابت عام ہے، کیوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے: '' **العبرة لعموم الألفاظ لا لخصوص السبب** '' اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے، نہ کہ خصوصِ سبب کا۔(۲)

= ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿فسبّح بحمد ربک واستغفره إنه کان توّابا﴾ .

(سورة النصر : ۳)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : المتتبّعُ للقرآن الكريم والأذكار النبوية يَجدُ اختتامَ كثير من الأعمال بالاستغفار ، فقد أمر النبي ﷺ في آخر حياته بالاستغفار بقوله تعالى : ﴿فسبّح بحمد ربک واستغفره إنه کان توّابا﴾ .

(۴/۴۴ ، اختتام الأعمال بالاستغفار)

ما في '' مدارج السالكين '' : فأمره أن يستغفره عقيب أداء ما كان عليه فكأنه إعلام بأنک قد أديت ما عليک ولم يبق عليک شيء فاجعل خاتمته الاستغفار كما كان خاتمة الصلاة والحج وقيام الليل – اهـ . (۱/۱۷۵ ، ط : دار الكتاب العربي بيروت)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، رقم الفتویٰ: ۳۳۴۶۱)

ہم طلباء مدارسِ دینیہ، نبی آخر الزماں ﷺ کے وارث ہیں، زمانۂ طالبِ علمی ہی سے ہمارے مزاج میں احتیاطی پہلو غالب رہنا چاہیے، اہلِ مدارس کی طرف سے پانی، روشنی، کھانے پینے کی چیزیں اور لکھنے پڑھنے کے آلات وغیرہ کی جو سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں، اُن کا استعمال احتیاط کے ساتھ بقدرِ ضرورت ہی ہونا چاہیے، قیام گاہوں، درسگاہوں میں بلب جلائیں، پنکھے چلائیں تو ضرورت پوری ہونے پر انہیں بند کردیں، وضو اور غسل سے فراغت پر نلوں کو اچھی طرح بند کردیں، کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ احترام برتیں، نہ یہ کہ جس قدر چائے پینی تھی پی لی، بقیہ وہی انڈیل دی، جس قدر کھانا، کھانا تھا کھالیا، بقیہ یوں ہی چھوڑ دیا۔...... اگر ہم نے اپنی یہ عادت نہ بدلی، فضول خرچی (۳) کو چھوڑ کر احتیاط کو نہیں اپنایا، تو یہ بات ہمارے لئے بڑی نقصان دہ ثابت ہوگی، حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ''جب کسی قوم کا مزاج یہ بن جائے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو بے دریغ، بلاضرورت استعمال کریں، تو ایسی قوم کے لیے بہتے دریا بھی ناکافی ہوسکتے ہیں''۔ (۴) امید کہ طلباء عزیز اس جانب خاص توجہ فرمائیں گے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن ابن ماجه '' : عن عبد الله بن عمرو أن رسول الله ﷺ مرّ بسعد وهو يتوضأ ، فقال : ما هذا السرف ؟ فقال : أفي الوضوء إسراف ؟ قال : نعم ، وإن كنت على نهر جار . (۱/۲۷۲)=

....

....

....

....

= ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ويكره الإسراف فيه تحريمًا لو بماء النهر أو المملوک له ، أما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام .

(ص/ ۸۰ ، فصل في المكروهات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والكراهة فيما إذا كان الماء مملوكاً أو مباحاً ، أما الماء الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس ، فإن الزيادة فيه على الثلاث حرام عند الجميع لكونها غير ماذون بها ، لأنه إنما يوقف ويساق لمن يتوضأ الوضوء الشرعي ، ولم يقصد اباحتها لغير ذلک . (۴/ ۱۷۹ ، بدائع الصنائع : ۱/ ۱۱۳)

(بیسواں فقہی سیمنار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

(۲) (جمہرۃ القواعد:۲/ ۷۷۸،القواعد الکلیۃ :۲۹۲)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وكلوا واشربوا ولا تسرفوا ، إنه لا يحبّ المسرفين﴾ . (الأعراف : ۳۱)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : الإسراف تعدى الحد ، فنهاهم عن تعدى الحلال إلى الحرام ، وقيل ألا يزيدوا على قدر الحاجة . (۲/ ۱۸۷)

(۴) (ذکروفکر:ص/ ۷۷،مؤلفہ مفتی محمد تقی عثمانی،کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

موجودہ زمانہ میں غلام باندی کا وجود

مسئلہ (۲۱۹): شرعی باندیاں وہ ہیں جو جہاد میں گرفتار کرکے مالِ غنیمت میں شامل کرلی گئی ہوں، اور امیر یعنی خلیفۃ المسلمین یا اس کے نائب نے ان کو دار الحرب سے اپنے اسلامی علاقہ - دار الاسلام- میں لاکر قاعدۂ شریعت کے مطابق تقسیم کیا ہو، دار الاسلام میں لانے اور امیر کی تقسیم سے پہلے باندی کسی کے لیے حلال نہیں، حتی کہ امام المسلمین یا امیرِ لشکر نے اعلان کردیا ہو کہ جس کے قبضہ میں جو باندی آئے وہ اس کی ہے، تب بھی دار الاسلام میں لائے بغیر قبضہ کرنے والے غازی یا مجاہد کے لیے وہ حلال نہیں [1]، آج نہ تو کوئی مُلک حقیقی معنی میں دار الاسلام ہے، اور نہ ہی خلیفۃ المسلمین کا کہیں وجود، نیز انجمن اقوامِ متحدہ میں شامل تمام ممالک نے آپس میں یہ معاہدہ کررکھا ہے کہ کوئی حکومت کسی انسان مرد یا عورت کو غلام یا باندی بنانے کی اجازت نہیں [2]، اس لیے موجودہ زمانہ میں غلام باندیوں کا وجود دنیا میں کہیں بھی نہیں ہے، آج کل گھروں یا کارخانوں میں جو ملازم اور نوکر رکھے جاتے ہیں، اُن کا حکم غلام باندیوں جیسا نہیں ہے، بلکہ یہ سب لوگ آزاد ہیں، ان کے اپنے الگ حقوق ہیں، جن کی پاسداری ضروری ہے، اسی طرح غریب علاقوں سے جو عورتیں خرید کر لائی جاتی ہیں، یا کہیں سے اِغوا کرکے اُن کی خرید وفروخت کی جاتی ہے، شرعاً یہ عمل حرام ہے [3]، نیز جو خواتین بوجہ مجبوری وغربت کے دوسروں کے گھر میں جاکر اجرت پر کام کرتی ہیں،

اُن کے ساتھ باندیوں جیسا سلوک کرنا، بغیر نکاح کے ان کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کرنا، یہ بھی ناجائز وحرام ہے، جس سے اجتناب لازم ہے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : يدخل الرقيق في ملك الإنسان بواحد من الطرق الآتية . أولا : استرقاق الأسرى والسبي من الأعداء الكفار ، وقد استرق النبي ﷺ نساء بني قريظة وذراريهم . (۱۲/۲۳ ، رق ، أسباب تملك الرقيق)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : فلو قال الإمام من أصاب جارية فهي له ، فأصابها مسلم فاستبرأها لم يحلّ له وطؤها ولا بيعها ، كما لو أخذها المتلصص ثمة واستبرأها لم تحل له إجماعًا . (۱۹۴/۶ ، كتاب الجهاد ، باب المغنم وقسمته ، مطلب مهم في التنفيل العام بالكل أو بقدر منه ، ط : ديوبند)

ما في " الشامية " : ومن المعلوم في زماننا أن كل من وصلت يده من العسكر إلى شيء يأخذه ولا يعطى خمسه ، فينبغي أن يكون العقد واجبًا إذا علم أنها ماخوذة من الغنيمة ، ولذا قال بعض الشافعية : إن وطء السراري اللاتي يجلبن اليوم من الروم والهند والترك حرامٌ . (۱۰۰/۴ ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، مطلب مهم في وطء السراري اللاتي يؤخذون غنيمة في زماننا)

(۲) ما في " تكملة فتح الملهم " تنبيه : وينبغي أن يتنبه هنا إلى شيء مهم ، وهو أن أكثر أقوام العالم قد أحدثت اليوم معاهدة فيما بينها ، وقررت أنها لا تسترق أسيرًا من أسارى الحروب ، وأكثر البلاد الإسلامية اليوم من شركاء هذه المعاهدة ، ولا سيما أعضاء " الأمم المتحدة " فلا يجوز لمملكة إسلامية اليوم أن تسترق أسيرًا ما دامت هذه المعاهدة باقية . (۲۷۲/۱ ، كتاب العتق ، تنبيه في معاهدة عدم الاسترقاق فيما بين أعضاء الأمم المتحدة)=

....

....

....

....

= (۳) ما في " الهداية " : وإذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرما فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم والخمر والخنزير ، وكذا إذا كان غير مملوک کالحرّ .
(۳/۳۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، كذا في التنوير مع الدر :۷/۲۳۵ – ۲۳۶، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)
(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تقربوا الزنٰى إنه كان فاحشة وسآء سبيلا﴾ [بنى اسرائيل : ۳۲] . ﴿والذين هم لفروجهم حٰفظون إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين فمن ابتغى ورآء ذلک فهم العٰدون﴾ .
(سورة المؤمنون : ۵ ، ۶، ۷)
ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : والزنا وطء مكلف ناطق طائع في قبل مشتهاة خال عن ملكه أي ملک الواطيء وشبهته أي في المحل . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (خال عن ملكه) أي ملک يمينه وملک نكاحه . (۶/۷، ۸، كتاب الحدود ، أحكام الزنا)
(فتاویٰ رحیمیہ:۱۰/۲۱۰،آپ کے مسائل اوران کا حل:۷/۵۵۳)

موت کی تمنا کرنا

مسئلہ (۲۲۰): بیماری وصحت، مصیبت وراحت، انسانی زندگی کا لازمہ ہے، مگر بسا اوقات انسان مسلسل بیماریوں اور بلاؤں میں گھر جاتا ہے، یا کسی ایسے مہلک مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے، جس سے بظاہر افاقہ کی امید نظر نہیں آتی، اور وہ انتہائی درد وتکلیف کے عالَم میں اپنی زندگی کے شب وروز گزارتا ہے، کبھی اِس درد وتکلیف کی وجہ سے کراہتا ہے، تو کبھی چیختا چلاتا ہے، اور کبھی دھاڑیں مار مار کر روتا ہے، اور عاجز آکر اپنے لیے موت کی دعائیں مانگنے لگتا ہے: یا اللہ! مجھے اُٹھالے، مجھے موت دیدے، وغیرہ۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُس کے عزیز وقریب اُس کی اِس تکلیف کو دیکھ کر بہ جذبۂ رحم کہتے ہیں: ''اب اللہ میاں نے اُسے اُٹھا لینا چاہیے، ہم سے اُس کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی، وغیرہ۔ جب کہ مصیبت ومرض میں گرفتار انسان کا خود اپنے لیے موت کی دعا مانگنا[۱]، یا اُس کے عزیزوں کا اُس کے لیے موت کی تمنا کرنا[۲]، دونوں باتیں شرعاً جائز نہیں ہیں، کیوں کہ بیماری اور مصیبت بھی تقدیر کا حصہ ہے، اور اس پر صبر کرنا، صبر کی قسموں میں داخل ہے، جس کے بدلہ اُسے اللہ پاک کی خوشنودی، اُس کی نیکیوں میں اضافہ اور آخرت میں درجات کی بلندی ملا کرتی ہے[۳]، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا اُس مصیبت کی وجہ سے نہ کرے، جو اُسے پہنچی ہے، اور اگر ایسا کرنا ضروری ہی سمجھے تو یہ کہے کہ:- اے اللہ! جب تک میرا زندہ رہنا

میرے لیے بہتر ہے، اُس وقت تک مجھے زندہ رکھ، اور مرجانا میرے لیے بہتر ہے تو مجھے موت دیدے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " صحيح البخاري " : عن أنس بن مالك رضي الله عنه ، قال النبي ﷺ : " لا يتمنّينّ أحدكم الموت من ضُرٍّ أصابه ، فإن كان لا بدّ فاعلا فليقل : اللهم احيني ما كانت الحياة خيرًا لي ، وتوفّني إذا كان الوفاة خيرًا لي " . (ص/١٠٣٤ ، كتاب المرضى ، باب تمنى المريض الموت ، رقم الحديث : ٥٦٧١ ، ط : احياء التراث)

ما في " عمدة القاري " : وفيه : النهي عن تمني الموت عند نزول البلاء .

(٣٣٥/٢١ ، ط ؛ رشيديه)

ما في " الشامية " : يكره تمني الموت لغضب أو ضيق عيش . (٣٧٠/٥)

ما في " الشامية " : ويكره تمني الموت إلا لخوف الوقوع في معصية فيكره لخوف الدنيا لا الدين . (٦٠١/٩)

(٢) ما في " سنن ابن ماجه " : إذا دخلتم على المريض فنفّسوا له في الأجل ، فإن ذلك لا يردّ شيئًا ، وهو نفس المريض . (ص/١٠٤)

ما في " فتح الباري لإبن حجر " : وأخرج ابن ماجه والترمذي من حديث أبي سعيد رفعه – " إذا دخلتم على المريض فنفّسوا له في الأجل ، فإن ذلك لا يردّ شيئًا وهو يطيب نفس المريض " . وفي سنده لين ، وقوله : نفسوا – أي أطمعوه في الحياة ، ففي ذلك تنفيس لما هو فيه من الكرب وطمأنينة لقلبه .

(١٥١/١٠ ، باب ما يقال للمريض وما يجيب [١٤] ط : دار السلام الرياض)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها ، أن رسول الله ﷺ كان إذا أتى مريضًا أو أتي به قال : " أذهب البأس ربّ الناس ، اشف وأنت الشافي ، لا شفاء إلا شفاؤک ، شفاءً لا يُغادر سُقمًا " .

(ص/١٠٣٤ ، باب دعاء العائد للمريض ، رقم الحديث : ٥٦٧٥)=

= ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس رضي الله عنهما ، أن رسول الله ﷺ دخل على رجل يعوده فقال : " لا بأس طهورٌ إن شاء الله " الحديث .
(ص/۲ ۱۰۳ ، باب ما يقال للمريض الخ ، رقم الحديث : ۵۶۶۲)
(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولنبلونّكم بشيء من الخوف والجوع ونقصٍ من الأموال والأنفس والثمرات وبشّر الصّٰبرين﴾ . (البقرة : ۱۵۵)
ما في " روح المعاني " : (الأنفس) الأمراض . (۲/ ۳۳)
وفيه أيضًا : (الذين إذا أصابتهم مصيبةٌ) إشارة إلى أن الأجر لمن صبر وقت إصابتها ، كما في الخبر : " إنما الصبر عند أول صدمة " . والمصيبة تعم ما يصيب الإنسان من مكروه في نفس أو مال أو أهل ، قليلا كان المكروه أو كثيرًا ، حتى لدغ الشوكة ، ولسع البعوضة وانقطاع الشسع ، وانطفاء المصباح ، وقد استرجع النبي ﷺ من ذلك وقال : " كل ما يؤذي المؤمن فهو مصيبةٌ له وأجرٌ " . وليس الصبر بالاسترجاع باللسان ، بل الصبر باللسان وبالقلب . اهـ . ... والصبر من خواصّ الإنسان لأنه يتعارض فيه العقل والشهوة . (۲/ ۳۴ ، ۳۵)
ما في " التفسير الكبير للرازي " : (وبشّر الصّٰبرين) . [البقرة : ۱۵۵] ، وفيه مسائل : المسألة الأولى : اعلم أن الصبر واجب على هذه الأمور إذا كان من قبله تعالى ، لأنه يعلم أن كل ذلك عدل وحكمة .... المسألة الرابعة : في فضيلة الصبر قد وصف الله تعالى الصابرين بأوصاف ، وذكر الصبر في القرآن في نيف وسبعين موضعًا وأضاف أكثر الخيرات إليه فقال : .... (إنما يُوفّى الصّٰبرون أجرَهم بغير حساب) . [الزمر : ۱۰] .... وأما الأخبار فقال عليه الصلاة والسلام : " الصبر نصف الإيمان " . (۲/ ۱۳۰ ، ۱۳۱)
ما في " صحيح البخاري " : قال رسول الله ﷺ : " ما مِن مسلم يصيبه أذىً – مرضٌ فما سِواه ، إلا حطّ الله له سيئاته ، كما تحطّ الشجرة ورقَها " .
(ص/۲ ۱۰۳ ، باب وضع اليد على المريض ، رقم الحديث : ۵۶۶۰)
وفي رواية : " ما من مسلم يصيبه أذىً إلا حاتت عنه خطاياه كما تَحاتُّ ورقُ الشجر " . (ص/۲ ۱۰۳ ، باب ما يقال للمريض وما يجيب ، رقم الحديث : ۵۶۶۱)
(۴) حاشیہ نمبر " ۱ "

یوتھینز یا(Euthanasia)یعنی قتل بہ جذبۂ رحم

مسئلہ (۲۲۱): شریعتِ اسلامی میں جان کی بڑی اہمیت ہے، اور جہاں تک ممکن ہو اُس کی حفاظت خود اُس شخص کا اور دوسروں کا فریضہ ہے [۱]، اِس لیے:

۱- کسی مریض کو شدید تکلیف سے بچانے، یا اُس کے متعلقین کو علاج اور تیمارداری کی زحمت سے نجات دلانے کے لیے جان بوجھ کر ایسی تدبیر اختیار کرنا کہ جس سے اُس کی موت واقع ہو جائے، شرعاً حرام ہے، اور یہ قتلِ نفس کے حکم میں ہے۔ [۲]

۲- ایسے مریض کو مہلک دوا نہ دی جائے، مگر قدرت کے باوجود اُس کا علاج ترک کر دیا جائے، تاکہ جلد سے جلد اُس کی موت واقع ہو جائے، شرعاً یہ بھی جائز نہیں ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تُلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (البقرة :۱۹۵)

ما في " روح المعاني " : استدل بالآية على تحريم الإقدام على ما يخاف منه تلف النفس . (۲/ ۱۱۸)

ما في " البحر المحيط " : والظاهر أنهم نهوا عن كل ما يؤول بهم إلى الهلاك في غير طاعة الله .... ولا تجعلوا أنفسكم إلى التهلكة فتهلك . (۲/ ۱۱۹، ۱۲۰)

ما في " روضة الطالبين " : ويحرم ما يضرّ من البدن والعقل . (۳/ ۲۸۱)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : فكل ما صدق عليه أنه تهلكه في الدين أو الدنيا فهو داخل في هذا . (۱/ ۱۵۸، بيروت)=

....

....

....

....

= (۲-۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيمًا﴾ .

(النساء : ۲۹)

ما في " مجمع الزوائد " : قوله ﷺ : " لا ضَرر ولا ضِرار في الإسلام " .

(۱۳۸/۴ ، البيوع ، باب لا ضرر ولا ضرار ، سنن ابن ماجه :ص/۱۵۹ ، أبواب الأحكام ، التمهيد :۲۸۴/۴)

ما في " الموافقات في أصول الأحكام للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس ، والنسل ، والمال والعقل .

(۴/۲ ، كتاب المقاصد ، المسئلة الأولى)

ما في " قواعد الأحكام " : لو أصابه مرض لا يطيقه لفرط ألمه لم يجز قتل نفسه .

(ص/۸۵)

ما في " فتاوى الشرعية " : إن التخلّص من المريض بأية وسيلة محرم قطعًا ، ومن يقوم بذلك يكون قاتلا عمدًا ، لأنه لا يباح دم امرئ مسلم صغير أو مريض إلا بإحدى ثلاث حدّدها رسول الله ﷺ . اهـ . ويشترك في الإثم والعقوبة من أمر بهذا أو حرض عليه . (۴۵۱/۴ ، باب التداوي)

(تجویز سولھواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، بحوالہ قتل بہ جذبۂ رحم:ص/۲۹،۳۰)

علم دین حاصل کیے بغیر دینی مسائل میں دخل دینا

مسئلہ (۲۲۲): کسی بھی فن میں پوری مہارت کے بغیر اس فن سے متعلق اظہارِ رائے معیوب وناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے، مگر علم دین حاصل کیے بغیر دینی مسائل میں دخل دینے کو ناپسندیدہ نہیں سمجھا جاتا، اور کسی دلیلِ شرعی کے بغیر اتنا کہنے کو کافی سمجھا جاتا ہے کہ-''ہمارا یہ خیال ہے''-گویا دین انتہائی معمولی چیز ہے، اور اس میں ہر کس وناکس کو بدونِ دلیلِ شرعی دخل دینے کی اجازت ہے، معاشرہ میں یہ رُجحان بڑھتا ہی جارہا ہے، جو انتہائی معصیت اور بری بات ہے، آپ ﷺ نے اس کی پیش گوئی اِن الفاظ میں فرمائی تھی، کہ میری امت میں ۷۲ فرقے ہوں گے، میری امت کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہوگا کہ لوگ احکام ومسائل میں شرعی دلیل کے بغیر اپنی رائے سے قیاس کریں گے، حرام کو حلال اور حلال کو حرام کریں گے[۱]، بنی اسرائیل کا معاملہ درست رہا یہاں تک کہ ان میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے شرعی دلیل کے بغیر رائے سے فیصلے کیے، خود گمراہ ہوئے، دوسروں کو گمراہ کیا[۲]،--اِس لیے بغیر علم دین حاصل کیے، اور بغیر دلیلِ شرعی کے احکام ومسائل میں دخل دینے سے پرہیز کرنا انتہائی ضروری ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' المعجم الکبیر للطبراني '' : عن عوف بن مالک عن النبي ﷺ قال : ''تفترق أمتي علی بضع وسبعین فرقة أعظمها فتنة علی أمتي قوم یَقیسون الأمور برأیهم ، فیُحلّون الحرام ویُحرّمون الحلال '' . (۱۲/۴۱۵ ، رقم الحدیث :۱۴۵۱۷)=

....

....

....

....

= ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى إذا لم يُبق عالما اتخذ الناس رؤوسًا جهالا فسُئلوا فأفتَوا بغير علم فضلّوا وأضلّوا " . متفق عليه . (۱/۲۷ ، كتاب العلم ، الفصل الأول ، رقم الحديث :۲۰٦ ، ط : المكتب الإسلامي بيروت)

ما في " سنن ابن ماجه " : عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " لم يزل أمر بني اسرائيل معتدلا حتى نشأ فيهم المولّدون وأبناء سبايا الأمم فقالوا بالرأي ، فضلّوا وأضلّوا " .

(۱/۳۸ ، رقم الحديث :٥٦ ، مسند البزار : ٦/۴۰۲ ، رقم الحديث :۲۴۲۴)

ما في " بوادر النوادر " : (عن ابن سيرين) قال : أول من قال إبليس وما عبدت الشمس والقمر إلا بالمقائيس . للدارمي . يعني قوله تعالى : ﴿خلقتني من نار وخلقته من طين﴾ . (المراد بالقياس الغير الماخوذ من الشرع) . (من جمع الفوائد) .

(ص/٦٧۴)

(فتویٰ کیسے لیں؟:ص/۳۱،۳۲)

بلا تحقیق اپنے نام کے ساتھ سید لکھنا

مسئلہ (۲۲۳): حقیقت میں سید وہ ہے جو باپ کی طرف سے نسبت کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی اولاد میں ہو، جب کہ بعض لوگ ماں کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی اولاد میں سے ہوتے ہیں، اور اپنے آپ کو سید لکھنا شروع کر دیتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ بلا تحقیق اپنے نام کے ساتھ سید لکھنا شروع کر دیتے ہیں، یہ ایک قسم کا جھوٹ ہے، جو شرعاً ممنوع ہے، البتہ تحقیق کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ خاندان میں یہ بات مشہور چلی آتی ہے کہ یہ سادات کے خاندان میں ہیں، تو پھر سید لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر سید ہونا معلوم نہیں ہے، اور نہ اس کی دلیل موجود ہے، تو اس میں بھی جھوٹ بولنے کا گناہ ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور﴾ .

(سورة الحج : ۳۰)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة – رضي الله عنه – قال : قال رسول الله ﷺ : " آية المنافق ثلاث : إذا حدّث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " .

(۱/ ۱۰ ، كتاب الإيمان ، باب علامات المنافق ، رقم الحديث :۳۳)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : " الشرك بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس ، وقول الزور " . (۱/ ۲۲۹)=

…………………………………………

…………………………………………

…………………………………………

…………………………………………

= ما في " سنن أبي داود " : عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثًا ، هو لک به مصدق وأنت له به كاذبٌ " . (ص/ ٦٧٩ ، كتاب الأدب ، باب في المعاريض)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الكذب لغة : الإخبار عن الشيء بخلاف ما هو ، سواء فيه العمد والخطأ ، ولا يخرج اصطلاح الفقهاء عن المعنى اللغوي ………………

الأصل في الكذب – أنه حرام بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، وهو من أقبح الذنوب وفواحش العيوب . اهـ . (۳۴/۲۰۴ ، ۲۰۵ ، كذب ، الحكم التكليفي)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : قال صاحب الهداية : ولا يجوز للشاهد أن يشهد بشيء لم يعاينه إلا النسب والموت والنكاح والدخول وولاية القاضي ، فإنه يسعه أن يشهد بهذه الأشياء إذا أخبره بها من يثق به . (الهداية)

قال المحقق ابن الهمام : أي لم يقطع به من جهة المعاينة بالعين أو السماع إلا في النسب ……… وفي الفصول عن شهادات المحيط في النسب – أن يسع أنه فلان بن فلان من جماعة لا يتصور تواطؤهم على الكذب عند أبي حنيفة ، وعندهما إذا أخبره عدلان أن ابن فلان تحلّ الشهادة ، وأبو بكر الإسكاف كان يفتي بقولهما ، وهو اختيار النسفي . (٧/٣٦٢ ، كتاب الشهادات ، فصل يتعلق بكيفية الأداء ، بيروت)

(جھوٹ اور اس کی مروجہ صورتیں: ص/۳۰، ۳۱، مؤلفہ مفتی تقی عثمانی)

لڑکی کا قرآن کریم حفظ کرنا

مسئلہ (۲۲۴): قرآن کریم یاد کرنا بڑی سعادت مندی کی بات ہے، احادیثِ مبارکہ میں اس پر بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں[۱]، البتہ قرآن کریم یاد کرنے کے بعد بھُلا دینے پر بھی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں[۲]، اس لیے اگر کوئی لڑکی قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد پڑھنے اور یاد رکھنے کا اہتمام کرسکتی ہو، تو وہ بلاشبہ حفظ کرسکتی ہے، مگر لڑکیاں عام طور پر گھریلو مصروفیت اور شرعی معذوری کی وجہ سے بھول جاتی ہیں، اس لیے انہیں چاہیے کہ بجائے پورا قرآن کریم حفظ یاد کرنے کے چند مخصوص سورتیں یاد کرلیں، یہ ان کے لیے زیادہ بہتر ہے[۳]، اور ان سورتوں کا یاد رکھنا بھی اتنا مشکل نہ ہوگا، جتنا پورے قرآن کریم کو یاد رکھنا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عثمان رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال : "خيركم من تعلم القرآن وعلمه " . (۲/۷۵۲ ، كتاب فضائل القرآن ، باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه ، رقم الحديث :۵۰۲۷)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن سعد بن عبادة قال : قال رسول الله ﷺ : " ما من امرئ يقرأ القرآن ثم ينساه إلا لقي الله يوم القيامة أجذم " . رواه أبو داود والدارمي . (ص/۱۹۱ ، كتاب فضائل القرآن)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا حفظ الإنسان القرآن ثم نسيه فإنه يأثم ، وتفسير النسيان أن لا يمكنه القراءة من المصحف .

(۵/۳۱۷ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن الخ)

(۳) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وحفظ جميع القرآن فرض كفاية .

(۲/۲۵۸ ، باب صفة الصلاة ، مطلب في الفرق بين فرض العين الخ)

(فتاویٰ بنوریہ، رقم الفتویٰ: ۱۴۶۳۴)

مصادر و مراجع

رقم	اسماء کتب	اسماء مصنفین و مؤلفین	مکتبہ/ مطبع

کتب عقائد

رقم	اسماء کتب	اسماء مصنفین و مؤلفین	مکتبہ/ مطبع
۱	القول المفید علی کتاب التوحید	محمد بن صالح العثیمین	دار ابن الجوزی سعودیہ

کتب تفاسیر

رقم	اسماء کتب	اسماء مصنفین و مؤلفین	مکتبہ/ مطبع
۲	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار
۳	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۴	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی	مکتبہ زکریا دیوبند
۵	احکام القرآن	امام ابوبکر معروف با بن عربی	ریاض الحدیثیہ
۶	احکام القرآن	امام ابوبکر بن علی رازی جصاص	مکتبہ شیخ الہند دیوبند
۷	احکام القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۃ القرآن لاہور
۸	بیان القرآن	حکیم الامت علامہ تھانوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ
۹	تفسیرات احمدیہ	شیخ احمد ملا جیون	المیزان لاہور
۱۰	تفسیر السمعانی	منصور بن محمد بن عبد الجبار سمعانی	دار الوطن الریاض
۱۱	التحریر والتنویر (تفسیر ابن عاشور)	محمد طاہر بن عاشور تونسی	مؤسسۃ التاریخ
۱۲	تفسیر السعدی	شیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی	المکتبۃ الشاملۃ
۱۳	التفسیر المنیر	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۴	تفسیر القرطبی	امام ابو عبد اللہ احمد انصاری قرطبی	مکتبۃ الغزالی دمشق
۱۵	تفسیر روح البیان	اسماعیل حقی بن مصطفیٰ استانبولی حنفی	احیاء التراث
۱۶	حاشیۃ القونوی علی البیضاوی	امام عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی	دار الکتب العلمیۃ

۱۷	البحر المحیط	امام ابوحیان غرناطی اندلسی	دارالکتب العلمیۃ
۱۸	معارف القرآن	مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع	فرید بکڈپو دیوبند

کتب احادیث وشروحِ احادیث

۱۹	صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	احیاء التراث/ قدیمی
۲۰	صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	احیاء التراث/ قدیمی
۲۱	سنن ابی داود	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	مکتبہ بلال دیوبند
۲۲	سنن ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی	مکتبہ بلال/ بیروت
۲۳	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن بن شعیب بن علی	یاسرندیم/ بیروت
۲۴	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	قدیمی/عیسی الحلبی
۲۵	مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس	دارالسلام سہارنپور
۲۶	مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسرندیم اینڈ کمپنی
۲۷	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	دارالحدیث قاہرہ
۲۸	الادب المفرد	امام بخاری	عالم الکتب بیروت
۲۹	المعجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	داراحیاء التراث
۳۰	المعجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دارالکتب العلمیۃ
۳۱	مصنف عبدالرزاق	حافظ ابوبکر عبدالرزاق ابن ہمام	منشورات مجلس علمی
۳۲	مصنف ابن ابی شیبہ	امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۳۳	سنن دارقطنی	امام حافظ علی بن عمر	دارالایمان/ دارالمحاسن
۳۴	جامع العلوم والحکم	ابن رجب الحنبلی	دارالمعرفۃ بیروت
۳۵	نصب الرایہ	امام جمال الدین زیلعی حنفی	دارالایمان سہارنپور
۳۶	کنزالعمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	دارالکتب العلمیۃ

۳۷	جمع الجوامع	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ
۳۸	مجمع الزوائد	علامہ شیخ نورالدین ھیثمی	دارالکتب العلمیۃ
۳۹	صحیح ابن خزیمہ	محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری	المکتب الاسلامی
۴۰	سنن الکبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دائرۃ المعارف/ بیروت
۴۱	الدعوات الکبیر	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	بحوالہ شاملہ
۴۲	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	دارالکتب العلمیۃ
۴۳	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	السلفیۃ/ الریاض
۴۴	عمدۃ القاری	امام بدرالدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۴۵	فیض الباری	علامہ شیخ انورشاہ کشمیری	شیخ الہند دیوبند
۴۶	انعام الباری	مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبۃ الحراء
۴۷	المنہاج شرح صحیح مسلم	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف	احیاء التراث
۴۸	شرح النووی علی صحیح مسلم	امام ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف	مکتبہ بلال
۴۹	تکملۃ فتح الملہم	مفتی شبیر احمد عثمانی/ مفتی تقی عثمانی	داراحیاء التراث
۵۰	بذل المجہود	شیخ خلیل احمد سہارنپوری	دارالبشائر الاسلامیۃ
۵۱	عون المعبود	ابوعبدالرحمٰن شرف الحق عظیم آبادی	احیاء التراث العربی
۵۲	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی البُستی	دارالکتب العلمیۃ
۵۳	حاشیۃ سنن ابی داود	شیخ محمد حیات سنبھلی	مکتبہ بلال دیوبند
۵۴	شروح سنن ابن ماجہ	تحقیق رائد بن صبری ابن ابی علفہ	بیت الافکار الدولیۃ
۵۵	لمعات علی ہامش مشکوۃ	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مکتبہ بلال دیوبند
۵۶	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملاعلی قاری حنفی	ملتان/ اشرفیہ
۵۷	التعلیق الصبیح	علامہ ادریس کاندھلوی	رشیدیہ کوئٹہ
۵۸	شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ	مکتبہ زکریا دیوبند

۵۹	تحفۃ الاحوذی	شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری	احیاء التراث العربی
۶۰	العرف الشذی	علامہ شیخ انورشاہ کشمیری	احیاء التراث
۶۱	عارضۃ الاحوذی	امام ابن العربی مالکی	دارالکتب العلمیۃ
۶۲	معارف السنن	علامہ محمد یوسف بنوری	مکتبہ سعید کراچی
۶۳	اوجزالمسالک	شیخ محمد زکریا کاندھلوی	دارالقلم دمشق
۶۴	التمہید	امام ابن عبدالبر مالکی	احیاء التراث
۶۵	اعلاء السنن	علامہ شیخ ظفراحمد عثمانی	دارالکتب العلمیۃ
۶۶	معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی	دارالاشاعت کراچی
۶۷	فیض القدیر	عبدالرؤف المناوی	دارالمعرفۃ بیروت
۶۸	الترغیب والترہیب	حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری	
۶۹	کتاب الآثار	امامحمد بن حسن شیبانی	داالایمان سہارنفور
۷۰	شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر طحاوی احمد بن محمد	مکتبہ ملت دیوبند

کتب فقہ وفتاویٰ عربی

۷۱	المبسوط	شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی	دارالکتب/ دارالمعرفۃ
۷۲	تنویرالابصار مع الدروالرد	امام محمد بن عبداللہ التمر تاشی	دارالکتب العلمیۃ
۷۳	الدرالمختار مع الشامیۃ	علامہ شیخ علاءالدین حصکفی	دارالکتب العلمیۃ
۷۴	ردالمحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	بیروت/ دیوبند/نعمانیہ
۷۵	تحفۃ الفقہاء	علامہ شیخ علاءالدین محمد سمرقندی	دارالکتب العلمیۃ
۷۶	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاءالدین کاسانی	بیروت/ دیوبند
۷۷	البحرالرائق	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	دارالکتب العلمیۃ
۷۸	منحۃ الخالق علی البحرالرائق	محمد امین شہیر بابن عابدین الشامی	دارالکتاب دیوبند
۷۹	تبیین الحقائق	امام فخرالدین عثمان بن علی زیلعی	دارالکتب العلمیۃ

۸۰	النہر الفائق	امام سراج الدین ابن نجیم حنفی	دار الایمان سہارنپور
۸۱	رمز الحقائق (شرح العینی)	شیخ بدر الدین عینی	ادارۃ القرآن کراچی
۸۲	الفتاوی الہندیۃ	شیخ نظام و جماعت علماء ہند	زکریا/ رشیدیہ
۸۳	فتاوی قاضی خان	فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	زکریا/ رشیدیہ
۸۴	الفتاوی البزازیۃ	حافظ الدین محمد بن محمد (ابن بزاز)	زکریا/ رشیدیہ
۸۵	فتح القدیر	کمال الدین معروف بابن ہمام	دار الکتب العلمیۃ
۸۶	الاختیار لتعلیل المختار	علامہ شیخ ابن مودود موصلی حنفی	دار الارقم/ العالمیۃ
۸۷	النتف فی الفتاویٰ	امام ابو الحسن علی بن حسین سغدی	دار الکتب العلمیۃ
۸۸	حاشیۃ الطحطاوی	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	مکتبہ شیخ الہند/ اشرفیہ
۸۹	مراقی الفلاح	حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	دار الکتب العلمیۃ
۹۰	الفتاویٰ الفقہیۃ الکبریٰ	شہاب الدین احمد بن محمد ھیثمی	دار الفکر بیروت
۹۱	غنیۃ المتملی (حلبی کبیر)	علامہ شیخ ابراہیم حلبی	سہیل اکیڈمی لاہور
۹۲	خلاصۃ الفتاویٰ	امام طاہر بن عبد الرشید بخاری	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۹۳	الفتاوی التاتارخانیہ	علامہ شیخ عالم بن علاء دہلوی ہندی	دار الایمان سہارنپور
۹۴	الفتاوی الولوالجیۃ	ظہیر الدین عبد الرشید الولوالجی	دار الایمان سہارنپور
۹۵	فتاویٰ سراجیہ علی ہامش الخانیۃ	قاضی القضاۃ احمد بن ابراہیم	مکتبہ حقانیہ پشاور
۹۶	المحیط البرہانی	علامہ محمو بن احمد بخاری	دار احیاء التراث
۹۷	مجمع الانہر	شیخ عبد الرحمٰن بن محمد (شیخی زادہ)	دار الکتب العلمیۃ
۹۸	الدر المنتقی شرح الملتقی	شیخ محمد بن علی معروف بالعلاء حصکفی	دار الکتب العلمیۃ
۹۹	ملتقی الابحر شرح مجمع الانہر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبی	احیاء التراث العربی
۱۰۰	مجمع البحرین	امام مظفر الدین (ابن ساعاتی حنفی)	دار الکتب العلمیۃ
۱۰۱	دراسۃ و تحقیق علی مجمع البحرین	دکتور الیاس قبلان	دار الکتب العلمیۃ

۱۰۲	الہدایہ شرح البدایہ	امام برہان الدین مرغینانی	دارالأرقم/ قدیمی
۱۰۳	العنایہ شرح الہدایۃ	امام اکمل الدین بابرتی	دارالکتب العلمیۃ
۱۰۴	العنایہ شرح الہدایہ علی ہامش الفتح	امام اکمل الدین بابرتی	دارالکتب العلمیۃ
۱۰۵	الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	امام عبدالرحمٰن بن معوض الجزیری	احیاء التراث/ بیروت
۱۰۶	الکافی فی الفقہ الحنفی	وہبی سلیمان غاوجی	مؤسسۃ الرسالۃ
۱۰۷	الفقہ الحنفی وادلتہ	شیخ محمد سعید الصاغرجی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۰۸	الفقہ الاسلامی وادلتہ	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۰۹	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	شیخ عبدالحمید محمود طہماز	دارالقلم دمشق
۱۱۰	نورالایضاح	علامہ شرنبلالی	مکتبۃ العصریہ صیدا
۱۱۱	الہدیۃ العلائیۃ	علاءالدین بن عابدین دمشقی	دارابن حزم بیروت
۱۱۲	الجوہرۃ النیرۃ	علامہ ابوبکر بن علی الحداد	مکتبہ حقانیہ
۱۱۳	مختصر الوقایۃ	صدرالشریعۃ عبداللہ بن مسعود	دارالکتب العلمیۃ
۱۱۴	فتح باب العنایۃ بشرح النقایۃ	امام نورالدین ہروی قاری	دارالارقم بیروت
۱۱۵	تحقیق وتعلیق علی شرح الزیادات	دکتور قاسم اشرف	دارالایمان سہارنپور
۱۱۶	الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشون الاسلامیہ	وزارۃ الاوقاف کویت
۱۱۷	موسوعۃ الفقہ الاسلامی المعاصر	عبدالحلیم	دارالوفاء المنصورۃ
۱۱۸	موسوعۃ الفقہ الاسلامی	عبدالرحمٰن التویجری	بیت الافکار اردن
۱۱۹	موسوعۃ مسائل الجمہور	محمد نعیم محمد ھانی ساعی	دارالسلام قاہرہ
۱۲۰	حاشیۃ موسوعۃ مسائل الجمہور	محمد نعیم محمد ھانی ساعی	دارالسلام قاہرہ
۱۲۱	ارشاد الساری للقاری	ملاعلی بن سلطان محمد قاری حنفی	المکتبۃ الامدادیۃ بمکۃ
۱۲۲	اوضح المسالک الی احکام المناسک		
۱۲۳	غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک	علامہ محمد حسن شاہ مہاجر مکی	مکتبہ یادگار شیخ سہارنپور

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۱۲۴	البحر العمیق	امام ابوالبقاء محمد بن محمد مکی حنفی	المکتبۃ المکیۃ بمکۃ
۱۲۵	مجموعہ رسائل لکنوی	عبدالحی لکھنوی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۲۶	سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر	ملحقہ برسائل لکنوی	ادراۃ القرآن کراچی
۱۲۷	فقہ النوازل	محمد بن حسین الجیزانی	دار ابن الجوزی
۱۲۸	شرح منظومہ	عبداللہ بن محمد (ابن الشحنہ حلبی)	الوقف المدنی الخیری
۱۲۹	فقہ العبادات	شیخ حسن ایوب	دار الندوۃ بیروت
۱۳۰	المدونۃ الکبریٰ	امام مالک بن انس	دار الکتب العلمیۃ
۱۳۱	بلغۃ السالک لأقرب المسالک	احمد الصاوی	دار الکتب العلمیۃ
۱۳۲	المغنی علی مختصر الخرقی	عبداللہ بن احمد بن قدامہ مقدسی	دار الکتب العلمیۃ
۱۳۳	المغنی والشرح الکبیر	ابن قدامہ	
۱۳۴	کتاب المجموع شرح المہذب	محی الدین بن شرف النووی	احیاء التراث
۱۳۵	روضۃ الطالبین	محی الدین بن شرف النووی	المکتب الاسلامی
۱۳۶	بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد	امام ابوالولید بن رشد قرطبی	مکتبہ علمیہ لاہور
۱۳۷	رسائل الارکان	علی ہامش بہشتی زیور	فتاویٰ دار العلوم زکریا
۱۳۸	اسنی المطالب شرح روض الطالب	شیخ الاسلام/ زکریا الانصاری	دار الکتاب الاسلامی
۱۳۹	الحاوی الکبیر	علامہ ابوالحسن الماوردی	دار الفکر بیروت
۱۴۰	مغنی المحتاج شرح المنہاج	محمد بن احمد الشربینی شمس الدین	دار الفکر بیروت
۱۴۱	المغنی	ابن قدامہ حنبلی	الریاض/ القاہرۃ/ منار
۱۴۲	حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج	سلیمان بن عمر الجمل	دار الفکر/ احیاء التراث
۱۴۳	مطالب اولی النہیٰ فی غایۃ المنتہیٰ	مصطفیٰ بن سعد السیوطی	المکتب الاسلامی
۱۴۴	کتاب الام	امام محمد بن ادریش شافعی	کلیات الازہریۃ
۱۴۵	التوضیح فی الجمع بین المقنع والتنقیح	احمد بن محمد بن احمد الشویکی	المکتبۃ المکیۃ سعودیہ

۱۴۶	مواہب الجلیل شرح مختصر خلیل	شمس الدین طرابلسی المغربی	دار الفکر
۱۴۷	مجموعۃ الفتاوی	ابن تیمیہ	دار الوفاء المنصورۃ
۱۴۸	بیع التقسیط واحکامہ	سلیمان ترکی	دار اشبیلیا ریاض
۱۴۹	جامع الاحکام الفقہیۃ	دکتور فرید عبد العزیز جندی	دار الکتب العلمیۃ
۱۵۰	احکام المال الحرام	دکتور عباس احمد محمد الباز	دار النفائس اردن
۱۵۱	المطاعم والمشارب	اسعد محمد سعید صاغرجی	دار القبلۃ جدۃ
۱۵۲	مجموعۃ الفتاویٰ	علامہ لکھنوی	بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ
۱۵۳	فتاوی الشرعیۃ	عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الجبرین	مکتبہ شاملہ

کتب فقہ وفتاویٰ اردو

۱۵۴	فتاویٰ محمودیہ	علامہ مفتی محمود حسن گنگوہی	کراچی/ میرٹھ
۱۵۵	حاشیہ فتاویٰ محمودیہ	دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی	فاروقیہ کراچی
۱۵۶	آپ کے مسائل اوران کا حل	شہید مولانا محمد یوسف لدھیانوی	کتب خانہ نعیمیہ
۱۵۷	فتاویٰ دار العلوم دیوبند	علامہ مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی	دار العلوم دیوبند
۱۵۸	فتاویٰ دار العلوم دیوبند	مفتیان دار العلوم دیوبند	علی شبکۃ نیت
۱۵۹	فتاویٰ بنوریہ	جامعہ بنوریہ ٹاؤن کراچی	علی شبکۃ نیت
۱۶۰	احسن الفتاویٰ	علامہ مفتی رشید احمد پاکستانی	دار الاشاعت دیوبند
۱۶۱	فتاویٰ عثمانی	علامہ مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۱۶۲	کفایت المفتی	علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی	دار الاشاعت پاکستان
۱۶۳	نظام الفتاویٰ	فقیہ عصر مفتی نظام الدین اعظمی	تاج کمپیوٹرس دیوبند
۱۶۴	فتاویٰ حقانیہ	علامہ مفتی عبد الحق پاکستانی	دار العلوم حقانیہ پاکستان
۱۶۵	امداد الفتاویٰ	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دار العلوم کراچی
۱۶۶	امداد الاحکام	شیخ ظفر احمد عثمانی/ عبد الکریم گمتھلوی	مکتبہ زکریا دیوبند

۱۶۷	عزیز الفتاویٰ (امداد المفتیین)	مفتی عزیز الرحمٰن	مکتبہ زکریا بکڈ پو
۱۶۸	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی عبد الرحیم لاجپوری	دار الاشاعت کراچی
۱۶۹	خیر الفتاویٰ	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق جوگیشوری
۱۷۰	کتاب الفتاویٰ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۷۱	محمود الفتاویٰ	مفتی احمد صاحب خانپوری	مکتبہ انور ڈابھیل
۱۷۲	فتاویٰ دار العلوم زکریا (افریقہ)	مفتی رضاء الحق صاحب	زمزم پبلشرز کراچی
۱۷۳	کتاب المسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	فرید بکڈ پو دہلی
۱۷۴	نئے مسائل اور اکیڈمی کے فیصلے	ایفا	ایفا پبلی کیشنز دہلی
۱۷۵	اعتکاف کے مسائل	مفتی محمد پاکستان	الکلام پی کے ویب
۱۷۶	مسائلِ حج	مولانا اقبال قریشی	ادارہ اسلامیات لاہور
۱۷۷	جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۱۷۸	حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی	مفتی اکرام الدین پاتوڑوی	مکتبہ فیض فقیہ الامت
۱۷۹	احکام شریعت	مولانا احمد رضا خان صاحب	فرید بکڈ پو دہلی
۱۸۰	اسلام اور جدید معاشی مسائل	مفتی محمد تقی عثمانی	فیصل پبلیکیشنز دہلی
۱۸۱	فقہی مقالات	مفتی محمد تقی عثمانی	زمزم بکڈ پو دیوبند
۱۸۲	قتل بہ جذبۂ رحم اور دماغی موت	ایفا	کتب خانہ نعیمیہ
۱۸۳	بوادر النوادر	حکیم الامت علامہ تھانوی	ادارۂ اسلامیات لاہور
۱۸۴	فتویٰ کیسے لیں؟	حکیم الامت علامہ تھانوی	

کتب اصولِ فقہ وقواعد فقہ

۱۸۵	الموافقات فی اصول الاحکام	امام ابو اسحاق شاطبی	دار المعرفۃ/ احیاء التراث
۱۸۶	شرح السیر الکبیر	امام محمد بن حسن شیبانی	دار الکتب العلمیۃ
۱۸۷	عقود رسم المفتی	محمد امین بن عمر بن عابدین شامی	مکتبہ زکریا دیوبند

۱۸۸	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۱۸۹	الاشباہ والنظائر	امام جلال الدین السیوطی	دار الکتب العلمیۃ
۱۹۰	غمز عیون البصائر	مولانا السید احمد بن محمد حنفی حموی	دار الکتب العلمیۃ
۱۹۱	درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام	شیخ علی حیدر استنبول ترکی	دار الجیل بیروت
۱۹۲	شرح المجلۃ	سلیم رستم باز البنانی	احیاء التراث
۱۹۳	الاصول والقواعد للفقہ الاسلامی	مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	الہدیٰ پبلیکیشنز
۱۹۴	قواعد الفقہ	شیخ مفتی عمیم احسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۱۹۵	جمہرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد الندوی	شرکۃ الراجحی المصرفیۃ
۱۹۶	القواعد الفقہیۃ	علی احمد ندوی	دار القلم دمشق
۱۹۷	ترتیب اللآلی	محمد بن سلیمان (ناظر زادہ)	مکتبۃ الرشد ریاض
۱۹۸	شرح القواعد الفقہیۃ	شیخ احمد بن محمد الزرقاء	دار القلم دمشق
۱۹۹	القواعد الکلیۃ والضوابط الفقہیۃ	دکتور محمد عثمان شبیر	دار النفائس الاردن
۲۰۰	المقاصد الشرعیہ	شیخ نور الدین الخادمی	دار اشبیلیا
۲۰۱	قواعد الاحکام فی مصالح الانام	عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام	دار المعارف بیروت

کتب متفرقہ

۲۰۲	اکمال تہذیب الکمال	علامہ علاء الدین مغلطائی	مکتبہ الفاروق الحدیثۃ
۲۰۳	تہذیب الکمال	جمال الدین یوسف المزی	دار الکتب العلمیۃ
۲۰۴	تاریخ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری	
۲۰۵	الاکمال فی اسماء الرجال	لصاحب المشکوۃ	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۲۰۶	سفینۃ الخیرات فی ذکر مناقب۔	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ میرٹھ	
۲۰۷	إحکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین محمد بن علی (ابن دقیق العید)	مؤسسۃ الرسالۃ
۲۰۸	موسوعۃ التخریج	بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ	

۲۰۹	فتاویٰ موقع الالوکۃ	مجموعۃ من العلماء	بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ
۲۱۰	موسوعۃ البحوث والمقالات العلمیۃ	علی بن نائف الشحود	بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ
۲۱۱	بریقۃ محمودیۃ فی طریقۃ محمدیۃ	ابوسعید محمد بن محمد الخادمی	مصطفیٰ الحلبی
۲۱۲	حاشیۃ الصاوی علی شرح الصغیر	بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ	مصطفیٰ الحلبی
۲۱۳	احیاء علوم الدین	امام غزالی	مصطفیٰ الحلبی
۲۱۴	معجم لغۃ الفقہاء	شیخ محمد رواس قلعہ جی حامد صادق	ادارۃ القرآن کراچی
۲۱۵	المصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی الفیومی حموی	مکتبہ لبنان
۲۱۶	موقع المسلم	علی شبکۃ نیت	
۲۱۷	کتاب التعریفات	علامہ سید شریف جرجانی	دار الکتب العلیمۃ
۲۱۸	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدین	فیروز سنز لاہور
۲۱۹	قاموس الفقہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۲۲۰	حاشیۃ السراجی فی المیراث	محمد نظام الدین کیرانوی	مکتبہ یاسر ندیم
۲۲۱	الإسناد من الدین	شیخ عبد الفتاح ابوغدہ	مطبوعات اسلامیہ حلب
۲۲۲	حیاۃ الحیوان	علامہ کمال الدین دمیری	
۲۲۳	الآداب الشرعیۃ	ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی	مکتبہ ریاض الحدیثۃ
۲۲۴	مدارج السالکین	محمد بن ابوبکر بن قیم الجوزیہ	دار الکتاب العربی
۲۲۵	ذکر وفکر	مفتی محمد تقی عثمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۲۶	جھوٹ اور اس کی مروجہ صورتیں	مفتی محمد تقی عثمانی	میمن اسلامک پبلشرز